بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	''قُرْاٰنًا عَجَبًا'' (پارہ 20)
نام مؤلفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اول	:	اپریل 2018ء
تعداد	:	2100
ناشر	:	النور انٹرنیشنل
لاہور	:	102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر	:	0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر	:	0336-4033034، 021-35292341-42
فیصل آباد	:	121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر	:	03364033050، 041-8759191
ای میل	:	sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Nighat Hashmi
		Alnoor international

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِیۡ وَ لَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَۃٌ لِّلۡبَشَرِ ۚۖ﴿۲۹﴾ عَلَیۡہَا تِسۡعَۃَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَۃُ ﴿ؕ۱۲﴾ فَکُّ رَقَبَۃٍ ﴿ۙ۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ﴿ۙ۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ﴿ۙ۱۵﴾
اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ ﴿ؕ۱۶﴾ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ ﴿۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : أَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قُرۡاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھاسکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رکوع نمبر 1

﴿اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِہٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَہۡجَۃٍ ۚ

مَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَہَا ؕ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ بَلۡ ہُمۡ قَوۡمٌ یَّعۡدِلُوۡنَ﴾

’’(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا؟ پھر ہم نے اس سے رونق والے باغات اُگائے، تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُس کے درختوں کو اُگاتے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹ رہے ہیں‘‘ (60)

سوال 1: ﴿اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ﴾ ’’(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا‘‘ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت حق ہے توحید کے دلائل کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ﴾ ’’(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں کو پیدا کیا‘‘ رب العزت نے بلند آسمانوں اور اس کے اندر چمکتے ستاروں، گھومنے والے سیاروں، فرشتوں، سورج اور چاند کی تخلیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

(2) ﴿وَالۡاَرۡضَ﴾ ’’اور زمین کو‘‘ رب العزت نے پست اور کثیف زمین، اس کے اندر پہاڑوں، ٹیلوں، میدانوں، جنگلوں، غاروں، صحراؤں دریاؤں، مختلف رنگوں اور صورتوں کے انسانوں، جانوروں اور پرندوں کی تخلیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے۔

(3) اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت باطل ہے رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے تخلیق کیا ہے۔

سوال 2: ﴿وَاَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ’’اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا‘‘ توحید کے دلائل کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ’’اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا‘‘ رب العزت نے پوچھا ہے کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں سے تمہاری خاطر پانی اتار کر تمہارے لیے روزی کا سامان کیا۔ (i) آسمان سے برسنے والی بارش کا ایک نظام ہے جو محض اتفاق نہیں ہوسکتا۔ (ii) بارش کا خاص مقدار میں نازل ہونا محض اتفاق نہیں ہوسکتا۔ (iii) بارش کی مقدار کے مطابق کرۂ ارض پر زندگی پائی جاتی ہے۔ (iv) بارش کا عمل طے شدہ ہے اس میں مضبوط تسلسل ہے جو ایک خالق کے ارادے کا پتہ دیتا ہے۔ (v) بارش کے پانی میں زندہ کرنے والے اثرات ہیں۔ جس میں انسان کی ضروریات اور اس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بارش کے پانی کی فراہمی اور انسانی ضروریات

کے درمیان اتنی گہری ہم آہنگی ایک خالق کے وجود کو ثابت کرتی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔'' (العنکبوت:63)

(3) رب العزت نے آسمانوں سے نازل ہونے والی بارش کے عمل کو جاری رکھنے سے ثابت کیا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

سوال3:﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا﴾ ''پھر ہم نے اس سے رونق والے باغات اُگائے، تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُس کے درختوں کو اُگاتے'' توحید کے دلائل کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ﴾ ''پھر ہم نے اس سے رونق والے باغات اُگائے'' کہ یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جس نے تمہارے لیے خوش منظر اور دل فریب باغات اگائے جن میں درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے۔

(2) رب العزت نے رونق والے باغات اگانے سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(3)﴿مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا﴾ ''تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُس کے درختوں کو اُگاتے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا اس نے بارش برسائی اور تمہارے لیے خوش منظر درخت اُگائے جن کے اُگانے پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے۔ اس قدرت والے کے سوا عبادت کسی کا حق نہیں ہے۔

سوال4:﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹ رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' یہ سوال دلوں کو جھنجھوڑنے کے لیے کیا گیا ہے۔ ان آیات میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا وہ خالق جو ان تمام چیزوں کا بنانے والا ہے اس شخص کی طرح ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ (i) یہ سوال شرک کی نفی کے سوا کوئی راستہ نہیں چھوڑتا۔ (ii) یہ سوال انسان کو اقرار اور یقین تک لے جاتا ہے۔

(2) (i) کائنات کی تخلیق کے آثار بتاتے ہیں کہ اس کو پیدا کرنے والا ﴿وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ﴾ ہے۔ (ii) کائنات کی زبردست منصوبہ بندی یہ بتاتی ہے کہ یہ ایک ارادے کے ساتھ پیدا کی گئی ہے اور وہ خالق ایک ہے جس کا ارادہ ہر چھوٹی بڑی چیز میں جاری نظر آتا ہے۔

(iii) کائنات کے اُصولوں اور قوانین میں وحدت اور تناسق پایا جاتا ہے۔ قوانین کی وحدت بتاتی ہے کہ خالق ایک ہے کیونکہ ہم آہنگی محض اتفاق سے نہیں ہوسکتی۔ (iv) کائنات کا نظم و نسق یہ بتاتا ہے کہ نظم قائم کرنے والا ایک ہے۔ (v) کائنات کے اندر ایک مدبّر کی تدبیر نظر آتی ہے جو ثابت کرتی ہے کہ کائنات کا خالق ایک ہے۔

(3)﴿ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' کیا اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی خالق اور روزی دینے والا ہے؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَمَنۡ يَّخۡلُقُ كَمَنۡ لَّا يَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (النحل:17)

(4)﴿بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ يَّعۡدِلُوۡنَ﴾ ''بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹ رہے ہیں'' یعنی یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور رازق ہے وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔

(5) مشرک بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ﴾ ''اور یقینا اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناوہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھروہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟'' (الزخرف:87) ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور یقینا اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ بلکہ ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (لقمان:25) پھر کیوں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں! کیا وہ جو ہر چیز پر قادر ہے اس کے برابر ہوسکتا ہے جو کسی چیز پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّغَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّالنَّخۡلَ وَالزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں اور زیتون اور انار کو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی۔'' (الانعام:141)

(6)﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا ۙ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھا تا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الاعراف:54)

(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ نبوت سے قبل (وادیٔ) بلدح کے نشیبی علاقے میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی، پھر جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا تو زید بن عمرو بن نفیل نے کھانے سے انکار کر دیا اور (جن لوگوں نے دسترخوان بچھایا تھا، ان سے) کہا کہ تم اپنے بتوں کے نام پر جو ذبیحہ کرتے ہو میں اسے نہیں کھاتا، میں تو بس وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ زید بن عمرو بن نفیل قریش پر ان کے ذبیحے کے بارے میں عیب بیان کیا کرتے تھے کہ بکری

کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی برسایا اور اسی نے اس کے لیے زمین سے گھاس اگائی، پھر تم لوگ اسے غیر اللہ (یعنی بتوں) کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ (بخاری:3826)

(8) کائنات کے حوالے سے سب سے بڑا احمقانہ دعویٰ یہ کیا گیا کہ کائنات خود اپنے وجود سے قائم ہے۔ یعنی کائنات خود ہی اپنی خالق اور خود ہی مخلوق ہے۔

سوال5: پانی سے پیدا ہونے والے حسن و جمال پر غور و فکر کر کے انسان کیسے اپنے خالق تک پہنچ سکتا ہے؟

جواب: (1) پانی سے پیدا ہونے والے ایک پھل یا پھول کی ساخت پر غور کریں تو انسان کو یہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ دُنیا کے تمام ماہرین جمع ہو جائیں تب بھی ایک پھل یا پھول پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

(2) ایک پھل آم کا ہو، انگور، جامن، کھجور، سیب، انار، کینو وغیرہ جس پر بھی غور کر لیں۔ ان کا رنگ، ان کی Shape، ان کے اندر کی ترتیب ان کا ذائقہ، ان کے غلاف ہر چیز بے مثال ہے۔

(3) کسی پھول کو دیکھیں اس کی پتیوں کی ترتیب و تنظیم، رنگوں کا امتزاج، اس کی خوشبو ہر چیز عقل کو عاجز کر دینے والی ہے۔ کاغذ، کپڑے یا کسی اور مواد پر پھولوں کی تصویریں بنا دینا اور بذات خود پھول پیدا کرنا ایک عمل نہیں۔ ساری دنیا کے ماہرفن بھی اکٹھے ہو جائیں تو ایک پھول پیدا نہیں کر سکتے۔ ہزاروں، لاکھوں پھولوں کا وجود ایک خالق، عظیم خالق کے وجود کا پتہ دیتا ہے۔

سوال6: درختوں کا اُگانا کیسے ایک خالق کے وجود کا پتہ دیتا ہے؟

جواب: درخت کے اندر زندگی کیسے آتی ہے؟ کیسے اس مواد سے وابستہ ہو جاتی ہے جو درختوں کے اندر پایا جاتا ہے؟ اس راز کو کوئی نہیں پا سکا۔ لیکن زندگی کا آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی زندگی عطا کرنے والا ہے۔

سوال7: ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی اور ایسی ہستی ہو سکتی ہے جو عبادت کے لائق ہو جس نے ان میں سے کسی چیز کو پیدا کیا ہو؟

سوال8: مختلف خداؤں پر یقین رکھنے والے کیا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کائنات کو ان میں سے کسی نے پیدا کیا ہے؟

جواب: کائنات میں یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا نہ بتوں کی عبادت کرنے والوں نے، نہ ملائکہ اور شیاطین کے پجاریوں نے، نہ شمس و قمر کی پوجا کرنے والوں نے، نہ غیر اللہ میں سے کسی اور کی عبادت کرنے والوں نے کہ کائنات کو اُن میں سے کسی نے تخلیق کیا ہے۔

سوال9: کائنات انسانی عقل کو عاجز کرتی ہے کہ وہ ایک اِلٰہ کو تسلیم کر لے پھر بھی انسان کا کیا طرز عمل ہوتا ہے؟

جواب: (1) لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو برابر کرتے ہیں۔

(2) لوگ سچے راستے سے ایک طرف ہو کر چلتے ہیں۔

(3)لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کوشریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيۡنَ الۡبَحۡرَيۡنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾

''یا وہ جس نے زمین کوٹھہرنے کی جگہ بنایا؟ اوراس کے درمیان دریا بنائے اوراُس کے لیے پہاڑ بنائے اوردوسمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی؟ کیااللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اورمعبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثرلوگ نہیں جانتے''(61)

سوال 1:﴿اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيۡنَ الۡبَحۡرَيۡنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''یا وہ جس نے زمین کوٹھہرنے کی جگہ بنایا؟ اوراس کے درمیان دریا بنائے اوراُس کے لیے پہاڑ بنائے اوردوسمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی؟ کیااللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اورمعبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثرلوگ نہیں جانتے'' توحید کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا﴾''یا وہ جس نے زمین کوٹھہرنے کی جگہ بنایا''رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ تو بتاؤ زمین کو رہنے کے قابل کس نے بنایا؟(i)زمین میں زندگی وجود پاسکتی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے اسباب پیدا کرنے والا کوئی ہے (ii)زمین میں نشوونما کے اسباب پائے جاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب کا پیدا کرنے والا کوئی ہے۔(iii)زمین کا اپنے محور کے گرد مناسب انداز میں مستقل تسلسل کے ساتھ گھومنا اورسورج کے گرد گردش کرنا ایک مکمل ترتیب اور ہم آہنگی کے ساتھ ہے۔جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی ترتیب اور ہم آہنگی پیدا کرنے والا ہے یہ سب کچھ اتفاق نہیں ہوسکتا۔

(2)وہ کون ہے جس نے زمین کواس قابل بنایا کہ اس پر بندے اپنے گھر بنائیں،عمارتیں تعمیر کریں،ایک مقام سے دوسرے مقام پر آئیں جائیں اورکھیتاں اور باغات اگائیں۔

(3)اللہ تعالیٰ نے زمین کو رہنے کے قابل بنانے سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ اکیلا ہی عبادت کا حق رکھتا ہے اوراس کے سواہر ایک کی عبادت باطل ہے۔

(4)﴿وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا﴾''اوراس کے درمیان دریا بنائے''رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے دریا بنائے جو زمین پر زندگی کی شریانیں ہیں۔یہ بلندیوں سے چلتے ہیں۔مشرق،مغرب،شمال اورجنوب کی سمتوں میں چلتے ہیں دریا ان پانیوں سے چلتے ہیں جس کواللہ تعالیٰ سمندروں سے زمین میں جمع کرتا ہے۔کیا یہ دریا کسی منصوبے کے بغیر چلتے اور بہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلسل چلنے اور بہنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ کوئی ایک چلانے والا اور بہانے والا ہے ورنہ یہ نظام یوں نہ چل سکتا۔

(5) زمین کے اندر جاری دریاؤں سے لوگ خود پانی پیتے ہیں اپنے جانوروں اور کھیتوں کو پلاتے ہیں۔
(6) رب العزت نے دریا جاری کرنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ صرف وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔
(7) ﴿وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ﴾ ''اور اُس کے لیے پہاڑ بنائے'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے زمین پر پہاڑ جما کر اس کا توازن قائم کیا ہے؟
(8) پہاڑ اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے اور جمے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے زمین کا توازن قائم ہے۔ زلزلے کا ایک جھٹکا انسان کو توازن کی ضرورت کا شدت سے احساس دلاتا ہے اور انسان اس توازن کے پیچھے ایک رب کی موجودگی اور اس کے ارادے کو پالیتا ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ تمہیں لے کر ڈگمگا نے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (النحل:15)
(9) ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾ ''اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اُس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اُگائی۔'' (لقمان:10)
(10) رب العزت نے پہاڑوں سے زمین کا توازن برقرار رکھنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ عبادت صرف اسی کا حق ہے۔
سوال 2: ﴿وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا﴾ ''اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی'' کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا﴾ ''اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے دو دریاؤں کے مابین حد فاصل رکھی ہے!
(2) سمندر کا پانی دریا کی نسبت کثیف ہوتا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے میٹھا دریائی پانی اور سمندر کا کھارا پانی جدا جدا بہتے ہیں۔ یہ معجزانہ کام کس نے کیا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی یہ کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے؟ یہ سوال انسان کی عقل کو عاجز کر دیتا ہے۔ یہ معجزہ منہ بول کر بتاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا ہے۔
(3) یعنی نمکین اور کھاری سمندر اور میٹھے سمندر کے درمیان ﴿حَاجِزًا﴾ جو ان دونوں کو خلط ملط ہونے سے روکے ہوئے ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں پانیوں کی منفعت مقصود ضائع ہو جائے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کی رکاوٹ حائل کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے دریاؤں کی گزرگاہوں کو سمندر سے بہت دور رکھا ہے تا کہ دریاؤں سے مصالح اور مقاصد کا حصول ممکن ہو۔ (تفسیر سعدی: 2/1956,1957)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا ہے اور یہ نمکین، کڑوا ہے اور اُس نے دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ کر دی۔'' (الفرقان:53)

(5)﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ (۱۹) بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۲۰)﴾ ''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا، جو ایسے باہم مل جاتے ہیں۔ وہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے۔'' (الرحمٰن:20,19)

(6) رب العزت نے دو دریاؤں میٹھے اور نمکین کے درمیان رکاوٹ رکھنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ صرف وہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

سوال3:﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور یہ قدرت رکھتا ہے کہ وہ زمین پر زندگی کے اسباب پیدا کرے، دریا جاری کرے، پہاڑوں سے زمین کے توازن کو برقرار رکھے۔ دو دریاؤں کے درمیان آڑ رکھ دے جب کسی اور کا کوئی اختیار نہیں تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

(2)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ کائنات کی اصل حقیقت ایک الٰہ کا علم نہیں رکھتے۔ یعنی وہ حقیقت توحید کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے شرک کرتے ہیں۔ اگر انہیں علم ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے۔

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور وہ تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے؟
کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' (62)

سوال1:﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ﴾ ''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور وہ تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے'' توحید کے دلائل کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ ''یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟'' اضطراب اور بے قراری میں اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون سی ہستی ہے جو مضطرب، بے قرار اور مجبور کی دعاؤں کا جواب دیتی ہو، دشواریوں میں پھنسنے کے بعد جسے کرب نے بے قرار کر رکھا ہو مصیبتوں میں جسے غم نے بے حال کر رکھا ہو تو یہ بتاؤ وہ کون ہے جسے مصیبتوں کو ٹالنے کے لیے پکارتے ہو۔

(2) انسان کے لیے جہاں ظاہری اسباب ختم ہو جاتے ہیں کوئی مدد کو پہنچنے والا نہیں ہوتا۔ سارے سہارے ختم ہو جاتے ہیں، ساری قوتیں اوجھل ہو جاتی ہیں، ساری توقعات ٹوٹ جاتی ہیں ایسے مایوس کن حالات میں انسان کی فطرت جاگ اٹھتی ہے اُس وقت کی نفسیاتی کیفیت کی طرف توجہ دلا کر رب نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ اس وقت تم کس کو پکارتے ہو؟ بے قراری کو کہاں قرار ملتا ہے۔ گھبراہٹ کہاں دور ہوتی ہے۔ کہاں دل کی بات کہتے ہو تو سکون ملتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴾ ''اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔'' (النحل:53)

(4) وہ اللہ تعالیٰ ہے جو بے قرار کی سنتا ہے جو غم کے ماروں کی دستگیری کرتا ہے، ہاں وہی ہے، جو مجبور کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے وہی ہے جس سے مطلوب کے حصول کے لیے امیدیں باندھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔'' (الاحقاف:5)

(6) ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کے ماسوا نہ کسی کو پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں، پھر اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ تب ظالموں میں سے ہوں گے۔'' (یونس:106)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ نے فرمایا: "اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو، جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔'' (ترمذی:2516)

(8) کسی نے رحمت عالم ﷺ سے پوچھا: آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں فرمایا ایک معبود کی جس کی شان ایسی ہے کہ اگر تم مصیبت میں پھنس جاؤ اس سے دعا مانگو تو وہ تمہاری مصیبت دور فرما دیتا ہے۔ اگر کہیں راستہ بھول جاؤ تو وہ تمہیں راستہ بتا دیتا ہے اور اگر اس سے دعا مانگو تو وہ بارش برسا دیتا ہے (مختصر ابن کثیر :1439/2)(بحوالہ مسند احمد)

(9) سیدنا ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک مسلمان کو اپنے رب سے اپنی ساری ضرورتیں مانگنی چاہئیں یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔'' (ترمذی:3604)

(10) ﴿وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ ''اور وہ تکلیف دور کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا برائی، مصیبت، شر اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو کون دور کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الانعام:17)

(11) ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (٥٦) اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (٥٧)﴾ ''آپ کہہ دیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہو اُنہیں پکار دیکھو چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی بدلنے کا۔ یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قُربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں یقینا آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔'' (الاسراء:57,56)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں (بنی اسرائیل) میں سے تین آدمی (راستہ میں) چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاق سے (ایک بڑا پتھر گرا اور) غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! اب تو (اس مصیبت سے) تم کو سچائی ہی نجات دلائے گی، لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی ایسے نیک عمل کے وسیلہ سے، جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ اس نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک فرق (تین صاع) چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا، اس نے میرا کام تو کیا، مگر پھر (کسی بات پر غصہ میں آ کر) وہ اپنے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔ اب میں نے اس کے حصہ کے چاول بو دیے اور ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے اس کی آمدنی سے گائے بیل خریدے، پھر (جب ایک مدت کے بعد) وہ اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ جا! وہ سب گائے بیل لے جا۔ اس نے کہا، میرے تو تیرے پاس (صرف) ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا، وہ سب گائے بیل لے جا، وہ تیرے ہی سے خریدے گئے ہیں۔ آخر وہ ان سب کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ (خالص) تیرے

ڈر سے کیا تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے۔ میں ہر رات کو (ان کے پلانے کے لیے) بکری کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہوگئی، میں جب (دودھ لے کر) آیا تو وہ سو گئے تھے اور میرے بیوی بچے سب بھوک سے بے چین تھے۔ میری عادت تھی کہ پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو۔ مجھے ان کو جگانا اچھا معلوم نہ ہوا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور وہ (رات بھر) دودھ کا انتظار کرتے رہیں۔ چانچہ میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے (اپنے ماں باپ کی) یہ خدمت (محض) تیرے ڈر سے کی تھی، تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر وہ پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔ پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی، جس کو میں سب سے زیادہ چاہتا تھا، میں نے اس سے صحبت کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا، ایسا اس حالت میں ہوسکتا ہے کہ تو مجھے سو اشرفیاں لا کر دے۔ سو میں سو اشرفیوں کی طلب میں نکلا، یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئیں، چنانچہ میں نے سو اشرفیاں لا کر اس کے حوالے کر دیں اور اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی، اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہوگیا اور میں نے وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے (خالص) تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اے اللہ! تو ہماری یہ مصیبت دور کر دے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔ (بخاری:3465)

(13)﴿وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ﴾ ''اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے'' وہی ہے جو تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے۔

(14)(i) اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لیے جائے قرار بنایا۔ زمین کی ہر چیز کو اس کے لیے معاون اور مددگار بنا دیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو ان کا جانشین بنایا۔ ایک نسل کے افکار کے بعد نئی نسل نئے تجربات کرتی ہے اگر پچھلے اگلے سبھی لوگ اپنے افکار کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے تو انسانوں کے درمیان تصادم ہوتا۔ کس نے انسانوں کو ایک دوسرے کا جانشین بنا دیا؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود بھی ہے۔

(15) بیٹے باپوں کے اور بعد میں آنے والے پہلے لوگوں کے جانشیں بن جاتے ہیں یہی سلسلہ جاری رہے گا حتی کہ قیامت آجائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ص وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟ جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔'' (الانعام:165)

سوال2:﴿ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے جو بے قرار کی سنتا ہو، مصیبتیں ٹالتا ہو اور انسانوں کو زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنا کر پھیلاتا ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو یہ کام انجام دیتی ہو۔

(3)﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو'' یعنی تم کم ہی غور وفکر کرتے ہو۔ اگر تم نصیحت پکڑو تو ہدایت کی طرف لوٹ آؤ مگر تم جہالت اور غفلت میں مست ہو۔

(4) انسان اگر مسلسل غور وفکر کرے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا رہے، فطرت کی پکار کو سنے تو کبھی اپنے رب سے غافل نہ ہو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے مصائب میں گھرے ہوئے انسان کو اپنے ہونے کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشکلات میں پھنسے ہوئے انسان سے یہ پوچھا ہے کہ بتاؤ مجبور کی کون سنتا ہے؟ مجبور کو کون مدد دیتا ہے؟ بے سہارا کا سہارا کون بنتا ہے؟ مشکلات سے کون نکالتا ہے؟ انسان اپنے نفس کی گہرائیوں سے مشکل کشا کو پالیتا ہے۔

سوال4: انسان کم ہی نصیحت کیوں حاصل کرتا ہے؟

جواب: انسان حقائق کو بھول جاتا ہے اور غافل ہو جاتا ہے۔

﴿اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' (63)

سوال1:﴿اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' توحید کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے'' یہ بتاؤ وہ کون

ہے جوتمہاری راہ نمائی کرتا ہے جب تم خشکی اورسمندر کے اندھیروں میں گھر جاتے ہو۔

(2) جہاں تمہارے لیے نجات کا کوئی وسیلہ نہیں ہوتا وہ کون ہے جو تمہیں نجات دلاتا ہے۔

(3) جہاں تمہارے پاس کوئی راہ نما ہوتا ہے۔نہ رہنمائی کی کوئی علامت دکھائی دیتی ہے۔وہ کون ہے جوتمہارے لیے اسباب مہیا کرتا ہے جن کے ذریعے تم راستہ پاتے ہو وہ کون ہے جوتمہارے راستوں کوتمہارے لیے آسان کرتا ہے۔اورتم صحیح راستہ پر چل پڑتے ہو۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ’’اور بہت سی علامتیں ہیں اور تاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں‘‘ (النحل:16)

(4)﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ’’اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تا کہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو۔‘‘ (الانعام:97)

(5)﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (۶۳) قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (۶۴)﴾ ’’آپ کہہ دیں تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟تم اُسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو۔‘‘ (الانعام:64,63)

(6) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کیا،سوائے چار آدمیوں اور دوعورتوں کے،ان سے متعلق حکم ارشادفرمایا:’’اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے ہوں۔ان میں ایک عکرمہ بن ابوجہل بھی تھے۔انہوں نے یہ حکم سنا تو سمندر کے ذریعے سے راہ فرار اختیار کی۔اتفاق کہ کشتی والوں کو تند و تیز ہوا نے آلیا،اب کشتی والوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کوخلوص سے پکارو،کیونکہ اس موقع پر تمہارے (جھوٹے) معبود کچھ کام نہیں آئیں گے۔توعکرمہ نے کہا،اللہ کی قسم!اگر سمندر میں صرف اللہ ہی نجات دیتا ہے تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دیتا،اے اللہ!اگر تو نے مجھے میری اس مصیبت سے عافیت دے دی تو میرا تجھ سے پختہ وعدہ ہے کہ میں محمد ﷺ کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا،کیونکہ میں آپ کو درگزر کرنے والا اور مہربان پاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آئے اور آکر اسلام قبول کرلیا۔‘‘ (نسائی:4072)

سوال2:﴿وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ’’یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے‘‘ توحید کی دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ’’یا وہ جو تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟اور جو اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے‘‘ یہ بتاؤ وہ کون ہے جو بارش ہونے سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے!وہ بادلوں کو اٹھاتی اور اکٹھا کرتی ہیں۔ان کے آتے ہی بندے خوش ہو جاتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ بارشیں برساتا ہے بارش کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ بادلوں کو ہوائیں ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک لے جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے کہ یہ بتاؤ بھلا اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون ہے جو بارشوں سے قبل ہواؤں کو بھیج دے؟ یوں اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو گھیرا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری کسی ذات کا انسان کو پتہ نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔'' (الشوریٰ:28)

سوال3: ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' غور تو کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ کون ہے جس نے تارے بنائے کس نے سمندر اور خشکی کی تاریکیوں میں تمہارے لیے راستہ پانے کی اسباب مہیا کیے، جس نے تمہارے لیے Watercycle چلایا، جس نے بارشوں سے پہلے ہواؤں کو اپنی رحمت کی خوش خبری بنا کر بھیجتا ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی یہ سب کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟ کیا اب بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا جا سکتا ہے۔

(2) ﴿تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ بہت بلند و برتر ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔ وہ قادر ہے، خالق ہے، عاجز مخلوق کی شراکت سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے اس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں۔

﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو'' (64)

سوال1: ﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے'' توحید کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ﴾ ''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے'' یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے۔ جو ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو ان مخلوقات کی تخلیق کا آغاز کرتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم:27)

(2) کائنات کا آغاز ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔آغاز کے بارے میں جتنے مفروضے انسانوں نے قائم کیے بے بنیاد ثابت ہوئے۔کسی خالق کے ہونے کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔کائنات کی زبردست منصوبہ بندی ایک ہستی کے ارادے کو ثابت کرتی ہے۔

(3)﴿ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ﴾ ''پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟'' ہر چیز جو وجود میں آتی ہے اُسے اپنے اختتام تک پہنچنا ہوتا ہے۔کائنات کا بھی ایک آغاز ہے جو اس کے انجام کو ثابت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے روز مخلوقات کو لوٹائے گا۔

(4) دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔﴿اِنَّهٗ هُوَ يُبۡدِئُ وَيُعِيۡدُ﴾ ''بلاشبہ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔'' (البروج:13)

(5)﴿وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے'' یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جو آسمان سے بارش برسا کر زمین سے تمہارے لیے رزق نکالتا ہے۔

(6) آسمان سے بارش کے ذریعے نازل ہونے والے پانی کو اللہ تعالیٰ زندگی کی برکتیں عطا کر کے نازل فرماتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین سے چھپے ہوئے خزانے نکلتے ہیں اور یوں آسمان کا رزق زمین کے ذریعے سے انسان کو عطا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان سے یہ سوال کیا ہے کہ بھلا وہ کون ہے جس کو بارشوں پر دسترس ہے؟ جو بارش کے پانی کو حیات بخش بناتا ہے؟ جو بارش کے پانی کے ذریعے زمین سے تمہارے لیے رزق بہم پہنچاتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو یہ کام کرسکتا ہو؟ اپنی دلیل لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّـكُمۡ﴾ ''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمہارے رزق کے لئے کئی طرح کے پھل پیدا کیے۔'' (البقرۃ:22)

(8)﴿هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّـكُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ (۱۰) يُنۡۢبِتُ لَـكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ﴾ ''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو۔وہ اس کے ساتھ تمہارے لیے کھیتیاں اُگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بھی، یقیناً اس میں ضرور ایک نشانی ہے اُن لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (النحل:11,10)

سوال 2:﴿ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟'' کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہستی بھی ہے جو زندگی کا آغاز اور

پھر اعادہ کرے۔ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دے۔ وہ کون ہے جو ان سارے کاموں کی قدرت رکھتا ہو۔

(2) ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل''، یعنی اگر تم شرک اور بت پرستی کو اب بھی جاری رکھنا چاہتے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔

(3) ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو'' اگر تمہاری یہ بات سچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک ہیں تو اس دعویٰ کے لیے دلیل لے کر آؤ ورنہ مان جاؤ کہ تمہارا موقف باطل ہے۔

(4) وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سارے تصرفات کے اختیارات رکھتا ہے اس لیے وہ ہی حق رکھتا ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے۔

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے؟'' (65)

سوال: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے؟'' اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا ہر ایک کے عالم الغیب ہونے کی نفی کی ہے کیونکہ غیب کا عالم تو وہ ہے جو کسی کے دینے سے نہیں خود سے غیب کا علم رکھتا ہو۔ ہر حقیقت کا علم رکھتا ہو، کوئی چیز اُس سے چھپی ہوئی نہ ہو۔

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ صرف ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:34)

(4) اللہ تعالیٰ کا کوئی مقرب فرشتہ کوئی نبی کوئی انسان غیب نہیں جانتا۔ اس لیے عبادت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ کو آئندہ کل کے حالات کا علم ہے اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آسمان وزمین میں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ (بخاری:5474)

(6)﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ’’آپ کہہ دیں: ’’میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘ (الاعراف:188)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی ﷺ آئندہ کل کو پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے تھے، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔‘‘ (بخاری:4855)

(8) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو کہے کہ نبی ﷺ کل کی بات جانتے تھے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بہتان باندھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین وآسمان والوں میں سے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تین فائدے رکھے ہیں، آسمان کی زینت، بھولے بھٹکوں کی راہبری اور شیطانوں کی مار۔ کسی اور بات کا ان کے ساتھ عقیدہ رکھنا اپنی رائے سے بات بنانا اور خود ساختہ تکلف اور اپنی عاقبت کے حصے کو کھونا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کی اللہ پاک نے اس آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ میں خبر دی ہے، اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (ترمذی:3278)

(10)﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ’’اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے؟‘‘ یعنی وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ انہیں قبروں سے زندہ کر کے کب اٹھایا جائے گا۔

﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾

’’بلکہ ان کا آخرت کے بارے میں علم ختم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اُس سے اندھے ہیں‘‘ (66)

سوال1:﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ ’’بلکہ ان کا آخرت کے بارے میں علم ختم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اُس سے اندھے ہیں‘‘ مشرکوں کے اعتراضات کا جو جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''بلکہ ان کا آخرت کے بارے میں علم ختم ہو گیا ہے''، یعنی مشرکوں کا علم یقینی نہیں ہے جو دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے۔

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے واقع ہونے کے بارے میں وہ اپنے علم سے کچھ نہیں جانتے۔ آخرت کے بارے میں اُن کا علم برابر ہے جیسے نبی ﷺ نے سیدنا جبریل علیہ السلام سے اُن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ (بخاری)

(3)﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا﴾ ''بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں''، یعنی آخرت کے بارے میں، شک علم کو زائل کر دیتا ہے کیونکہ علم اپنے تمام مراتب میں کبھی شک کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:2/1960)

(4)﴿بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اُس سے اندھے ہیں'' آخرت کے بارے میں نہ انہیں علم ہے نہ بصیرت اس لیے اسے بعید سمجھتے ہیں۔

(5) آخرت کے بارے میں اُن کا علم برابر ہے جیسے نبی ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے اُن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔

(6)﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے۔'' (التغابن:7)

(7)﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (النحل:38)

(8)﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٨﴾﴾ ''کیا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ یقیناً جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو بلاشبہ تم نکالے جانے والے ہو؟ بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ وہ نہیں ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور ہم اس کی ہرگز ماننے والے نہیں ہیں۔'' (المومنون:35-38)

سوال2: آخرت کے بارے میں شک میں ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بے یقینی یا علم کی کمی ہے۔

سوال3: آخرت کے بارے میں اندھے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد عقل میں کمی کی وجہ سے آخرت پر یقین سے محروم ہونا ہے۔

رکوع نمبر 2

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور (قبروں سے) نکالے جانے والے ہیں؟'' (67)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور (قبروں سے) نکالے جانے والے ہیں'' زندگی بعد موت کا انکار کرنے والوں کی الجھن کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے والوں نے کہا۔

(2) ﴿ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴾ ''کہ کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور (قبروں سے) نکالے جانے والے ہیں'' انہوں نے کہا کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے جسم مٹی میں تبدیل ہو جانے کے بعد دوبارہ بنیں گے اور ہمیں مٹی سے نکالا جائے گا۔ وہ اپنے اس قول کے ذریعے موت کے بعد کی زندگی کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔

سوال2: کافروں نے کس بات پر حیرت کا اظہار کیا؟

جواب: کافروں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں کیا ہم اور ہمارے باپ دادا پھر نکالے جائیں گے۔

﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہمیں اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی وعدہ دیا گیا تھا، یہ محض پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں'' (68)

سوال1: ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہمیں اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی وعدہ دیا گیا تھا، یہ محض پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں'' آخرت کا انکار کرنے والوں نے موت کے بعد کی زندگی کو بے حقیقت قرار دیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہمیں اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی وعدہ دیا گیا تھا'' یعنی محمد ﷺ سے پہلے بھی ہم سے موت کے بعد کی زندگی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(2)﴿اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''یہ محض پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں''، یعنی بعث اور جزامحض قصے کہانیاں ہیں جو کتابوں میں لکھی گئیں جنہیں لوگ پڑھتے ہیں۔

(3) کافروں نے موت کے بعد زندگی کی حقیقت کونہیں سمجھا۔ اُنہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ایسی بات ہے جس کو لوگوں نے ایک دوسرے سے سن کر بیان کیا ہے۔

﴿قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا!''(69)

سوال:﴿قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا!'' موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے والوں کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو'' رب العزت نے فرمایا: اے ہمارے رسول ﷺ ان سے کہہ دو کہ زمین میں شمالاً جنوباً، شرقاً غرباً چلو پھرو۔ (ایسر التفاسیر:1087)

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زمین میں چل پھر کر دیکھو کیا مجرم اپنے انجام کو نہیں پہنچے؟ رسولوں کی یہ بات سچی ہے تو یہ بات بھی سچ ہے کہ موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جائیں گے اور ہر ایک اپنے انجام کو پہنچے گا۔

(3)﴿فَانۡظُرُوۡا﴾ ''پھر دیکھو''، یعنی اپنی بصیرت سے، دل کی آنکھوں سے دیکھو۔ (تفسیر قرطبی:174/7)

(4)﴿كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾ ''کہ مجرموں کا کیسا انجام ہوا!'' یہ تمہارے رب کی سنت ہے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ (جامع البیان:10/20)

(5) یعنی آپ تاریخ انسانی میں کوئی ایسا مجرم نہیں پائیں گے جس نے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کا انجام بدترین نہ ہوا ہو۔

(6) ان واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے کہ رسولوں کا اور آخرت کا انکار کرنے والے مجرموں کا انجام تباہی اور ہلاکت کی صورت میں نہ ظاہر ہوا ہو۔ جس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کوئی مقتدر ہستی ہے جو مجرموں کو مقررہ حد سے آگے نکلنے سے روک دیتی ہے اور انہیں برباد کر دیتی ہے۔

(7) پھر مکافات عمل کا تقاضا ہے کہ جن مجرموں کو دنیا میں سزا نہیں ملی یا جرم سے کم سزا ملی ہے ان کے لیے ایک دوسرا جہاں قائم ہو جس میں ہر ایک کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا ملے۔ عذاب سے تباہ کر دینے سے عدل کے تمام تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

﴿وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُنۡ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ﴾

''اور آپ ان پر غم نہ کریں۔اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں'' (70)

سوال1:﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور آپ ان پر غم نہ کریں۔اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں'' رب العالمین نے نبی ﷺ کی جو دل جوئی کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور آپ ان پر غم نہ کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی کہ اے محمد ﷺ آپ لوگوں کے جھٹلانے اور ایمان نہ لانے سے غم زدہ نہ ہوں۔﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' (الکہف:6)

(2)﴿وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور نہ آپ تنگی میں ہوں اس سے جو وہ بُری تدبیریں کرتے ہیں'' نبی ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ان کے رویوں پر نہ کڑھیں اور ان کی سازشوں پر دل میلا نہ کریں۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔'' (فاطر:8)

(3) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا مددگار رہے۔ان کا مکر ان ہی کی طرف لوٹے گا رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ ''اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' (الانفال:30)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو انکار کرنے والوں کے بارے میں کیسے تسلی دلائی گئی؟

جواب:(1) رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ ان کے بارے میں غم میں مبتلا نہ ہوں۔

(2) آپ ان کی چالوں سے دل میں تنگی محسوس نہ کریں اُن کی تدبیریں کارگر نہ ہوں گی۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (71)

سوال1:﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' مشرک قیامت کو محال سمجھتے تھے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' مشرک مسلمانوں سے پوچھتے تھے کیونکہ قیامت کو محال سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے۔
(2)﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو'' مشرک عذاب کے لیے جلدی مچاتے تھے اور پوچھتے تھے یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔
(3) اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ وعدے کا یعنی عذاب کا جلدی نہ آنا تقدیر کے مطابق ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ عذاب نہیں لاسکتا۔

سوال 2: کافروں نے قیامت پر شک کا اظہار کیسے کیا؟

جواب: کافروں نے کہا آخرت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ یعنی تاریخ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

﴿قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں ہوسکتا ہے کہ جسے تم جلدی مانگتے ہو، اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آئے'' (72)

سوال:﴿قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں ہوسکتا ہے کہ جسے تم جلدی مانگتے ہو، اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آئے'' قیامت قریب آرہی ہے اور عذاب قریب ہی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' کہ آپ ﷺ جواب دیں۔
(2)﴿عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''ہوسکتا ہے کہ جسے تم جلدی مانگتے ہو، اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آئے'' یعنی وہ عذاب جس کے لیے تم جلدی مچاتے ہو قریب آگا ہو۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا﴾ ''یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔'' (بنی اسرائیل:51)
(3)﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقینا جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔'' (العنکبوت:54)
(4) کافروں نے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن بات کا مطالبہ کیا تھا۔ جنگ بدر کا عذاب اس کا جواب ہے جو قتل اور قید کی صورت میں ان کے سامنے آیا۔

(5)عذاب کے کچھ حصے کا آغاز تو غزوہ بدر سے ہو گیا تھا اور بعد میں بھی کافروں کو کئی بار سابقہ پیش آتا رہا لیکن اصل عذاب آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾

''اور یقیناً آپ کا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے''(73)

سوال1:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾''اور یقیناً آپ کا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے'' اللہ تعالیٰ بڑے فضل وکرم والا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾''اور یقیناً آپ کا رب لوگوں پر بڑے فضل والا ہے'' اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے وہ لوگوں کی سرکشی کے باوجود انہیں نعمتیں دے رہا ہے اور ان کی بغاوت کے باوجود انہیں مہلت دے رہا ہے، عذاب میں تاخیر کر رہا ہے۔

(2)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾''لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے'' اکثر لوگ رب سے منہ موڑتے ہیں اور شکر ادا نہیں کرتے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ لوگوں پر کیسے فضل کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتے ہیں عذاب میں تاخیر کرتے ہیں لیکن اکثر لوگ رب سے منہ موڑتے ہیں اور ناشکری کرتے ہیں۔

﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾

''اور یقیناً آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں''(74)

سوال1:﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾''اور یقیناً آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کھلے چھپے راز جانتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ﴾''اور یقیناً آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے وہ کھلے چھپے کا علم رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو وہ سینوں میں چھپاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى﴾''اگرچہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔''(طٰہٰ:7)

(2)ان کا زبانی مطالبہ تو یہ ہے کہ عذاب جلد کیوں نہیں آجاتا۔ لیکن اس مطالبہ کے جو محرکات ہیں اور جو کچھ یہ اپنے دلوں میں سمجھے بیٹھے ہیں ان کا یہ تمہارے سامنے اظہار نہیں کرتے۔ ان کے دلوں میں پوشیدہ کینوں اور ناپاک ارادوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔(تیسیر القرآن:3/405)

(3)﴿وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ﴾ ''اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں وہ چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وہ بھی ظاہر کی طرح ہیں۔انہیں اس ذات سے ڈرنا چاہیے جو ظاہر اور باطن کا علم رکھتی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے اور دن میں چلنے والا ہے۔'' (الرعد:10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنے علم کی حقیقت کو کیسے کھولا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تیرا رب اُس کو بھی جانتا ہے جو لوگ ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ لوگ چھپاتے ہیں۔

﴿وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾

''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے'' (75)

سوال:﴿وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے'' اللہ تعالیٰ تمام غیبوں سے واقف ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور آسمان اور زمین میں کوئی غائب چیز نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے تمام رازوں سے واقف ہے، وہ کھلی چھپی باتوں کو جانتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ (۵۹) وَهُوَ الَّذِىۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ بِالَّيۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُمۡ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبۡعَثُكُمۡ فِيۡهِ لِيُقۡضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (۶۰)﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اُٹھا دیتا ہے تا کہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:60,59)

(2) وہ جانتا ہے جو لوگوں سے اوجھل ہے اور جو ان کے سامنے ہے ہر چیز سے واقف ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿يٰبُنَىَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِىۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِى السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِى الۡاَرۡضِ يَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے

گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:16)

(3)﴿اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے'' سب کچھ ایک روشن اور کھلی کتاب میں یعنی لوح محفوظ میں ہے جس نے اب تک ہونے والے تمام امور جو واقع ہو چکے اور جو قیامت تک ہونے والے ہیں سب کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جو کچھ دنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ لوح محفوظ میں درج ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِیۡ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے۔'' (الحج:70)

سوال 2: غائب چیزوں کے علم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے یہاں مراد عذاب کا علم ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ هُمۡ فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ﴾

''یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی اُن چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں'' (76)

سوال:﴿اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ هُمۡ فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ﴾ ''یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی اُن چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں'' قرآن حکیم اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ﴾ ''یقیناً یہ قرآن'' یعنی وہ کتاب کریم جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

(2)﴿یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾ ''بنی اسرائیل پر بیان کرتا ہے'' یعنی یہود و نصاریٰ کے بارے میں بہت سی چیزوں کو بیان کرتا ہے۔

(3)﴿اَکۡثَرَ الَّذِیۡ هُمۡ فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ﴾ ''بہت سی اُن چیزوں کو جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں'' قرآن مجید یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدے کے اختلاف کی حقیقت کو واضح کرتا ہے یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حق واضح کر دیا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡهِ یَمۡتَرُوۡنَ﴾ ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں۔'' (مریم:34)

(4) یہود و نصاریٰ کے اختلافات صرف عقائد میں نہیں تھے احکام اور قصص میں بھی تھے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًی وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾

''اور بیشک وہ مومنوں کے لیے یقیناہدایت اور رحمت ہے'' (77)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور بیشک وہ مومنوں کے لیے یقیناہدایت اور رحمت ہے'' قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ﴾ ''اور بیشک یقیناہدایت اور رحمت ہے'' یہ قرآن ہدایت ہے۔ وہ حق کو بیان کرتا ہے اوران امور کو جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

(2) قرآن مجید اس کے لیے ہدایت ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

(3) قرآن مجید رحمت ہے کیونکہ اس سے ایمان والوں کے لیے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں جس سے انہیں راحت ملتی ہے۔

(4) ﴿لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''مومنوں کے لئے'' قرآن مجید ان لوگوں کے لیے رحمت ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، جو اس کی تصدیق کرتے ہیں، اس کو قبول کرتے ہیں، اس میں تدبر اور اس کے معانی میں غور وفکر کرتے ہیں۔ پس انہی لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی اور رحمت سے سرفراز کیا جائے گا جو سعادت اور فوز وفلاح کو متضمن ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1962)

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ بِحُكۡمِهٖ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ﴾

''یقیناً آپ کا رب اپنے حکم سے اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے'' (78)

سوال 1: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ بِحُكۡمِهٖ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ﴾ ''یقیناً آپ کا رب اپنے حکم سے اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی فیصلے کرتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ بِحُكۡمِهٖ﴾ ''یقیناً آپ کا رب اپنے حکم سے اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا'' (i) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب اختلافات کے فیصلے کردے گا۔ (ii) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق اور باطل کے درمیان فیصلے کردے گا۔

(iii) اللہ تعالیٰ کتابوں میں ہونے والی تحریفات کے بارے میں فیصلے کردے گا۔ یعنی اے محمد ﷺ آپ کا رب اہل کتاب کے اور لوگوں کے درمیان قیامت کے دن اپنے عدل اور رحمت سے فیصلے کرے گا۔

(2) ﴿وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ﴾ ''اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنے فیصلوں اور عمل درآمد کروانے پر قدرت رکھتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ العلیم ہے وہ اپنے علم کی بنیاد پر درست فیصلے کرتا ہے اور ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق جزا یا سزا دیتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات پر غالب ہے اور تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے نتیجے میں کیا ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے نتیجے میں جزاوسزا کا اہتمام ہوگا۔

﴿فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الۡحَـقِّ الۡمُبِيۡنِ﴾

''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، یقینا آپ واضح حق پر ہیں'' (79)

سوال 1: ﴿فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الۡحَـقِّ الۡمُبِيۡنِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، یقینا آپ واضح حق پر ہیں'' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں'' رب العزت نے فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو، اس پر اعتماد کرو، وہ آپ کے لیے کافی ہے۔

(2) ﴿اِنَّكَ عَلَى الۡحَـقِّ الۡمُبِيۡنِ﴾ ''یقینا آپ واضح حق پر ہیں'' وہ شخص جو حق پر ہو، حق کی طرف دعوت دیتا ہو اور اس کی مدد کرتا ہو، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں کسی دوسرے کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے معاملے کے لئے کوشاں ہے جس کی صداقت قطعی ہے اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، نیز یہ انتہائی واضح طور پر حق ہے یہ کوئی چھپی ہوئی چیز ہے نہ اس میں کوئی اشتباہ ہے۔ جب آپ حق کی خاطر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں تو کسی کا گمراہ ہونا آپ کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا اور ان کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی: 1963/2)

سول 2: رسول اللہ ﷺ کو کس وجہ سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: اللہ کے مددگار ہونے کی وجہ سے کہ وہی قابل بھروسہ ہے اور اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سچے دین پر ہیں۔

﴿اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ﴾

''یقینا آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں'' (80)

سوال 1: ﴿اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ﴾ ''یقینا آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں'' کافر مردہ ہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى﴾ ''یقینا آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں'' (i) یہاں کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی ہے جن میں نہ عقل ہوتی ہے نہ سمجھ، جو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ (ii) یہاں مردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سیدھے راستے پر نہیں چل سکتے۔

(2) ﴿وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں'' یہاں مردوں سے مراد وہ کافر ہیں جو حق کی دعوت کو قبول نہیں کرتے ان کے دلوں پر پردے ہیں، ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں۔ یہ آپ کی

دعوت سننے کی بجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہیں۔

(3) بہرہ آدمی تو ویسے بھی سن نہیں سکتا اگر وہ منہ موڑ کر چل دے تو اس وقت تو سننے کی کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حق کسی بھی صورت اُن کے اندر نہیں اُتر سکتا خواہ سنانے والا کتنی ہی حرص رکھے۔

سوال2:﴿اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى﴾ سے مردوں کے سننے کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مردے سن نہیں سکتے۔

سوال3: کیا مردے کسی بھی حالت میں کسی کی بات نہیں سنتے ؟

جواب: حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مردے کو جب دفنا کر جاتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔(بخاری:1273)

سوال4: یہاں بہروں سے کون لوگ مراد لیے گئے ہیں؟

جواب: یہاں بہروں سے وہ لوگ مراد لیے گئے ہیں جو حق بات کو سنتے نہیں اور ہدایت نہیں پاتے۔

سوال5: پیٹھ پھیر کر روگردانی کون کرتا ہے؟

جواب: حق بات سن کر پیٹھ وہ پھیرتا ہے جو حق سے نفرت کرتا ہو۔

﴿وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِى الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ﴾

''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں، آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں'' (81)

سوال1:﴿وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِى الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ﴾ ''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں، آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں'' آپ ﷺ اندھوں کو راستہ نہیں دکھا سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِى الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ﴾ ''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں'' یہاں اندھوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ حق سے اندھا کر دے'' آپ اندھوں کی راہنمائی نہیں کر سکتے'' اس بات سے رسول اللہ ﷺ کو سمجھایا گیا کہ کافروں کے پاس وہ آنکھیں نہیں جن سے یہ حق کا راستہ دیکھ سکیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' (القصص:56)

(3)﴿اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ﴾ ''آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں'' حق بات سننے والا ایمان لے آتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے اس طرح اللہ کا فرمان بردار ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سننے والے ایمان لاتے ہیں آیات کی اتباع کرتے ہیں۔﴿اِنَّمَا يَسۡتَجِيۡبُ الَّذِيۡنَ يَسۡمَعُوۡنَ ؕ وَالۡمَوۡتٰى يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مُردوں کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' (الانعام:36)

(4) صحیح حدیث میں ہے کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے کفار کی لاشوں کو مخاطب کیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسی لاشوں کو مخاطب کررہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ان سے بڑھ کر نہیں سن سکتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔ (بخاری:3980،3981)

سوال 2: آپ ﷺ ان کی راہ نمائی نہیں کرسکتے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ انہیں ایمان تک نہیں پہنچا سکتے۔

سوال 3: حق بات سننے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: حق بات سننے والا ایمان لے آتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے اس طرح اللہ کا فرمان بردار ہوجاتا ہے۔

﴿وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُكَلِّمُهُمۡ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوۡقِنُوۡنَ﴾

''اور جب اُن پر بات واقع ہوجائے گی، تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک چلنے والا جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے'' (82)

سوال 1: ﴿وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُكَلِّمُهُمۡ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوۡقِنُوۡنَ﴾ ''اور جب اُن پر بات واقع ہوجائے گی، تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک چلنے والا جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے'' دابۃ الارض کے خروج کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ﴾ ''اور جب اُن پر بات واقع ہوجائے گی'' یعنی جب وہ بات پوری ہوجائے گی جس کے آنے کا وقت مقرر ہے۔ (2) جب عذاب کا وعدہ ثابت ہوجائے گا جب کوئی نیکی کا حکم دینے والا اور بدی سے روکنے والا باقی نہیں رہے گا۔

(3)﴿اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ﴾ ''تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک چلنے والا جانور نکالیں گے'' یعنی زمین کے جانوروں میں سے ایک جانور نکلے گا۔

(4) سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کررہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس بات کا تذکرہ کررہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کررہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لوگے۔ پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے اور یاجوج و ماجوج اور تین جگہوں کے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں اور ایک دھنسنا جزیرۃ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم:7285)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی کہ جسے میں رسول اللہ ﷺ سے سننے کے بعد بھولا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ قیامت کی ابتدائی علامات میں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابۃ الارض کا نکلنا۔ ان دونوں میں سے کسی کا بھی دوسری سے پہلے ظہور ہوگا تو اس کے قریب ہی زمانہ میں دوسری علامت ظاہر ہو جائے گی۔ (مسلم:7383)

(6) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (زمین سے) ایک جانور نکلے گا جو لوگوں کی پیشانیوں پر نشان لگائے گا اور وہ (نشان زدہ) لوگ بہت زیادہ ہو جائیں گے حتیٰ کہ آدمی کسی سے اونٹ خریدے گا تو کوئی پوچھے گا، یہ تو نے کس سے خریدا ہے؟ وہ جواب دے گا، میں نے یہ کسی نشان زدہ سے خریدا ہے۔ (مسند احمد:5/268، سلسلۃ الصحیحۃ:322)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، ایک آفتاب کا مغرب سے نکلنا، دوسرا دھواں، تیسرا دجال، چوتھی زمین کا جانور، پانچویں موت اور چھٹی قیامت۔'' (مسلم:2947)

(8) ﴿تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''جو اُن سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے'' یہ جانور بندوں کے ساتھ کلام کرے گا کہ بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، یعنی اس وجہ سے کہ لوگوں کا علم اور آیات الٰہی پر ان کا یقین کمزور ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اس جانور کو ظاہر فرمائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز نشانیوں میں سے ہے تاکہ اس چیز کو وہ لوگوں پر کھول کھول کر بیان کردے جس میں وہ شک کیا کرتے تھے۔ یہ جانور وہ مشہور جانور ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی کیفیت اور اس کی نوع ذکر نہیں فرمائی۔ یہ آیت کریمہ تو دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے لیے ظاہر کرے گا اور وہ خارق عادت کے طور پر لوگوں سے کلام کرے گا اور یہ ان دلائل میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بتایا ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر سعدی:2/ 1964)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نشانی کیوں دکھائیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نشانی اس لیے دکھائیں گے کہ لوگ نشانی پر یقین نہیں رکھتے۔

رکوع نمبر 3

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾

''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر اُن کی قسمیں بنائی جائیں گی'' (83)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر اُن کی قسمیں بنائی جائیں گی'' قیامت کے دن جھٹلانے والوں کا کیا حشر ہوگا؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا﴾ ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان لوگوں کا ایک گروہ جمع کریں گے'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کا حال بیان کرتے ہوئے اپنے رسول سے کہا ہے کہ یاد کرو وہ دن جب اللہ تعالیٰ ہر امت میں سے ان لوگوں کو گھیر کر لائیں گے۔

(2) ﴿مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر اُن کی قسمیں بنائی جائیں گی'' اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے اول و آخر سب کو گروہ بندی کے ساتھ ترتیب وار کھڑا کر کے پوچھا جائے گا۔ ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔'' (الصفت:22)

سوال 2: قیامت کے دن لوگوں کو الگ الگ کیسے کیا جائے گا؟

جواب: قیامت کے دن زانیوں، شرابیوں اور مختلف گناہ کرنے والوں کو گناہوں کے اعتبار سے قسم قسم کر دیا جائے گا۔

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا؟ حالانکہ تم نے علم سے اُن کا احاطہ ہی نہ کیا تھا، یا پھر کیا جو تم کیا کرتے تھے؟'' (84)

سوال 1: ﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ

آ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا؟ حالانکہ تم نے علم سے اُن کا احاطہ ہی نہ کیا تھا، یا پھر کیا جو تم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ آ جائیں گے'' جب وہ میدان حشر میں حساب کتاب کے لیے آئیں گے۔

(2)﴿قَالَ اَكَذَّبۡتُمۡ بِاٰيٰتِىۡ وَلَمۡ تُحِيۡطُوۡا بِهَا عِلۡمًا﴾ ''کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا؟ حالانکہ تم نے علم سے اُن کا احاطہ ہی نہ کیا تھا'' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا'' یعنی جب تک تم پر حق واضح نہ ہو جاتا اس وقت تک تمہیں توقف کرنا چاہیے تھا۔ تم نے جھٹلا دیا حالانکہ تمہیں اس کے بارے میں علم ہی نہیں تھا۔

(3)﴿اَمَّا ذَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''یا پھر کیا جو تم کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ ان سے ان کے علم اور عمل کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم میری آیات کو جھٹلانے کا علم رکھتے تھے اور سنت رسول ﷺ کے خلاف عمل کرتے تھے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى (۳۱) وَلٰـكِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (۳۲)﴾ ''سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔'' (القیامۃ:32,31)

سوال 2: جب سب لوگ قیامت کے دن گھیر لائے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے کیا فرمائیں گے؟

جواب:(1) جب سب لوگ گھیر لائے جائیں گے اُس وقت اُن سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے حق کی دعوت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی تم میری آیات کو جھٹلاتے رہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اُن سے یہ بھی پوچھیں گے کہ تم کیا کرتے رہے تھے جس کی وجہ سے میری آیات پر غور کرنے کا موقع نہ ملا۔

﴿وَوَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ بِمَا ظَلَمُوۡا فَهُمۡ لَا يَنۡطِقُوۡنَ﴾

''اور اُن پر بات واقع ہو جائے گی اس کے بدلے جو انہوں نے ظلم کیا، چنانچہ وہ کچھ نہ بولیں گے'' (85)

سوال:﴿وَوَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ بِمَا ظَلَمُوۡا فَهُمۡ لَا يَنۡطِقُوۡنَ﴾ ''اور اُن پر بات واقع ہو جائے گی اس کے بدلے جو انہوں نے ظلم کیا، چنانچہ وہ کچھ نہ بولیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ﴾ ''اور اُن پر بات واقع ہو جائے گی'' جب ان پر عذاب واقع ہو جائے گا۔

(2)﴿بِمَا ظَلَمُوۡا﴾ ''اس کے بدلے جو انہوں نے ظلم کیا'' ان کے ظلم کے سبب اور وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا ہے۔

(3)﴿فَهُمۡ لَا يَنۡطِقُوۡنَ﴾ ''چنانچہ وہ کچھ نہ بولیں گے'' (i) اللہ تعالیٰ اُن کا جرم ثابت کر دیں گے تو زبانیں عذر پیش کرنے سے عاجز آ جائیں گی۔ (ii) دنیا میں ظلم کرنے کی وجہ سے کوئی عذر نہیں رہے گا جسے وہ پیش کر سکیں۔ (iii) قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے بولنے کی

قدرت سے محروم ہوجائیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾﴾ ''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے۔ اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔ اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے۔ تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ وہ تدبیر کر دیکھو۔ اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔'' (المرسلات:35-40)

﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' (86)

سوال: ﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہمہ گیر غلبے والا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ يَرَوْا﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا'' کیا بعث اور جزا کو جھٹلانے والوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی کا مشاہدہ نہیں کیا۔

(2) ﴿اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ''کہ یقیناً ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں'' اللہ تعالیٰ نے رات آرام اور سکون کے لیے بنائی تاکہ لوگ اس میں سو جائیں اور ان کے دن کی تھکن دور ہو جائے۔

(3) ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ ''اور دن کو دکھلانے والا بنایا'' رب العزت نے دن کو روشن بنایا تاکہ کام کاج آسانی سے ہو سکیں۔ لوگ تجارت، زراعت اور دیگر کام کریں اور اپنی معاش، اپنی ضروریات اور دیگر مصروفیات میں مشغول ہو جائیں۔

(4) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور یقین رکھنے والوں کے لیے دن اور رات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ﴾

''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اُٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اُس کے پاس ذلیل ہو کر چلے آئیں گے'' (87)

سوال:﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ﴾''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اُٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اُس کے پاس ذلیل ہوکر چلے آئیں گے'' قیامت کی ہولنا کیوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی'' رب العزت نے قیامت کی ہولنا کیوں کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک اعرابی نے عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ صور کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک سینگ ہے اس میں پھونکا جائے گا۔(ترمذی:3244)

(2)﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾''تو سب گھبرا اٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں'' اس دن زمین و آسمان کی ساری مخلوق صور پھونکنے کی وجہ سے گھبرا اُٹھے گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿٨﴾﴾''جس دن ہلا ڈالے گی، سخت ہلا ڈالنے والی۔ اُس کے بعد پیچھے آنے والی آئے گی۔ کچھ دل اُس دن دھڑ کنے والے ہوں گے۔''(النازعات:6-8)

(3)﴿وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾﴾''اور اے میری قوم! یقینا میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگو گے، تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔''(المومن:33,32)

(4)﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾''مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا'' یعنی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ چاہے گا ثابت قدمی عطا کرے گا اور وہ گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔(i) کچھ لوگوں کے نزدیک انبیاء۔(ii) کچھ کے نزدیک شہداء۔(iii) کچھ کے نزدیک فرشتے۔(iv) کچھ کے نزدیک سارے اہل ایمان۔

(5)﴿وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ﴾''اور سب اُس کے پاس ذلیل ہوکر چلے آئیں گے'' اس دن ہر شخص اللہ تعالیٰ کے حضور غلامانہ عاجزی کے ساتھ حاضر ہوگا۔ اور کسی کو حکم ٹالنے کی جرات نہیں ہوگی رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔''(مریم:93)

﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اور آپ پہاڑوں کو دیکھو گے، آپ انہیں جما ہوا گمان کرو گے حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے یقیناوہ خوب باخبر ہے اُس سے جو تم کرتے ہو''(88)

سوال1:﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾''اور آپ پہاڑوں کو دیکھو گے، آپ انہیں جما ہوا گمان کرو گے حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے''اس دن پہاڑ بادلوں کی طرح اڑیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً﴾''اور آپ پہاڑوں کو دیکھو گے، آپ انہیں جما ہوا گمان کرو گے''اس دن پہاڑوں کو آپ سمجھو گے کہ وہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ چل رہے ہوں گے۔

(2)﴿وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾''حالانکہ وہی بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے''وہ اپنی جگہ چھوڑ کر فضا میں بادلوں کی طرح اڑیں گے۔ پہاڑ شدت خوف کی وجہ سے اڑتے پھریں گے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾''اور پہاڑ دُھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے۔''(المعارج:9)

(4)﴿يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾﴾''جس دن آسمان لرزے گا سخت لرزنا۔ اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔''(الطور:10,9)

(5)﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔''(الکہف:47)

(6)﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔''(طٰہٰ:105)

(7)﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾﴾''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔ چنانچہ وہ اڑتا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے۔''(الواقعہ:6,5)

سوال2:﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾''یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے یقیناً وہ خوب باخبر ہے اُس سے جو تم کرتے ہو''اللہ تعالیٰ کی کاریگری عظیم ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾''یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو خوب مضبوط بنایا ہے''اللہ تعالیٰ کی کاریگری عظیم ہے اس نے عظیم قدرت سے ہر چیز عمدہ بنائی اور اس میں حکمتیں رکھیں۔

(2)﴿اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾''یقیناً وہ خوب باخبر ہے اُس سے جو تم کرتے ہو''اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کی پوری خبر رکھنے والا ہے وہ انہیں اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

سوال3: پہاڑ بادلوں کی طرح کیسے ہو جائیں گے؟

جواب: پہاڑ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی وجہ سے بادلوں کی طرح ہو جائیں گے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی قدرت کیسی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ عظیم قدرت والا ہے۔ اُس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔ وہ مضبوط چیزوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح اُڑانے پر قادر ہے۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾

''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے، اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے'' (89)

سوال1: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے، اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے'' خوش نصیب اس دن گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے پاس توحید اور اس پر ایمان لے کر آیا اور لا الٰہ الا اللہ پر دل سے یقین رکھا۔ (جامع البیان: 23/20)

(2) جو شخص بھلائی لے کر آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح تو اس کے لیے بہتر ہے یعنی جنت۔

(3) ﴿الْحَسَنَةِ﴾ ''نیکی'' ہر قسم کی قولی، فعلی اور قلبی نیکیوں کو شامل ہے۔

(4) نیک اعمال کے اچھے بدلے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا عام ضابطہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے عوض دس گناہ زیادہ اجر عطا کیا جائے گا اور یہ کم سے کم ہے۔ (5) ﴿وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے'' نیک لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (101) لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (102) لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (103)﴾ ''یقینا جن کے لیے ہماری جناب سے بھلائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا وہ اس جہنم سے دور رکھے گئے ہوں گے۔ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے، اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے جنہیں ان کے دل چاہیں گے۔ اُنہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے اُن کے استقبال کو آئیں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔'' (الانبیاء: 101-103)

(6) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''یقینا جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر پوشیدہ نہیں رہتے، تو کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟ جو کچھ تم چاہو کرتے رہو، یقینا وہ اُس کو خوب

دیکھنے والا ہے جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو۔'' (فصلت:40)

(7) اعمال کا بدلہ توقع سے بڑھ کر ہوگا جس کی وجہ سے انہیں گھبراہٹ نہیں ہوگی، ان کے لیے یہ خوشی کا موقع ہوگا۔

سوال 2: قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے کون لوگ محفوظ ہوں گے؟

جواب: (i) قیامت کے دن گھبراہٹ سے وہ لوگ محفوظ ہوں گے جو نیک اعمال کریں گے۔ (ii) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے ہول سے بچانا چاہے گا۔ (iii) اللہ تعالیٰ متقیوں کو اس دن کی گھبراہٹ سے بچالیں گے۔

سوال 3: انسان کے اعمال کی جزا کیا ہے؟

جواب: انسان کے اعمال کی جزا دراصل قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے بچالینا ہے۔

﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور جو بُرائی لے کر آئے گا تو ان کے چہرے اَوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جائیں گے تمہیں سزا نہیں دی جائے گی مگر وہی جو تم کیا کرتے تھے؟'' (90)

سوال: ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو بُرائی لے کر آئے گا تو ان کے چہرے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جائیں گے تمہیں سزا نہیں دی جائے گی مگر وہی جو تم کیا کرتے تھے'' برائیاں کرنے والوں کو اوندھے منہ آگ میں ڈال دیا جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ ''اور جو بُرائی لے کر آئے گا'' یعنی جو شرک اور نافرمانی کے کام کریں اور اللہ تعالیٰ سے، ملاقات کے دن اس کی واحدانیت کا انکار لے کر ملیں گے۔ (2) ﴿السَّيِّئَةِ﴾ ''بُرائی'' ہر قسم کی قولی، قلبی، اور بدنی برائی شامل ہے۔

(3) ﴿فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ ''تو ان کے چہرے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیے جائیں گے'' برائیاں لے کر آنے والوں کو ذلیل کر کے چہرے کے بل یعنی اوندھے منہ آگ میں ڈال دیا جائے گا رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ﴾ ''پھر وہ اور بہکے ہوئے لوگ بھی اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے۔'' (الشعراء:94)

(4) ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ ''بلاشبہ مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔'' (القمر:47)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی، یارسول اللہ! قیامت کے روز کافر کو منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ذات جس نے اسے دنیا میں دونوں پاؤں پر چلایا کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتی کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلائے۔'' (مسلم:7087)

(6)﴿هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''تمہیں سزا نہیں دی جائے گی مگر وہی جو تم کیا کرتے تھے'' ان سے کہا جائے گا تمہیں وہی بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم دنیا میں عمل کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:1092)

﴿اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ الَّذِىۡ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىۡءٍۚ وَّ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾

''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اُس کو حرمت دی اور ہر چیز اُسی کے لئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں'' (91)

سوال 1: ﴿اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ الَّذِىۡ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىۡءٍۚ وَّ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾ ''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اُس کو حرمت دی اور ہر چیز اُسی کے لئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی عبادت کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ﴾ ''یقیناً مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں'' رب العزت نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر یعنی مکہ کے رب کی عبادت کروں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ (٣) الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ (٤)﴾ ''تو اُن پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ جس نے اُنہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور اُن کو خوف سے امن دیا'' (قریش:3-4)

(2) شہر مکہ میں بیت اللہ ہے جو رسول اللہ کو بے حد محبوب تھا۔

(3)﴿الَّذِىۡ حَرَّمَهَا﴾ ''جس نے اُس کو حرمت دی'' مکہ کو اللہ تعالیٰ نے محترم بنایا ہے اور مکہ کے رہنے والوں کو نعمتیں عطا کیں اس لیے ان پر واجب ہے کہ اللہ کا شکر ادا کریں۔

(4) سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتحِ مکہ کے دن مکہ فتح ہوا تو فرمایا: ''ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تمہیں (جہاد کے لیے) بلایا جائے تو جاؤ'' اور آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش کے دن حرم قرار دیا تھا تو یہ اللہ تعالیٰ کے حرم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا اور اس حرم میں مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی قتال حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی ایک دن میں تھوڑی دیر کے لیے قتال حلال ہوا تھا تو اب یہ اللہ تعالیٰ کے حرم قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا، نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں اور نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے اور کوئی بھی یہاں گری ہوئی چیز کو نہ اٹھائے

سوائے اس کے کہ اسے اس کے مالک کو پہنچائی جائے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے'' تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سوائے گھاس کے کیونکہ یہ لوہاروں اور زرگروں (سناروں) کے کام آتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوائے گھاس کے۔'' (مسلم:3302)

(5) ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے اس وقت یہ حدیث بیان کی کہ جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''(اے لوگو!) مکہ کو لوگوں نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حرمت دی ہے، لہٰذا جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو وہاں خون بہانا اور وہاں کا درخت کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص (میرے بعد) یہ دلیل دے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں جنگ کی ہے تو اس کو یہ جواب دو کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی، تمہیں اجازت نہیں دی اور دیکھو! مجھے بھی جو وہاں لڑنے کی اجازت ملی تھی تو صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے، پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی ہے، جیسی کل تھی۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ بات) ان تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔'' (مسلم:3304)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے سب سے زیادہ بغض رکھتا ہے، ایک تو وہ جو حرم میں بے دینی پھیلائے، دوسرا اسلام میں جاہلیت کی رسم کا متلاشی ہو، تیسرا جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کا طلب گار ہو۔ (بخاری:6882)

(7) ﴿وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز اُسی کے لئے ہے'' عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام اشیاء کا وہی مالک ہے اور یہ فقرہ اس وہم کے ازالے کے لیے استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت صرف بیت حرام سے مختص ہے۔ (تفسیر سعدی:1967,1968)

(8) اس آیت میں اللہ کی اُلوہیت کا پورا تصور دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہر مکہ کا مالک ہے اسی کا قانون اس شہر پر چلتا ہے اسی نے اُس شہر کو حرمت والا بنایا ہے۔ اور اسی نے حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے اُس کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں اور اس میں کسی اور کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔

(9) ﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں'' یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فرماں بردار، مخلص اور صالح بندوں میں سے ہو جاؤں۔

سوال 2: بیت اللہ کے حرمت والے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اس میں ظلم کرنا، قتل کرنا، شکار کرنا، درخت کاٹنا حتیٰ کہ کانٹا توڑنا بھی منع ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو اہل عرب کے سامنے یہ بات رکھنے کے لیے کیوں کہا گیا کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے اس شہر کے رب کی عبادت کروں اور مسلمان ہو جاؤں''؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو یہ بات اہل مکہ کے سامنے رکھنے کا اس لیے حکم دیا گیا کہ اہل عرب مکہ کو قابل احترام سمجھتے تھے اور مکہ اور حرم پر ان کی قیادت قائم تھی۔ اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک نہیں سمجھتے تھے جس نے مکہ اور کعبہ کو قابل احترام بنایا۔ اس لیے

آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ کہہ دیں کہ مجھے اس شہر کے رب کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے یعنی وہی ایک عبادت کے لائق ہے اور یہ کہ میں مسلمان ہو جاؤں یعنی اُس کے بندے اور غلام ہونے کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے کہ میں اللہ کا فرماں بردار بن جاؤں۔

﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾

''اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں'' (92)

سوال 1: ﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ ''اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں'' قرآن پڑھ کر سنانا ہی میرا کام ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ﴾ ''اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں'' میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قرآن کی تلاوت کروں، قرآن کے ذریعے راہ نمائی حاصل کروں اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی عبادت کے لیے قرآن کے الفاظ اور معنی سیکھوں۔

(2) یہاں قرآن مجید کی تلاوت سے مراد ایمان کی دعوت کے لیے تلاوت کرنا ہے نبی ﷺ کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے۔'' (ھود:12)

(3) ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ﴾ ''پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو یقیناً وہ صرف اپنے لیے سیدھے راستے پر آتا ہے'' یعنی تلاوت کے بعد، پیغام پہنچانے کے بعد جو ہدایت کا رستہ اختیار کرے گا تو اس کا نفع وہی اٹھائے گا یعنی وہ ہدایت پا جائے گا۔

(4) ﴿وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ ''اور جو گمراہ ہو تو آپ کہہ دیں کہ میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں'' یعنی جس نے ہدایت قبول نہ کی اور وہ گمراہی پر قائم رہا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔ کیونکہ میرا کام تو برے انجام سے خبردار کرنا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا

کریں تو آپ کہہ دو کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا، اور آپ اُن لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور اَن پڑھوں سے کہہ دیں: ''کیا تم تابع ہو گئے؟'' پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (اٰل عمران:20)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے سامنے کیسے اپنا مشن واضح کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ لوگوں پر واضح کر دیں کہ میرا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دینا ہے اس مقصد کے لیے مجھے قرآن پڑھ کر سنانا ہے۔

(2) میری دعوت سے جو ہدایت کا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا۔

(3) جو میری دعوت سے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے گمراہ ہو گا وہ بھی اپنے لیے کرے گا۔

(4) یقیناً میں تو خبردار کرنے والوں میں سے ہوں یعنی میرا مشن بُرے انجام سے ڈرانا ہے۔

سوال 3: دعوت اسلامی کا وسیلہ اور ذریعہ کیا ہے؟

جواب: دعوت اسلامی کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

سوال 4: اس آیت میں انفرادی ذمہ داری کے اُصول کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟

جواب: اس آیت سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہدایت اور گمراہی کا راستہ اپنانے میں ہر شخص خود ذمہ دار ہے۔

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جلد ہی وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لو گے، اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (93)

سوال: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جلد ہی وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لو گے، اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' ''اللہ تعالیٰ حجت قائم کیے بغیر عذاب نہیں بھیجتا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''اور آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے'' نبی ﷺ سے یہ کہا گیا کہ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ کسی پر حجت قائم کیے بغیر عذاب نہیں بھیجتا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حمد یہاں اس اعتبار سے ہے کہ وہ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک کہ اُس پر حجت قائم نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ

نے قرآن کے ذریعے حجت تمام کردی ہے۔
(3) یعنی دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی طرف سے حمد صرف اسی کے لیے ہے۔
(4) جب رسول بھیجے جاتے ہیں اور کتابیں نازل کی جاتی ہیں پھر بھی لوگ نہیں مانتے تو حجت قائم ہو جاتی ہے۔اس وجہ سے فرمایا:(5)﴿سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ’’جلد ہی وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا‘‘ (i) ان نشانیوں سے مراد انفس وآفاق کی نشانیاں بھی ہیں۔
(ii) ان نشانیوں سے مراد اسلام کو ملنے والی فتوحات بھی ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (٢٠) وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ’’اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟‘‘ (الذاریات:21,20) (6) یعنی ہم تمہیں ایسی نشانیاں دکھائیں گے جس سے تم خود قائل ہو جاؤ گے۔
(7)﴿فَتَعْرِفُوْنَهَا﴾ ’’تو تم انہیں پہچان لو گے‘‘ ان آیات الٰہی کی تمہیں ایسی معرفت حاصل ہوگی جو حق اور باطل کے بارے میں راہنمائی کرے گی۔اللہ ضرور تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا جن کے ذریعے سے تم اندھیروں میں اپنی راہوں کو روشن کرو گے۔(تفسیر سعدی:1968/2)
(8)﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو‘‘ اللہ تعالیٰ نے سارے حقائق کو واضح کرنے کے بعد اپنے اعمال کی طرف نظریں لگا دی ہیں کہ اگر چہ تم بظاہر آزاد ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل نہیں اس لیے ہدایت قبول نہ کر کے بے فکر نہ ہو جاؤ۔
(9) بلکہ وہ تمہارے اعمال واحوال کو خوب جانتا ہے اور اسے ان اعمال کی جزا کی مقدار کا بھی علم ہے وہ تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا کہ تم اس فیصلے پر اس کی حمد وثنا بیان کرو گے اور یہ فیصلہ کسی بھی لحاظ سے تمہارے لئے اس کے خلاف حجت نہ ہوگا۔(تفسیر سعدی:1968/2)
(10) عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اگر وہ غافل ہوتا تو انسان کے قدموں کے نشان سے جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے غفلت کر جاتا لیکن وہ ان نشانات کا بھی حافظ اور عالم ہے۔(تفسیر الاساس:4049/7)
(11) لوگو! اللہ تعالیٰ کو کسی چیز سے اپنے کسی عمل سے غافل نہ جاننا۔وہ ایک ایک مچھر سے، ایک ایک پتنگے سے اور ایک ایک ذرے سے باخبر ہے۔(تفسیر ابن کثیر:98/4)

اٰیاتھا ۸۸ | ۲۸ سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۴۹ | رکوعاتھا ۹

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟
جواب: یہ مکی سورت ہے۔اس میں 9 رکوع اور 88 آیات ہیں۔
سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار کے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 28 ہے۔ اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 49 ہے۔

رکوع نمبر 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿طٰسٓمّٓ﴾

''طٰسٓمّٓ'' (1)

سوال: ﴿طٰسٓمّٓ﴾ ''طٰسٓمّٓ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ط س م یہ حروف مقطعات ہیں جن کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' (2)

سوال 1: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' روشن کتاب کی آیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب کی آیات ہیں'' یہ عظیم آیات اس کتاب کی ہیں جو روشن ہے۔

(2) ﴿الْمُبِيْنِ﴾ ''واضح'' یعنی واضح کتاب ہے جو ہر اس معاملے کو کھول کر بیان کرتی ہے جس کی بندوں کو ضرورت ہے۔ جو حق کو باطل سے اور حرام کو حلال سے الگ کرتی ہے۔ جس میں ماضی اور مستقبل کی معلومات ہیں۔

(3) کتاب مبین کی آیات ہیں ہر اس معاملے کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں جن کے بندے حاجت مند ہیں، مثلا رب تعالیٰ کی معرفت، اس کے حقوق کی معرفت، اس کے اولیاء و اعداء کی معرفت، اس کے ایام و وقائع کی معرفت اعمال کے ثواب اور عمل کرنے والوں کی جزا کی معرفت۔ قرآن مجید نے ان تمام امور کو کھول کھول کر بیان کر کے بندوں کے سامنے پوری طرح واضح کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 1974/2)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''ایک کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، اس حال میں کہ عربی زبان میں قرآن ہے، اُن لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔'' (حم السجدہ: 3)

(5) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔'' (الکہف: 1)

سوال 2: قرآن حکیم کا کتاب مبین ہونا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: قرآن حکیم کا کتاب مبین ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ اللہ کی جانب سے وحی ہے۔

﴿نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے حالات حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں''(3)

سوال1: ﴿نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے حالات حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ﴾ ''ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے حالات حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں''، یعنی ہم آپ کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

(2) مصر کے بادشاہ فرعون کہلاتے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دو فرعونیوں یا دو بادشاہوں سے سابقہ پیش آیا تھا۔ جس فرعون نے آپ کی پرورش کی اس کا نام رعیس تھا اور نبوت ملنے کے بعد جس کے ہاں آپ کو بھیجا گیا وہ رعمسیس کا بیٹا منفتاع تھا اور اس کا دور حکومت تقریباً چودہ سو سال قبل مسیح کا تھا۔ (تیسیر القرآن:413/3)

(3) ﴿لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''ایسے لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں''، یعنی ان لوگوں کے لیے جو قرآن کی تصدیق کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو ایمان نہیں رکھتے، وہ اس کے حق ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے۔

(4) یہ آیات مومنوں کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔

سوال2: اس کتاب کی تلاوت کس کی طرف سے کی جا رہی ہے؟

جواب: اس کتاب کی تلاوت براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جا رہی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔

سوال3: کتاب کی تلاوت کن لوگوں کے لیے کی جا رہی ہے؟

جواب: کتاب کی تلاوت کا اہتمام اہل ایمان کے لیے کیا جا رہا ہے۔

سوال4: کتاب اہل ایمان کو کیا دیتی ہے؟

جواب: (1) کتاب اہل ایمان کو حق کے راستے کا پتہ دیتی ہے۔

(2) کتاب اہل ایمان کی تربیت کرتی ہے۔

سوال5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات یہاں کس مقصد کے لیے لائے گئے ہیں؟

جواب: (1) یہاں ان واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کے خلاف کس طرح کھل کر اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

(2)ان واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے اپنے فیصلوں کو نافذ کر کے رہتا ہے؟

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''یقینا فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔ اور اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، اُن میں سے ایک گروہ کو نہایت کمزور کر رکھا تھا، وہ اُن کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا تھا اور اُن کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا یقینا وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا'' (4)

سوال 1: ﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ﴾ ''یقینا فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔ اور اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، اُن میں سے ایک گروہ کو نہایت کمزور کر رکھا تھا'' فرعون کی سرکشی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''یقینا فرعون نے زمین میں سرکشی کی'' فرعون نے مصر کی سرزمین میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی اور ظلم میں حد سے تجاوز کر رکھا تھا۔ وہ فخر وغرور میں مبتلا ہو کر عبودیت کو بھول گیا تھا۔ (الاساس: 4059/7)

(2) ﴿وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا﴾ ''اور اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا'' یعنی فرعون نے مصر کے لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ وہ ہر گروہ سے حسب خواہش کام لیتا تھا۔

(3) ﴿يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ﴾ ''اُن میں سے ایک گروہ کو نہایت کمزور کر رکھا تھا'' ایک گروہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں جو اس دور میں تمام لوگوں سے اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دے رکھی تھی۔ اس لیے ان کی عزت کرنی چاہیے تھی مگر اس نے انہیں ذلیل کر رکھا تھا اور ان سے نچلے درجے کی خدمت لیتا تھا۔ دن رات ان سے اپنے اور اپنی قوم کے کام لیتا تھا اور انہیں کمزور بنا کر رکھا تھا۔

(4) مصر میں قبطی بھی آباد تھے جو فرعون کی اپنی قوم تھی اور بنی اسرائیل بھی فرعون نے اپنی پالیسی یہ رکھی کہ قبطی آقا بن کر رہیں اور بنی اسرائیل غلام اور خدمت گار بن کر۔ (اشرف الحواشی: 461/1)

(5) ﴿يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ﴾ ''وہ اُن کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا تھا اور اُن کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا'' فرعون بنی اسرائیل سے ظالمانہ سلوک کرنے کے باوجود انہیں زندہ رہنے کا حق نہیں دیتا تھا۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ تاکہ مردوں کی تعداد بڑھنے نہ پائے اور تاکہ وہ کمزور رہوں۔

(6) وہ اس لیے بھی لڑکوں کو قتل کروا دیتا تھا کہ اس لڑکے کا بھی استیصال ہو جائے جس کے بارے میں ریاست والوں نے اسے خبر دی تھی کہ اسرائیلیوں میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں شاہ مصر ہلاک ہوگا اور اس کی ریاست ختم ہو جائے گی۔ (مختصر ابن کثیر: 1452/2)

(7)﴿اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾''یقیناوہ فساد کرنے والوں میں سے تھا''وہ عظیم جرائم کا ارتکاب کر کے زمین میں فساد برپا کرتا تھا۔(ایسر التفاسیر:1094)وہ لوگوں کو ناحق قتل کرتا تھا،لوگوں کو غلام بنا کر رکھتا تھا۔زمین والوں پر جبر کرتا تھا اور اپنے رب کی عبادت سے تکبر کرتا تھا۔(جامع البیان:29/20)

(8)نبی ﷺ نے برے حکمران کی شناخت بتائی ہے۔سیدنا عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بدترین حکمران وہ ہے جو سنگدل اور تندخو ہونے کی وجہ سے عوام پر بہت ظلم ڈھائے اور بڑی بےرحمی کے ساتھ ان کو کچل کر رکھ دے۔(مسلم)

(9)سیدنا عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو بادشاہ اپنا دروازہ حاجت مند اور محتاجوں اور مسکینوں پر بند کرے یعنی ان کو اپنی حاجات عرض کرنے کے لیے نہ آنے دے تو اللہ تعالیٰ اس پر ضرورت اور حاجت اور مسکنت کے دروازے بند کرے گا یعنی قیامت میں یا دنیا میں۔(ترمذی:1332)

(10)سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:تمہارے حاکموں میں سے بہتر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہو اور تمہارے حاکموں میں سے برے حاکم وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں اور تم انہیں لعنت کرو اور وہ تمہیں لعنت کریں۔عرض کیا گیا:اے اللہ کے رسول!کیا ہم انہیں تلوار کے ساتھ قتل نہ کر دیں؟آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں!جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں اور جب تک اپنے حاکموں میں کوئی ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو اس کے اس عمل کو ناپسند کرو اور اطاعت وفرمابرداری سے ہاتھ مت کھینچو۔(مسلم:4804)

(11)سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے یہ ارشاد سنا:خبردار!اے لوگو!اللہ تعالیٰ ظالم حاکم کی نماز قبول نہیں کرتا۔(الترغیب والترہیب:10-12)

(12)سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ جہنم میں ایک وادی ہے اور اس وادی میں ایک کنواں ہے جس کو ہبہب کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اس میں ہر ظالم وضدی کو رکھے گا۔(طبرانی،ابویعلی،حاکم)

(13)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:ہر امیر وحاکم خواہ وہ دس آدمیوں کا ہی امیر وحاکم کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا یہاں تک کہ اس کو اس طوق سے یا تو اس کا عدل نجات دلائے گا یا اس کا ظلم ہلاک کرے گا۔(الترغیب والترہیب:25-29)

(14)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:افسوس ہے امراء وحکام پر،افسوس ہے چودھریوں پر،افسوس ہے

امینوں پر، بہت سے لوگ قیامت کے دن آرزو کریں گے کہ (کاش دنیا میں) چوٹیوں کے بال ثریا میں باندھ کر لٹکائے جاتے اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکے رہتے لیکن ان کو کسی کام کی ولایت و سرداری نہ ملتی۔ (الترغیب والترہیب:17)

سوال 2: فرعون نے زمین میں سرکشی کیوں اختیار کر رکھی تھی؟

جواب: (1) فرعون نے مصر کا اقتدار حاصل کرلیا تھا اور اپنے اُوپر کسی بالاتر قوت کے اقتدار کو محسوس نہیں کرتا تھا۔

(2) خود کو قوت والا پا کر اس نے یہ گمان کرلیا تھا کہ حالات کا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے اس لیے اُس نے ظلم وستم اور سرکشی کا راستہ اختیار کرلیا تھا اور اپنے آپ کو بڑا معبود کہلاتا تھا۔

سوال 3: فرعون نے مصر کے باشندوں کو گروہوں میں کیوں تقسیم کر دیا تھا؟

جواب: فرعون نے اپنے اقتدار کے لیے لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

سوال 4: فرعون نے مصر کے باشندوں کو کیسے گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا؟

جواب: فرعون نے مصر میں طبقاتی نظام جاری کر رکھا تھا اور ہر طبقے کے اپنے فرائض متعین کر دیے تھے۔

سوال 5: فرعون کس گروہ کو کمزور کر کے رکھتا تھا؟

جواب: فرعون ایک گروہ یعنی بنی اسرائیل کو ذلیل کر کے رکھتا تھا کیونکہ وہ وقت کی افضل قوم تھی لیکن فرعون نے اس پر ظلم وستم ڈھائے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا اور غلاموں کی حیثیت میں رکھا تھا۔

سوال 6: فرعون نے بچوں کے قتل کے لیے کیا انتظام کیا تھا؟

جواب: (1) فرعون نے حاملہ عورتوں کے لیے دائیاں مقرر کر رکھی تھیں جو پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں رپورٹ کر دیتی تھیں اور بچے کو فوراً ٹھکانے لگا دیا جاتا تھا۔

(2) فرعون کے دور میں کچھ عورتوں کو اس کام کے لیے مقرر کیا جاتا تھا کہ وہ ننھے بچے لے کر اسرائیلیوں کے گھر میں جائیں اور بچوں کو رلا دیں تا کہ اگر کوئی بچہ گھر میں ہو تو وہ بھی رو پڑے یوں اس انتظام کے تحت کوئی بچہ بچ نہیں پاتا تھا۔

سوال 7: فرعون مفسدوں میں سے تھا اُس کا فساد کیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نظام فطرت سے مطابقت اصلاح اور اس میں مداخلت فساد ہے۔ فرعون نے نظام فطرت میں مداخلت کی تھی۔ اُس نے دو قوموں کے درمیان امتیاز کیا ایک قوم یعنی قبطیوں کو مواقع دیئے اور دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو مواقع سے محروم کیا حتیٰ کہ ان کے بچوں کو قتل کروایا۔

﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں'' اسرائیلیوں کو حکومت کی جو بشارت دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کر دیے گئے تھے'' رب العزت نے ارادہ فرمایا کہ بنی اسرائیل پر احسان کریں۔ ان کی کمزوری اور ذلت کو دور کریں اور ان کے مخالفوں کو ہلاک کر دیں۔

(2) ﴿وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً﴾ ''اور ہم اُنہیں راہ نما بنا دیں'' رب العزت نے ارادہ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حاکم اور پیشوا بنا دیں۔

(3) ﴿وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور ہم اُنہیں وارث بنا دیں'' یعنی بنی اسرائیل کو مصر کا والی و وارث بنا دیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا کمزور قوم یعنی بنی اسرائیل کے بارے میں کیا ارادہ تھا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ کمزور قوم کو وقت کا امام بنا دیا جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ کمزور قوم کو مشرق و مغرب کا وارث یعنی مالک اور حکمران بنا دیا جائے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ کمزور قوم کو دین کا پیشوا بھی بنا دیا جائے۔

﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾

''اور ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے'' (6)

سوال: ﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾ ''اور ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے'' بنی اسرائیل کو اقتدار اور دشمنوں سے نجات کی جو بشارت دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور ہم اُنہیں زمین میں اقتدار دیں'' اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ارض شام میں قدرت اور اختیار دینا چاہتے تھے جو کنعانیوں کی سرزمین تھی کیونکہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد دوبارہ مصر میں واپس نہیں گئے۔

(2)﴿وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا﴾ ''اور ہم فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دِکھلا دیں'' فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں سے جو ظلم ڈھاتے تھے۔(3)﴿مِنْهُمْ﴾ ''اُن سے'' بنی اسرائیل سے جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے۔

(4)﴿مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾ ''جس سے وہ ڈرتے تھے'' فرعون اور ہامان کے لشکر بنی اسرائیل میں ایک ایسے بچے کی پیدائش سے ڈر رہے تھے جس کے ہاتھوں فرعون اور اس کے ملک اور اس کے لشکر کی تباہی ہونے والی تھی اللہ تعالیٰ نے اُن کے اندیشوں کو حقیقت بنا کر دکھا دیا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' (الاعراف: 137)

(6) اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے یہ اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کو فرعون اور اس کے لشکر جانتے تک نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دلانے کے لیے سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ کو خوفناک حالات میں پیدا کیا اور ان کی والدہ کو وحی کی کہ بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور خطرے کے وقت صندوق میں ڈال کر دریا برد کر دینا۔

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَاۗدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اُسے دودھ پلاؤ، پھر جب تو اُس کے بارے میں ڈرے تو اُسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرو اور غم نہ کرو، یقیناً ہم اُسے تمہارے پاس لوٹا کر لانے والے ہیں، اور اُسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں'' (7)

سوال 1:﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اُسے دودھ پلاؤ'' ام موسیٰ کو دودھ پلانے کی ہدایت کس طرح سے دی گئی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی'' (i) وحی سے مراد دل میں بات ڈالنا ہے۔

(ii) یہاں وحی سے مراد وہ وحی نہیں جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعے سے نازل کی جاتی ہے۔

(2) یہاں لفظ اوحینا استعمال ہوا اور وحی کا لغوی معنی صرف خفی اور تیز اشارہ ہے اور وحی کے معنی پوشیدہ اور نا معلوم بات کے متعلق سرعت سے اشارہ کرنا (مفردات، مقاییس اللغۃ) یعنی کسی تشویشناک معاملہ کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یکدم دل میں کوئی خیال آ جانا اور ایسی

وحی غیر نبی کی طرف بھی ہوسکتی ہے۔ایسی ہی وحی ام موسیٰ علیہ السلام کو بھی بھیجی گئی تھی۔اور ممکن ہے یہ وحی فرشتوں کے خطاب کی صورت میں ہو۔ایسی وحی بھی غیر نبی کو ہوسکتی ہے۔جیسے کہ سیدہ مریم علیہا السلام سے فرشتوں نے خطاب کیا تھا۔(تیسیر القرآن:416/3)

(3)﴿اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ﴾ ''کہ اُسے دودھ پلاؤ'' ام موسیٰ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ انہیں دودھ پلاتی رہو۔

سوال2:﴿فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡ﴾ ''پھر جب تو اُس کے بارے میں ڈرے تو اُسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرو اور غم نہ کرو'' خوف کے وقت بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا برد کردینے کا حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ﴾ ''پھر جب تو اُس کے بارے میں ڈرے'' ام موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ جب بچے کو خطرہ لاحق ہوجائے اور کسی ایسے فرد کو آتا دیکھیں جو اسے فرعون کے پاس لے جائے۔

(2)﴿فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ﴾ ''تو اُسے دریا میں ڈال دے'' یعنی نڈر رہو کر بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا برد کردو۔

(3)﴿وَلَا تَخَافِىۡ﴾ ''اور نہ ڈرو'' یعنی ہلاکت سے نہ ڈرنا۔(4)﴿وَلَا تَحۡزَنِىۡ﴾ ''اور غم نہ کرو'' اس کی جدائی کا غم نہ کرنا۔

(5)(i)اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ڈوب جانے یا ضائع ہوجانے کے خوف سے روکا تھا۔

(ii)اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کی جدائی کے غم سے روکا تھا۔

سوال3:﴿اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ ''یقیناً ہم اُسے تمہارے پاس لوٹا کر لانے والے ہیں، اور اُسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں'' ام موسیٰ کو جو تسلی دی گئی کہ بچہ لوٹا لائیں گے اور اسے نبی بنائیں گے۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ﴾ ''یقیناً ہم اُسے تمہارے پاس لوٹا کر لانے والے ہیں'' ام موسیٰ کو تسلی دی کہ بچہ تمہارے پاس لوٹا لائیں گے اور اسے آپ ہی دودھ پلائیں گی۔

(2)﴿وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ ''اور اُسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں'' یعنی بچہ محفوظ رہے گا اور بڑا ہوگا اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔(3) یہ بہت بڑی بشارت تھی جو ام موسیٰ کو دی گئی تاکہ ان کا دل اطمینان پائے اور ان کا خوف زائل ہوجائے اور وہ بچے کو دریا میں ڈال دیں۔(4) ام موسیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالے کردیا اور وہ بحفاظت فرعون کے محل پہنچ گیا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کی طرف کیا وحی کی تھی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کو وحی کی تھی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاؤ۔

(2)اسے اپنی حفاظت میں رکھو۔

(3)جب خطرہ محسوس کرو تو اسے دریا میں ڈال دو۔

(4) کچھ خوف اور غم نہ کرو اس لیے کہ اس عظیم قوت کی نگرانی میں کسی کو کوئی خوف نہیں رہتا اُس کا ہاتھ پناہ دینے والا ہے۔

﴿فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ﴾

''تو اُسے فرعون کے گھر والوں نے اُٹھایا تا کہ وہ اُن کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ یقیناً فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کار تھے'' (8)

سوال 1: ﴿فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ ''تو اُسے فرعون کے گھر والوں نے اُٹھایا تا کہ وہ اُن کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو'' بچے کو آل فرعون نے کیسے اٹھالیا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ﴾ ''تو اُسے فرعون کے گھر والوں نے اُٹھایا'' سیدنا موسیٰ عَلَيۡهِ السَّلَام کو ان کی والدہ نے تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا تھا جب کہ ان کی خفیہ ایجنسیاں رات دن بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے لڑکوں کا پیچھا کر رہی تھیں کیونکہ انہیں اپنے اقتدار کا خوف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ بچے کی پرورش خود ان کے ہاتھوں سے کروانی ہے اس لیے تابوت بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس جا پہنچا اور فرعون کے نوکروں نے پکڑ کر باہر نکال لیا۔

(2) صندوق بہتا بہتا فرعون کے محل کے سامنے آ گیا۔ لونڈیوں نے صندوق نکالا اور ملکہ کے پاس لے آئیں۔ ملکہ کے سامنے صندوق کھولا گیا تو اس میں ایک معصوم، بھولا بھالا بچہ تھا ملکہ نے دیکھا تو قربان ہو گئیں۔

(3) آل فرعون کے صندوق اٹھانے پر انہیں مجبور کیا گیا۔ رب العزت نے ملکہ کے دل میں بچے کے لیے بے پناہ محبت پیدا کر دی تھی۔

(4) ﴿لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ ''تا کہ وہ اُن کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو'' تا کہ ان کی عاقبت اور انجام یہ ہو کہ اٹھایا ہوا بچہ ان کا دشمن اور ان کے لئے حزن وغم اور صدمے کا باعث بنے، اس کا سبب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے مقابلے میں احتیاط کام نہیں آتی۔ وہ چیز جس کے بارے میں وہ بنی اسرائیل سے خائف تھے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ ان کا قائد ان کے ہاتھوں میں، ان کی نظروں کے سامنے اور ان کی کفالت میں تربیت پائے۔ جب آپ سیدنا موسیٰ عَلَيۡهِ السَّلَام کے واقعے میں غور وفکر کریں گے تو اس ضمن میں آپ پائیں گے کہ بنی اسرائیل کے لیے بہت سے مصالح حاصل ہوئے اور بہت سے پریشان کن امور سے انہیں چھٹکارہ حاصل ہوا، اسی طرح آپ کو رسالت ملنے سے پہلے بنی اسرائیل پر سے بہت سے مظالم ختم ہو گئے۔ کیونکہ آپ مملکت فرعون کے ایک بڑے عہدے دار کی حیثیت سے رہتے تھے۔ چونکہ آپ ایک بلند ہمت اور انتہائی غیرت مند انسان تھے اسی لیے طبعی طور پر آپ کی قوم کے بہت سے حقوق کا دفاع ہونا ضروری تھا۔ آپ کی ضعیف اور کمزور قوم جن کی کمزوری وناتوانی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ یہ سیدنا موسیٰ عَلَيۡهِ السَّلَام کے ظہور کے مقدمات تھے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ تمام امور آہستہ آہستہ اور بتدریج وقوع پذیر ہوتے ہیں، کوئی واقعہ اچانک رونما نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی: 2/1976-1977)

(5) لفظی ترجمہ یوں ہے: ''تا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کے باعث رنج بنے''، لیکن مطلب وہ ہے جو متن میں بیان کیا گیا ہے۔ یا یہ کہ ان

کے اٹھانے کا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلَام ان کے لیے دشمن اور باعث رنج ہوں۔اس لام کو عربی زبان میں لام عاقبت کہا جاتا ہے۔(قرطبی)(اشرف الحواشی:461/1)

سوال2:﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ﴾''یقینا فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کار تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ﴾''یقینا فرعون اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کار تھے'' فرعون، ہامان اوران کے لشکر نہیں جانتے تھے کہ یہ بچہ اُن کی قوت کو پاش پاش کرے گا۔وہ بنی اسرائیل کے بچے قتل کرواتے رہے اور جس کو قتل کرنا چاہتے تھے اسے اپنے ہی ہاتھوں سے پالتے رہے۔

(2)وہ سب مجرم تھے اس لیے ہم نے ان کے جرم کی سزا دینے کے لیے چال چلی۔جب صندوق کو دریا سے نکالا گیا تو فرعون کی بیوی کے دل میں رحم ڈال دیا۔

(3)اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:ایک یہ کہ ایک بچہ کے خطرہ کی بنا پر ہزار ہا بچوں کو قتل کر دینا ان کی بہت بڑی غلطی اور حماقت تھی۔اوران کی یہ حماقت اس لحاظ سے اور بھی زیادہ واضح ہوگئی تھی کہ جس بچہ سے خطرہ کے سدباب کے لئے یہ سفاکی کر رہے تھے وہ توان تک پہنچ چکا تھا۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ خطا کار اس لحاظ سے تھے کہ وہ اپنی اس ظالمانہ تدبیر سے اللہ کی تقدیر کو روکنا چاہتے تھے۔(تیسیر القرآن:416/3)

﴿وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ‌ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ ‌ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾

''اورفرعون کی بیوی نے کہا کہ میرے لیے اورتمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،تم اُسے قتل نہ کرو،اُمید ہے کہ وہ ہمیں نفع دے یا ہم اُسے بیٹا ہی بنالیں اوروہ سمجھتے نہیں تھے''(9)

سوال1:﴿وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ‌ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ ‌ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾''اورفرعون کی بیوی نے کہا کہ میرے لیے اورتمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،تم اُسے قتل نہ کرو،اُمید ہے کہ وہ ہمیں نفع دے یا ہم اُسے بیٹا ہی بنالیں اوروہ سمجھتے نہیں تھے''فرعون کی بیوی کی بچے کے بارے میں جو توقعات تھیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَتِ﴾''اورکہا''فرعون کی بیوی یعنی ملکہ بولی۔

(2)﴿قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ‌ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ﴾''کہ میرے لیے اورتمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،تم اُسے قتل نہ کرو''فرعون کی بیوی

نے اس وقت کہا تھا جب اُس نے تابوت میں ایک حسین بچے کو دیکھا۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں میں سے تو بہت سے کامل (انسان) گزرے ہیں مگر عورتوں میں دو ہی کمال کو پہنچیں، ایک تو عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام اور دوسری فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (بخاری :3796)

(3) یعنی اس بچے کو زندہ رکھو تا کہ یہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ (4) ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ''اُمید ہے کہ وہ ہمیں نفع دے یا ہم اُسے بیٹا ہی بنالیں'' اگر ہم اس کو بیٹا بنالیں تو اس کی ساری اہلیتیں بنی اسرائیل کے بجائے ہمارے کام آسکتی ہیں۔ لہٰذا اسے متبنیٰ بنا لینے میں ہمیں بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن :417,416/3)

(5) یہ بات اُنہوں نے اس لیے کہی تھی کہ فرعون اولاد سے محروم تھا۔

(6) ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ سمجھتے نہیں تھے'' بچے کے بارے میں وہ شعور نہیں رکھتے تھے کہ اسی کے ساتھ وہ انجام بندھا ہوا ہے۔ جس سے وہ ڈرتے رہے ہیں جس کو مارنے کے لیے سینکڑوں بچے قتل کیے جاتے رہے ہیں۔

(7) اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدر فرما دیا کہ وہ بچہ فرعون کی بیوی کو فائدہ دے جس نے یہ بات کہی تھی۔ جب وہ بچہ فرعون کی بیوی کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گیا اور اسے اس بچے سے شدید محبت ہوگئی اور وہ بچہ اس کے لئے حقیقی بیٹے کی حیثیت اختیار کر گیا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا۔ تو اس نے جلدی سے ایمان لا کر اسلام قبول کر لیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے مابین ہونے والی مذکورہ گفتگو کی بابت اللہ نے فرمایا: ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ یعنی انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ لوح محفوظ میں کیا درج ہے تقدیر نے انہیں کس عظیم الشان مقام پر فائز کر دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے۔ اگر انہیں اس حقیقت کا علم ہوتا تو ان کا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا۔ (تفسیر سعدی:1977/2)

سوال 2: فرعون کی بیوی کی بچے کے بارے میں کیا سوچ تھی؟

جواب: فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ کی یہ سوچ تھی کہ ہوسکتا ہے کہ یہ بچہ ہمارے لیے نفع مند ہو یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں۔

﴿وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ اُسے ظاہر کر دیتی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے بند باندھ دیا اس کے دل پر تا کہ وہ مومنوں میں سے ہو جائے'' (10)

سوال1:﴿وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا‌ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَـتُبۡدِىۡ بِهٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ ''اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا۔قریب تھا کہ وہ اُسے ظاہر کر دیتی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے بند باندھ دیا اس کے دل پر تا کہ وہ مومنوں میں سے ہو جائے'' بچے کو بہا دینے کے بعد ماں کیسے بے قرار ہو گئی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا﴾ ''اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا'' جب ام موسیٰ نے معصوم بچے کو دریا میں بہا دیا تو ان کا دل بے قرار ہو گیا اور جدائی کے غم اور صدمے سے ان کا دل اڑا جا رہا تھا۔

(2)﴿اِنۡ كَادَتۡ لَـتُبۡدِىۡ بِهٖ﴾ ''قریب تھا کہ وہ اُسے ظاہر کر دیتی'' یعنی قریب تھا کہ ام موسیٰ راز فاش کر دیتیں۔

(3)﴿لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا﴾ ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے بند باندھ دیا اس کے دل پر'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ ام موسیٰ کی ڈھارس نہ بندھاتے۔اور انہیں صبر کی توفیق نہ دیتے انہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو وہ گھبرا کر لوگوں کے سامنے راز فاش کر دیتیں۔

(4)اللہ تعالیٰ نے ام موسیٰ کو صبر دیا، ان کو غم کرنے اور خوف زدہ ہونے سے روک دیا اور وعدہ دیا کہ سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کے پاس واپس لوٹا لائیں گے۔(5)﴿لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''تا کہ وہ مومنوں میں سے ہو جائے'' مصیبت کے وقت مومن صبر کرتا ہے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور بے صبری کرنے سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

سوال2: اُمّ موسیٰ کا دل کس چیز سے خالی ہو گیا تھا؟

جواب: اُمّ موسیٰ کا دل ہر فکر سے خالی ہو گیا تھا نہ اس میں سمجھ ہے، نہ سوچ، نہ تدبیر۔قریب تھا کہ وہ راز فاش کر دے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے دل کو کیوں مضبوط کیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اُمّ موسیٰ کے دل کو اس لیے مضبوط کر دیا تھا تا کہ وہ ایمان والی بن جائیں۔

﴿وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ‌ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴾

''اور اُس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا پس وہ اُس کو ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے'' (11)

سوال1:﴿وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ‌ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''اور اُس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا پس وہ اُس کو ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے'' ام موسیٰ نے بیٹی کو صندوق کی دیکھ بھال کا جو حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ﴾ ''اور اُس نے سیدنا موسیٰ کی بہن سے کہا'' ام موسیٰ نے اپنی بیٹی کو کہا۔

(2)﴿قُصِّيۡهِ﴾ ''کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا'' یعنی اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے چلتی رہنا اور اس پر نظر رکھنا لیکن کسی کو خبر نہ ہو۔

(3)﴿فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''پس وہ اُس کو ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے'' ماں کے حکم سے اُخت موسیٰ دور سے کنارے کنارے صندوق کو بہتا دیکھ کر آگے بڑھتی رہیں اور کسی کو پتہ نہ چلا کہ دریا میں بھائی ہے اور کنارے کنارے بہن نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

سوال2: سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بہن کا کیا نام تھا؟

جواب: اُن کا نام مریم بنت عمران تھا جیسا کہ سیدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی والدہ کا نام تھا۔

سوال3: اُمّ موسیٰ نے اُخت موسیٰ سے کیا کہا؟

جواب: اُمّ موسیٰ نے اُخت موسیٰ سے کہا کہ آپ تابوت کے پیچھے پیچھے جاؤ، دور سے سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھتی رہو کہ زندہ رہتا ہے یا ڈوبتا ہے کہ کہیں رکتا ہے اور فرعونیوں کو اس کا علم نہ ہو۔

سوال4: اُخت موسیٰ نے کیا دیکھا؟

جواب: اُخت موسیٰ نے دیکھا کہ سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرعون کے محل کے باہر سے نکال لیے گئے اور اب فرعون کے محل میں ہیں۔

﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ﴾

''اور ہم نے پہلے ہی اُس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کر رکھا تھا تو لڑکی نے کہا کہ کیا میں ایسے گھر والوں پر تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اُس کے لیے خیر خواہ ہوں'' (12)

سوال: ﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ﴾ ''اور ہم نے پہلے ہی اُس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کر رکھا تھا تو لڑکی نے کہا کہ کیا میں ایسے گھر والوں پر تمہاری راہنمائی کروں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اُس کے لیے خیر خواہ ہوں'' دایوں کا دودھ نہ پینے پر اخت موسیٰ کے مشورے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور ہم نے پہلے ہی اُس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کر رکھا تھا'' اللہ تعالیٰ نے دایوں کے دودھ کو اپنے حکم سے حرام کر دیا تھا اس لیے شدید کوشش کے باوجود سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دودھ نہ پیا۔

(2)﴿فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ﴾ ''تو لڑکی نے کہا کہ کیا میں ایسے گھر والوں پر تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اُس کے لیے خیر خواہ ہوں'' اُخت موسیٰ خاموشی سے سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھتے

دیکھتے محل میں آن پہنچیں تھیں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے موقع پیدا کر دیا اُنہوں نے آگے بڑھ کر کہا کہ کیا میں ایسی عورت کا پتہ بتاؤں جو اچھی طرح سے اس کی تربیت کرے؟ اور خیر خواہ بھی ہو۔

(3) انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی بات مان لی اور اس نے گھر کا پتہ بتا دیا جو دودھ پلا سکتی تھی۔

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

''تو ہم نے موسیٰ کو اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (13)

سوال: ﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اور ماں نے بچہ پالیا کیسے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ﴾ ''تو ہم نے موسیٰ کو اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا'' اللہ رب العزت نے بچے کو ماں کی گود تک پہنچا دیا۔

(2) ﴿كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ﴾ ''تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو'' یعنی ام موسیٰ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے اور غم سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بچہ ان کی گود تک پہنچا دیا۔ اب بچہ ان کے پاس پرورش بھی پائے گا اور دودھ پلائی کی بڑی اجرت بھی ملے گی۔

(3) اُخت موسیٰ کے مشورے پر اُمّ موسیٰ کو بلوایا گیا اُمّ موسیٰ نے دودھ پلایا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سکون میں آ گئے اس موقعے پر فرعون نے اُمّ موسیٰ سے محل میں رہنے کے لیے کہا تو اُنہوں نے گھر چھوڑ کر آنے کے لیے مجبوری کا اظہار کیا تو یہ طے پایا کہ وہ بچے کو ساتھ گھر لے جائیں اور پرورش کریں بچے کی دودھ پلائی کی اُجرت شاہی خزانے سے جائے گی۔

(4) ﴿وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو لوٹانے کا وعدہ کیا تھا جو اس نے پورا کر دیا۔ اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ وہ یقین کر لیں کہ رسول بنانے کا وعدہ بھی سچا ہے۔

(5) ﴿وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' اکثر لوگ کاموں کے انجام سے ان کی حقیقت کو نہیں جانتے۔

(6) پس جب وہ کسی سبب کو بے ترتیب دیکھتے ہیں تو اس حقیقت سے کم علمی کی وجہ سے، کہ جلیل القدر معاملات اور بلند مقاصد و مطالب کے حصول سے پہلے انسان کو آزمائشوں اور مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے، ان کا ایمان ڈول جاتا ہے۔ پس سیدنا موسیٰ علیہ السلام آل فرعون کے پاس شاہی ماحول میں تربیت پاتے رہے وہ شاہی سواریاں استعمال کرتے اور شاہی لباس پہنتے تھے۔ ان کی والدہ اس پر مطمئن تھیں یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رضاعی ماں ہیں۔ لہٰذا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا (والدہ) کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ مہربانی کرنے کا کسی

نے انکار نہیں کیا۔ ذرا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لطف وکرم پر غور کیجئے کہ اس نے کیسے اپنے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی بات چیت میں جھوٹ سے محفوظ رکھا اور معاملے کو ان کے لئے کتنا آسان کر دیا جس کی بنا پر ماں بیٹے کے درمیان ایک تعلق قائم ہو گیا جو لوگوں کی نظر میں رضاعت کا تعلق تھا جس کی بنا پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کو ماں کہتے تھے۔ اس لئے اس تعلق کے حوالے سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دیگر لوگوں کا اکثر کلام صداقت اور حق پر مبنی تھا۔ (تفسیر سعدی:2/1978,1979)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے گھر واپس کیوں پہنچایا گیا؟

جواب: (1) اُمّ موسیٰ کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے۔ (2) یہ یقین دہانی کروانے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

رکوع نمبر 5

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا توانا ہو گیا تو ہم نے اُسے حکمت اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں'' (14)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا توانا ہو گیا تو ہم نے اُسے حکمت اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کے بارے میں رب العزت کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى﴾ ''اور جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا توانا ہو گیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جسمانی قوتیں مکمل ہو گئیں اور انہیں عقلی پختگی حاصل ہو گئی۔ یہ صفت انسان کو تقریباً چالیس سال کی عمر میں حاصل ہوتی ہے۔

(2) ﴿اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا﴾ ''ہم نے اُسے حکمت عطا کی''، یعنی انہیں قول وعمل کی حکمت عطا فرمائی جس کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا فہم حاصل ہوا۔ وہ حکمت کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔

(3) ﴿وَّعِلْمًا﴾ ''اور علم عطا کیا''، انہیں دینِ اسلام کا علم عطا کیا جس پر بنی اسرائیل تھے۔ اور یہ ان کی نبوت اور رسالت سے پہلے تھا۔

(4) سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ انہیں نبوت سے پہلے عقل، دین کی سمجھ اور عمل عطا کیا تھا۔ (جامع البیان 20/44)

(5) آپ شاہی خاندان کے فرد بنے تو مصر میں متداول جدید علوم سے بہرہ ور ہوئے اور اصول جہاں بانی اور حکمرانی بھی از خود اخذ کرتے رہے کیونکہ آپ میں خداداد ذہانت موجود تھی۔ اس مقام پر حکمت اور علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو آپ کو بہت مدت بعد عطا ہوئی تھی۔ (تیسیر القرآن:3/419)

(6) ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں'' جیسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اطاعت

اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کی جزا دی اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور بندوں میں سے ہر احسان کرنے والے کو جزا دیتے ہیں۔ اس کے حکم پر جو صبر کرتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے روکے سے رکتے ہیں۔ (جامع البیان:20/44)

سوال 2: علم اور حکمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) یہاں علم اور حکمت سے مراد نبوت نہیں ہے۔

(2) علم وحکمت سے مراد عقل ودانش اور وہ علوم ہیں جو انہوں نے اپنے اہل خاندان میں رہ کر سیکھے۔

﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

''اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اس کے رہنے والے غفلت میں تھے تو اس نے اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے، یہ اُس کی قوم میں سے اور یہ اُس کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جو اُس کی قوم میں سے تھا اُس نے موسیٰ سے اُس شخص کے خلاف مدد طلب کی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا، تو موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا پھر اُس کا کام تمام کر دیا۔

موسیٰؑ نے کہا: ''یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے'' (15)

سوال 1: ﴿وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ''اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اس کے رہنے والے غفلت میں تھے تو اس نے اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے، یہ اُس کی قوم میں سے اور یہ اُس کے دشمنوں میں سے تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا﴾ ''اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ اس کے رہنے والے غفلت میں تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام شہریوں کی بے خبری کے وقت شہر میں جا پہنچے۔ یہ قیلولے کا وقت تھا جب دوپہر کے وقت لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ یا کوئی ایسا وقت تھا جب لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان گھر میں سکون کرتے ہیں۔

(2) ﴿فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ﴾ ''تو اس نے اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ وہ آپس میں لڑ رہے تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دو آدمیوں کو دیکھا وہ ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔

(3) ﴿هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ''یہ اُس کی قوم میں سے اور یہ اُس کے دشمنوں میں سے تھا'' ایک شخص اُن کی قوم میں سے یعنی اسرائیلی تھا اور دوسرا قبطی قوم میں سے تھا جو اُن کی دشمن تھی۔

سوال2:﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ﴾ ’’تو جو اُس کی قوم میں سے تھا اُس نے موسیٰ سے اُس شخص کے خلاف مدد طلب کی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا، تو سیدنا موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا پھر اُس کا کام تمام کر دیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ ’’تو جو اُس کی قوم میں سے تھا اُس نے موسیٰ سے اُس شخص کے خلاف مدد طلب کی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا‘‘ ایک اسرائیلی نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی۔

(2) کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا نسب اب مشہور ہو چکا تھا اور لوگوں کو علم تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اس شخص کا مدد کے لیے خواستگار ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ دارالسلطنت میں ایک نہایت اہم منصب پر فائز تھے جس سے لوگ خوف کھاتے تھے اور اس سے اپنی امیدیں بھی وابستہ رکھتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1989)

(3)﴿فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى﴾ ’’تو موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے موقع غنیمت جان کر قبطی کے ایک مکہ مار دیا۔

(4)﴿فَقَضٰى عَلَيْهِ﴾ ’’پھر اُس کا کام تمام کر دیا‘‘ اللہ تعالیٰ کی شان سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے نے قبطی کا کام تمام کر دیا۔

(5) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا نہ تھا نہ قتل کے لئے گھونسا مارا جاتا ہے اور نہ کوئی شخص محض گھونسے سے مرتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے صرف تادیب اور گوشمالی کے لئے گھونسا مارا تھا مگر وہ اتنا کمزور اور بزدل نکلا کہ محض گھونسے سے دم توڑ گیا۔ (اشرف الحواشی:1/463)

سوال3:﴿قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ’’سیدنا موسیٰ نے کہا یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ’’موسیٰ نے کہا‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کے قتل پر ندامت ہوئی تو انہوں نے کہا۔

(2)﴿هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ ’’یہ شیطان کے کاموں میں سے ہے‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ شیطان نے وسوسہ ڈال کر برائی کو مزین کیا اور مجھ سے یہ شیطانی کام ہو گیا۔

(3)(i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے اُسے شیطانی کام قرار دیا کہ قتل کرنا ایک سنگین جرم ہے۔ (ii) قبطی قوم اگرچہ بنی اسرائیل پر بڑی زیادتیاں کر رہی تھی ایسی حالت میں بھی انہیں قبطی کے قتل پر شدید افسوس ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور معافی طلب کی۔

(4) اگرچہ قبطی کا قتل مباح تھا مگر انبیاء علیہم السلام مباحات میں بھی اہم معاملات میں اس وقت تک اقدام نہیں کرتے جب تک خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت و اشارہ نہ ملے۔ اس موقع پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خصوصی اجازت کا انتظار کئے بغیر یہ اقدام فرمایا تھا اس لئے اپنی شان کے مطابق اس کو گناہ قرار دے کر استغفار کیا۔ (معارف القرآن)

(5)﴿اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ’’یقیناً وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے‘‘ شیطان انسان کا دشمن ہے جو اسے ہدایت کے راستے سے گمراہ

کرنے والا ہے۔اس کی گمراہی ظاہر ہے۔

(6) (i) سیدنا موسیٰ علیہ السلام شیطان کی انسان دشمنی کا شعور رکھتے تھے۔(ii) شیطان کی انسان سے دشمنی ڈھکی چھپی نہیں واضح ہے۔

(iii) شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے جو طریقے اختیار کرتا ہے، جو کوششیں کرتا ہے وہ بھی چھپی ہوئی نہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، چنانچہ آپ مجھے بخش دیں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بخش دیا، یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (16)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ﴾ موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، چنانچہ آپ مجھے بخش دیں'' تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بخش دیا، یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اتفاقی طور پر ہونے والے قتل کے لیے بھی معافی کو ناگزیر سمجھا اور رب سے معافی کی درخواست کی۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔انہوں نے فوراً توبہ کی۔

(3) ﴿فَغَفَرَ لَهٗ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بخش دیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے ہاتھ سے ایک ایسا شخص قتل ہو گیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔(شوکانی)(اشرف الحواشی:463/1)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کیا، فرمایا: ''ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ یا اللہ! میرا گناہ بخش دے، تو پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو بخشتا ہے جو گناہ اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے میرے مالک! میرا گناہ بخش دے۔پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔پروردگار نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر پکڑتا ہے۔(اے میرے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔'' (مسلم:6986)

(5) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ﴾ ''یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ نے گناہ گار انسانوں کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے یہ شعور دلایا ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ غفور ہے، کیسے قتل جیسے گناہ کو بھی ڈھانپ لیتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ دیکھو رب کی رحمت کیسے انسان کا ساتھ دیتی ہے جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے بچایا اور مدین پہنچا دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معاف کر دیا، یہ معافی کیسی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی غلطی کا فوراً احساس ہوگیا تھا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فوراً استغفار کرلی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی معافی کو قبول کرلیا۔

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تونے مجھ پر انعام کیا، تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' (17)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تونے مجھ پر انعام کیا، تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

(2) ﴿رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ﴾ ''اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تونے مجھ پر انعام کیا'' یعنی اے میرے رب! اس شخص کے قتل پر جو تو نے مجھے معاف کر کے مجھ پر انعام کیا ہے۔ (جامع البیان: 20/48)

(3) یعنی اے میرے رب! تو نے میری توبہ قبول کی اور مجھے نعمتیں عطا فرمائیں۔

(4) ﴿فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾ ''تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا'' یعنی آپ کے انعام اور احسان پر میرا وعدہ ہے کہ میں کسی مجرم کی مدد نہیں کروں گا۔

(5) اللہ تعالیٰ کے انعامات تقاضا کرتے ہیں کہ بندے برائیوں کو چھوڑ دیں اور نیک کام کریں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کیسے یہ محسوس کرلیا تھا کہ مجھے معافی مل گئی ہے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی توجہ الی اللہ سے یہ محسوس کرلیا تھا کہ رب نے انھیں معاف کر دیا ہے۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیوں کیا تھا؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی قبولیت کے بعد شکرانے کے طور پر یہ عہد کیا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ عہد اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وحکمت سے نوازا تھا۔

﴿فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَہٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُہٗ ؕ
قَالَ لَہٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ﴾

”تو اس نے ڈرتے ہوئے شہر میں صبح کی، خطرہ بھانپتے ہوئے گیا تو اچانک وہی شخص اس سے فریاد کر رہا تھا جس نے کل اُس سے مدد مانگی تھی موسیٰ نے اُس سے کہا: ”یقیناً تم ضرور کھلے گمراہ ہو“ (18)

سوال 1: ﴿فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ”تو اس نے ڈرتے ہوئے شہر میں صبح کی، خطرہ بھانپتے ہوئے گیا تو اچانک وہی شخص اس سے فریاد کر رہا تھا جس نے کل اُس سے مدد مانگی تھی موسیٰ نے اُس سے کہا: ”یقیناً تم ضرور کھلے گمراہ ہو“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قتل کے نتیجہ کی تفتیش کیسے کی؟ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ﴾ ”تو اس نے ڈرتے ہوئے شہر میں صبح کی خطرہ بھانپتے ہوئے گیا“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے قتل کے بعد شہر میں ڈرتے ڈرتے تفتیش کی کہ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ فرعون کو اس قتل کا علم ہوا ہے یا نہیں؟ ان کے خوف کا سبب یہ تھا کہ اب یہ سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے اور ان کے سوا کوئی اسرائیلی کسی قبطی کے خلاف اقدام کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

(2) ﴿فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ﴾ ”تو اچانک وہی شخص اس سے فریاد کر رہا تھا جس نے کل اُس سے مدد مانگی تھی“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب حالات معلوم کرنے کے لئے ایک راستے سے گزرے تو اس شخص نے جس نے کل قبطی کی شکایت کر کے مدد مانگی تھی ایک دوسرے قبطی سے لڑ رہا ہے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس سے گزرے تو اس نے پھر مدد کے لئے پکارا۔

(3) ﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی﴾ ”موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی سے کہا۔

(4) ﴿اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ”یقیناً تم صریح گمراہ ہو“ یعنی تم بڑے شر پسند اور واضح طور پر برائی کرنے والے ہو یعنی تمہاری وجہ سے کل میں ایک جان کو قتل کر چکا ہوں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام شہر میں خوفزدہ اور ڈرے سہمے کیوں پھرتے رہے؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو راز کے کھل جانے کا اندیشہ تھا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سزا کا خوف تھا۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی اللہ تعالیٰ نے کیسے تصویر کشی کی ہے؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف کو اللہ تعالیٰ نے ﴿یَتَرَقَّبُ﴾ کے لفظ سے واضح کیا ہے کہ وہ ڈرے ہوئے، سہمے ہوئے، ہر لمحے کسی خوف ناک صورت حال کی توقع رکھ کر پریشانی میں گھوم رہے تھے۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خوف کو اللہ تعالیٰ نے ﴿فِی الْمَدِیْنَةِ﴾ سے بھی ظاہر کیا ہے کہ شہر جو امن کی جگہ ہوتی ہے وہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام

شدید خوف زدہ تھے۔

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے شہر میں خوفزدہ ہونے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں نہیں رہ رہے تھے کیونکہ محلوں میں رہنے والوں کو ظلم اور فساد کے نتیجے میں کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا۔

سوال5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے دن قبطی کی پکار کا کیا جواب دیا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی سے کہا کہ تم صریح جھگڑالو اور بہکے ہوئے آدمی ہو کبھی کسی سے جھگڑا کرتے ہو، کبھی کسی سے اُلجھتے ہو۔ تمہارے جھگڑے ختم نہیں ہوتے۔

﴿فَلَمَّآ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ كَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ ٭ۖ اِنۡ تُرِیۡدُ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ جَبَّارًا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا تُرِیۡدُ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ﴾

”پھر جونہی موسیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اس کو پکڑے جو اُن دونوں کا دشمن تھا، اُس نے کہا: ”اے موسیٰ! کیا تم آج مجھے اسی طرح قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا؟ تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ زمین میں جابر بن جاؤ اور نہیں تم ارادہ رکھتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جاؤ“ (19)

سوال1: ﴿فَلَمَّآ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ كَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ ٭ۖ اِنۡ تُرِیۡدُ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ جَبَّارًا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا تُرِیۡدُ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ﴾ ”پھر جونہی موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ وہ اس کو پکڑے جو اُن دونوں کا دشمن تھا، اُس نے کہا: ”اے موسیٰ! کیا تم آج مجھے اسی طرح قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا؟ تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ زمین میں جابر بن جاؤ اور نہیں تم ارادہ رکھتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جاؤ“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا﴾ ”پھر جونہی موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اُس پر حملہ کرے جو اُن دونوں کا دشمن تھا“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو پکڑنا چاہا لیکن اسرائیلی اپنی کمزوری اور نادانی سے سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑنا چاہتے ہیں کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اسے ڈانٹا تھا تو اس نے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے زور سے کہہ دیا۔

(2) ﴿قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ كَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ﴾ ”اُس نے کہا: ”اے موسیٰ! کیا تم آج مجھے اسی طرح قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا؟“ کہ موسیٰ جیسے کل تم نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟

(3) ﴿اِنۡ تُرِيۡدُ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ جَبَّارًا فِى الۡاَرۡضِ﴾ ”تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ زمین میں جابر بن جاؤ“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے اسرائیلی نے کہا کہ تم زمین میں سرکش بن کر رہنا چاہتے ہو کیونکہ سرکشوں اور جابروں کی سب سے بڑی علامت قتلِ ناحق ہے۔

(4) ﴿وَمَا تُرِيۡدُ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ﴾ ”اور نہیں تم ارادہ رکھتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جاؤ“ یعنی اگر تم اصلاح چاہتے تو قتل کا ارادہ کیے بغیر میرے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتے۔

(5) اس سے پہلے قتل کے واقعے کو یہ اسرائیلی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ جب اس قبطی نے اسرائیلی کے منہ سے قتل کی واردات سن لی تو کہا فرعون کو خبر کروں کہ قاتل کا سراغ لگ گیا ہے۔ اس پر فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو کیوں پکڑنا چاہا تھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے لڑائی کو بڑھنے سے بچانے کے لیے قبطی کو پکڑنا چاہا تھا۔

سوال 3: قبطی اُس شخص کا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا کیسے دشمن تھا؟

جواب: قبطی اسرائیلیوں پر عرصہ دراز سے ظلم ڈھا رہے تھے یہ دشمنی اسی ظلم کی وجہ سے تھی۔

سوال 4: فریادی نے یہ کیوں کہا کہ جس طرح کل تو نے ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟

جواب: فریادی نے یہ سمجھا کہ شاید سیدنا موسیٰ علیہ السلام اُسے پکڑنے لگے ہیں۔

سوال 5: فریادی نے اپنی جان کے خوف سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیا الزام عائد کیے؟

جواب: فریادی نے کہا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تم ملک میں ظالم اور سرکش بن کر رہنا چاہتے ہو۔ تم اصلاح کرنا نہیں چاہتے۔

﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡعٰى قَالَ يٰمُوۡسٰٓى اِنَّ الۡمَلَاَ يَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِيَقۡتُلُوۡكَ فَاخۡرُجۡ اِنِّىۡ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيۡنَ﴾

”اور ایک شخص شہر کے دور کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ”اے موسیٰ! یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، چنانچہ تو نکل جا، یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں“ (20)

سوال 1: ﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡعٰى قَالَ يٰمُوۡسٰٓى اِنَّ الۡمَلَاَ يَاۡتَمِرُوۡنَ بِكَ لِيَقۡتُلُوۡكَ فَاخۡرُجۡ اِنِّىۡ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيۡنَ﴾ ”اور ایک شخص شہر کے دور کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا: ”اے موسیٰ! یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، چنانچہ تو نکل جا، یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں“ مردِ صالح نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام

کو جو مشورہ دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی﴾ ''اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا'' شہر کے کنارے سے مراد جہاں فرعون کا محل بھی تھا، دارالحکومت بھی تھا، یہ شہر کے آخری کنارے پر واقع تھا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے خیر خواہی کی وجہ سے ایک مردِ صالح دوڑتا ہوا آیا اس خوف سے کہ کہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خبر ملنے سے پہلے ہی نہ پکڑ لیں۔ (3) ﴿قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے موسیٰ! یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں'' مردِ صالح نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہمدردانہ طور پر کہا کہ موسیٰ سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں۔

(4) ﴿لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ﴾ ''کہ تجھے قتل کردیں۔ پھر تو نکل جا'' مردِ صالح نے خوف کا اظہار کیا کہ وہ آپ کو قتل کردیں گے اور اس پر مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ شہر سے فرار ہو جائیں۔

(5) ﴿اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ﴾ ''یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں'' یعنی میں خیر خواہی سے خود کو خطرے میں ڈال کر آپ کو بچانے آیا ہوں۔

سوال 2: شہر کے دوسرے کنارے سے دوڑ کر آنے والا شخص کون تھا؟

جواب: (1) کچھ لوگوں کے خیال میں یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا کوئی رشتہ دار تھا یعنی اسرائیلیوں میں سے تھا۔

(2) کچھ لوگوں کے خیال میں یہ فرعون کی قوم کا شخص تھا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا۔

سوال 3: سرداروں میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے مشورے کیوں ہونے لگے؟

جواب: سرداروں نے ایک شخص کے قتل کو بغاوت کا آغاز سمجھا اسی وجہ سے اُنہوں نے اعلیٰ سطح پر غور و فکر کر کے فیصلہ کرنے کی ضرورت سمجھی۔

﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''تو وہ وہاں سے ڈرتا ہوا، سہمتا ہوا نکل پڑا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! آپ مجھے ظالم لوگوں سے نجات دیں'' (21)

سوال 1: ﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''تو وہ وہاں سے ڈرتا ہوا، سہمتا ہوا نکل پڑا، اُس نے کہا: ''اے میرے رب! آپ مجھے ظالم لوگوں سے نجات دیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام دین کی طرف چل پڑے تاکہ ظالموں سے نجات پائیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ﴾ پھر وہ وہاں سے نکلا ڈرتا ہوا، سہمتا ہوا نکل پڑا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب ظالمانہ فرعونی فیصلے کی خبر ملی تو وہ تن تنہا مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس طرح انہوں نے خیر خواہ کے مشورے پر عمل کیا۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام دیکھتے بھالتے ہوشیاری سے نکل کھڑے ہوئے اور رب سے دعا کی۔

(3)﴿قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اُس نے کہا:''اے میرے ربّ! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی! اے میرے رب مجھے ظالموں سے بچا،فرعون اور اس کے سرداروں کے شر سے بچالے۔ مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔اور مجھے ظالموں سے نجات دے دے۔

سوال2: ظالموں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کیا مراد تھی؟

جواب: اس سے مراد فرعون اور اس کے درباری تھے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ظالموں سے کیسے بچایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے ایک فرشتہ بھیج دیا جو گھوڑے پر سوار تھا اُس نے راستے کی نشاندہی کی۔ کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو علم نہ تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے یوں اللہ تعالیٰ نے ظالموں سے بچاؤ کا راستہ نکال دیا۔

رکوع نمبر 6

﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾

''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا،اُس نے کہا:''اُمید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرے گا'' (22)

سوال:﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا،اُس نے کہا:''اُمید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ﴾ ''اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس راستے پر چل پڑے جو مدین کی طرف جاتا تھا۔ جہاں فرعون کی بادشاہت نہیں تھی جو جنوبی فلسطین میں واقع تھا۔

(2)﴿قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''اس نے کہا:''اُمید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرے گا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خوش ہوکر فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے پر ڈال دے گا جو مختصر ہو اور جو آسانی سے مدین پہنچاتا ہو۔

(3)(i) اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی فرمائی۔(ii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دنیا بھی سنور گئی اور آخرت بھی۔(iii) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خود بھی ہدایت پائی اور دوسروں کو بھی ہدایت کا راستہ دکھانے لگ گئے۔

﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ﴾

''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اُس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے اور اُن سے الگ دو عورتوں کو پایا جو اپنے (جانوروں کو) روک رہی تھیں موسیٰ نے کہا: ''تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہم پانی نہیں پلاتیں یہاں تک کہ چرواہے پلا کر واپس لے جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں'' (23)

سوال:﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ﴾ ''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اُس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر پہنچے، وہاں کی صورت حال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ﴾ ''اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر پہنچ گئے جہاں چرواہے اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلا رہے تھے۔

(2) مدین سے مراد وہ قبیلہ ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا یوں اہل مدین اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام میں نسبی تعلق تھا۔

(3)﴿وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا﴾ ''اور اُن سے الگ دو عورتوں کو پایا'' انہوں نے لوگوں سے الگ تھلگ دیکھا۔

(4)﴿امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ﴾ ''جو اپنے جانوروں کو روک رہی تھیں'' دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں۔

(5) کیونکہ وہ مردوں کے بخل اور عدم مروت کی بنا پر، ان سے مزاحم ہونے سے عاجز تھیں۔ (تفسیر سعدی: 1982/2)

(6) وہ دونوں سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں۔ (7)﴿قَالَ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

(8)﴿مَا خَطْبُكُمَا﴾ ''تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟'' تمہیں کیا پریشانی ہے۔

(9)﴿قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم پانی نہیں پلا سکتیں یہاں تک کہ چرواہے اپنی بکریاں نکال لے جائیں'' انہوں نے کہا: بکریوں کو پانی پلانے کے لئے ہماری باری سب سے آخر میں آتی ہے۔

(10)﴿وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ﴾ ''اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں'' جو مویشیوں کو پانی نہیں پلا سکتے۔ ہمارے گھرانے میں مرد نہیں ہیں اور نہ ہم میں قوت ہے کہ چرواہوں سے جلدی باری لینے کا کہہ سکیں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے گھاٹ پر کیا دیکھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ گھاٹ پر لوگوں کا ہجوم ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہا ہے۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عورتوں سے کیوں پوچھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا رہیں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دل میں رحم آیا تھا اس لیے اُنہوں نے عورتوں سے جانوروں کو روکنے اور پانی نہ پلانے کا سبب پوچھا۔

﴿فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾

''چنانچہ اُس نے اُن دونوں کے (جانوروں کو) پانی پلا دیا، پھر وہ پلٹ کر سائے کی طرف چلا گیا تو اُس نے کہا: ''اے میرے رب جو بھلائی بھی آپ مجھ پر نازل کر دیں، یقیناً میں محتاج ہوں'' (24)

سوال 1: ﴿فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾ ''چنانچہ اُس نے اُن دونوں کے (جانوروں کو) پانی پلا دیا، پھر وہ پلٹ کر سائے کی طرف چلا گیا تو اُس نے کہا: ''اے میرے رب جو بھلائی بھی آپ مجھ پر نازل کر دیں، یقیناً میں محتاج ہوں'' سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام کی دعا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَقٰى لَهُمَا﴾ ''چنانچہ اُس نے اُن دونوں کے (جانوروں کو) پانی پلا دیا'' سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام نے رحم کرتے ہوئے، ترس کھا کر ان دونوں لڑکیوں کے جانوروں کو اجرت لئے بغیر پانی پلایا۔

(2) (i) سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام کے پانی پلانے کے واقعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ سلیم الفطرت تھے، مروّت والے تھے، عورتوں کو پہلے موقع دینا چاہتے تھے۔ (ii) سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام اگرچہ طویل صحرائی سفر سے تھکے ہوئے تھے۔ مزید سفر کے لیے کوئی سامان بھی نہیں تھا، دشمن پیچھا کر رہا تھا لیکن پھر بھی اُنہوں نے اُصول کے مطابق کام کیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ تربیت یافتہ اور شریف النفس تھے۔

(3) ﴿ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ﴾ ''پھر وہ سائے کی طرف چلا گیا'' طویل سفر کے بعد تھکاوٹ ہو گئی تھی، آرام کرنے کے لئے سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام سائے میں آ گئے۔

(4) ﴿فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾ ''پھر اُس نے کہا: ''اے میرے ربّ! یقیناً جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے، میں محتاج ہوں یعنی اے میرے رب! تو جو بھلائی بھی مجھے عطا کرے میں فقیر اور محتاج ہوں۔

(5) یعنی تو جو بھلائی میری طرف بھیجے اور میرے لئے مہیا کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ یہ سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام کی اپنی زبان حال کے ذریعے سے دعا تھی اور زبان حال کے ذریعے سے دعا کرنا زبان قال کے ذریعے سے دعا کرنے سے زیادہ بلیغ ہے، وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا نگتے رہے۔ (تفسیر سعدی: 3/1982,1983)

(6) سیدنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام جب مصر سے بھاگے تو ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی سبزیاں اور درختوں کے پتے کھا کر راستہ طے کرتے رہے۔ جب مدین پہنچے اور بکریوں کو پانی پلا کر سایہ میں بیٹھے تو بھوک کے مارے ان کا پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اس حال میں انہوں نے یہ دعا کی سیدنا حسن بصری رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیہ سے مروی ہے کہ سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام نے علم وحکمت کے لئے دعا کی تھی اور خیر سے یہاں یہی مراد ہے۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی: 1/464)

(7) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی توجہ الی اللہ، ان کا انس، ان کا تعلق ان کی استعانت کی دعاؤں سے پتہ چلتا ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کسی لمحے رب سے بے خبر نہیں رہے، اپنی ہر کیفیت، اپنے سارے حالات اپنے رب کے سامنے رکھ کر رب سے مدد طلب کرتے رہے۔

سوال 2: خیر سے کیا مراد ہے؟

جواب: خیر سے مراد کھانا، بھلائی کے کام، عبادات، مال، قوت، طاقت وغیرہ۔

﴿فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَـنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ۖ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ﴾

''تو اُن دونوں میں سے ایک انتہائی شرم وحیا کے ساتھ چل کر اُس کے پاس آئی، اُس نے کہا: ''یقینا میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے لیے جو پانی پلایا اُس کا آپ کو بدلہ دیں۔'' تو جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے سارا حال بیان کیا، اُس نے کہا: ''ڈرو نہیں تم نے ظالم قوم سے نجات پائی ہے'' (25)

سوال 1: ﴿فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَـنَا﴾ ''تو اُن دونوں میں سے ایک انتہائی شرم وحیا کے ساتھ چل کر اُس کے پاس آئی، اُس نے کہا: ''یقیناً میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے لیے جو پانی پلایا اُس کا آپ کو بدلہ دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ﴾ ''پھر اُن دونوں میں سے ایک شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی اُس کے پاس آئی'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے دونوں لڑکیوں کو جلدی گھر آتے دیکھا تو وجہ دریافت کی تو انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا۔ سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو طلب کرنے کے لئے ایک بیٹی کو بھیجا کہ جاؤ انہیں بلا لاؤ۔ وہ بچی بلانے کے لئے گئی تو شرما رہی تھی۔

(2) یہ حیا اس عورت کی اچھی فطرت اور خلق حسن پر دلالت کرتی ہے۔ حیا اخلاق فاضلہ میں شمار ہوتی ہے۔ خاص طور پر عورتوں میں۔ یہ چیز اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان خواتین کے مویشیوں کو جو پانی پلایا تھا کسی نوکر یا غلام کی حیثیت سے نہیں پلایا تھا کہ جن سے عموماً شرمایا نہیں جاتا بلکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تو عزت نفس رکھنے والے شخص تھے اس لئے اس عورت نے آپ کے حسن اخلاق کا مشاہدہ کیا وہ اس کی حیا کا موجب تھا۔ (تفسیر سعدی: 2/1983)

(3) قرآن حکیم میں لڑکی کی شرم وحیا کا ذکر کیا گیا ہے عورت وہی ہو جس میں حیا ہو کیونکہ بے باکی شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو شرم وحیا کے بارے میں وعظ ونصیحت کر رہا تھا (کہ اتنی شرم نہ کیا کر) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، کیونکہ شرم تو ایمان میں سے

ہے۔'' (بخاری،154)

(5) سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگلے نبیوں کی جو باتیں لوگوں کو ملیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تم شرم نہ کرو تو پھر جو چاہو کرو۔'' (بخاری:6120)

(6) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرم وحیا سے ہمیشہ بھلائی ہی ملتی ہے۔ (بخاری:156)

(7) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو گھر کے کونے میں پردے کے پیچھے بیٹھی رہتی ہے۔ (بخاری:6032)

(8) ﴿قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا﴾ ''اُس نے کہا: ''یقینا میرے والد آپ کو بلاتے ہیں کہ آپ نے ہمارے لیے جو پانی پلایا اُس کا آپ کو بدلہ دیں'' لڑکی نے کہا: میرے والد نے آپ کو مزدوری کے لئے طلب کیا ہے آپ پر کوئی احسان نہیں بلکہ ہم تو احسان کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔

سوال 2: ﴿فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ وقفه نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے سارا حال بیان کیا۔ اُس نے کہا: ''ڈرو نہیں۔ تم نے ظالموں سے نجات پائی ہے کی وضاحت کریں۔

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ﴾ ''تو جب وہ اُس کے پاس آیا اور اُس سے سارا حال بیان کیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کے پاس گئے تو سارے واقعات سنائے کہ کس وجہ سے میں اپنے شہر کو چھوڑ کر نکلا ہوں۔

(2) ﴿قَالَ لَا تَخَفْ﴾ ''اُس نے کہا: ''ڈرو نہیں'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ خوف نہ کھاؤ۔

(3) ﴿نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''تم نے ظالم قوم سے نجات پائی ہے'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظالموں سے نجات دے دی ہے۔ مطمئن رہو تم ان لوگوں کی حدود سے نکل آئے ہو۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے والد کے پاس جا کر کیا کہا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا سارا حال کہہ سنایا یعنی مصر کے حالات اور فرعون کے مظالم کی داستان وغیرہ۔

سوال 4: عورتوں کے والد نے کس وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی تھی؟

جواب: عورتوں کے والد نے اس لیے تسلی دی تھی کہ مدین فرعون کی حکمرانی سے باہر تھا۔

﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ﴾

''اُن دونوں میں سے ایک نے کہا: ''اے میرے ابا جان! اسے اُجرت پر رکھ لیں۔ یقینا بہترین آدمی جسے آپ اجرت پر رکھیں

مضبوط، امانت دار ہی ہے‘‘ (26)

سوال 1: ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ ’’اُن دونوں میں سے ایک نے کہا: ’’اے میرے ابا جان! اسے اُجرت پر رکھ لیں۔ یقیناً بہترین آدمی جسے آپ اجرت پر رکھیں مضبوط، امانت دار ہی ہے‘‘ سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے قوت اور امانت کو بہترین ملازم کے اوصاف قرار دیئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ﴾ ’’اُن دونوں میں سے ایک نے کہا: ’’اے میرے ابّا جان! اُس کو ملازم رکھ لیں‘‘ سیدنا شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی نے ان سے درخواست کی کہ اس شخص کو ملازم رکھ لیں۔ یہ وہی بیٹی تھی جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بلانے گئی تھی۔(2) یعنی آپ انہیں بکریاں چرانے کے لئے رکھ لیں۔

(3) ﴿اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾ ’’یقینا بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں مضبوط، امانت دار ہے‘‘ یعنی بہترین چرواہا، بہترین مزدور طاقت ور اور امانت دار ہوتا ہے۔

(4) بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جس میں وہ کام کرنے کی قوت اور قدرت ہو جس کے لئے اسے ملازم رکھا گیا ہے اور اس میں خیانت نہ ہو اور وہ امین ہو۔ یہ دونوں صفات ہر اس شخص میں اہمیت دیئے جانے کے لائق ہیں جس کو کوئی منصب سونپا جائے یا اسے اجرت وغیرہ پر رکھا جائے۔ معاملات میں خلل اس وقت واقع ہوتا ہے جب دونوں اوصاف یا ان میں سے ایک وصف مفقود ہو۔ ان دونوں اوصاف کے اجتماع سے اس کام کی بدرجہ احسن تکمیل ہوتی ہے۔ اس عورت نے اپنے باپ کو مشورہ اس لئے دیا تھا کہ اس نے بکریوں کو پانی پلاتے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور نشاط کا مشاہدہ کر لیا تھا جس سے اس نے آپ کی قوت کا اندازہ لگا لیا تھا اور اسی طرح اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی امانت اور دیانت کو بھی پرکھ لیا تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں پر اس وقت اور اس حالت میں رحم کھایا تھا جب ان سے کسی فائدے کی امید نہ تھی آپ کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھا۔ (تفسیر سعدی: 1984,1983)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، روز قیامت تین آدمیوں کا میں مدمقابل ومخالف ہوں گا، ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر وعدہ خلافی کی، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور بنا کر اس سے پورا کام لیا، لیکن اسے اس کی اجرت نہ دی۔‘‘ (بخاری: 2270)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا ہے اس نے بکریاں ضرور چرائی ہیں۔‘‘ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اور آپ نے بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں، میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔‘‘ (بخاری: 2262)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے

اور بھلائی بہر حال دونوں میں موجود ہے۔ جو چیز تجھے نفع دے اس کی حرص کر اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اور عاجز نہ ہو۔'' (مسلم:6774)

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور امانت کو اُن عورتوں نے کہاں دیکھا تھا؟

جواب: (1) امانت کا اندازہ اس بات سے لگایا کہ جب ایک عورت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے گئی تو ہوا سے اس کی چادر کھل کھل جاتی تھی، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں آگے چلتا ہوں تم میرے پیچھے چلو تا کہ میری نگاہ تم پر نہ پڑے راستے کی نشاندہی کے لیے کوئی کنکر یا پتھر پھینک دیا کرو۔ واللہ اعلم (ابن کثیر)

﴿قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾

''اس نے کہا: ''یقیناً میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری مزدوری کرو، پھر اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے احسان ہے اور میں تم پر مشقت کا ارادہ نہیں رکھتا، تم ان شاء اللہ جلد ہی مجھے نیک لوگوں میں سے پاؤ گے'' (27)

سوال 1: ﴿قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ﴾ ''یقینا میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری مزدوری کرو، پھر اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے احسان ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مزدوری پر رکھ لیا گیا اس کی کیا شرائط طے پائی تھیں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

(2) ﴿اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ﴾ ''یقینا میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس پر کہ تم آٹھ سال میری ملازمت کرو'' یعنی آپ آٹھ سال تک بکریاں چرانے کا کام اجرت پر کرو گے تو میں آپ کی شادی اپنی دونوں بیٹیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کروں گا۔

(3) کوئی بھی باپ اپنی بیٹی کے رشتے کی پیش کش کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی باپ صاف صاف اپنی بیٹیوں کا رشتہ پیش کرتے تھے جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی پیش کش سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کی تو دونوں خاموش رہے انہوں نے جب معذرت کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اچھا رشتہ مل جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ ابن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے بیوہ ہوئیں۔ابن حذافہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر کی جنگ میں شریک تھے ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کروں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا چند دن میں نے انتظار کیا اس کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ابھی نکاح نہ کروں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کردوں۔(بخاری:5129)

(5)﴿فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ﴾ ''پھر اگر دس سال پورے کردو تو تمہاری طرف سے احسان ہے''یعنی اگر حسن سلوک کے طور پر دس سال پورے کردو تو یہ آپ کی مرضی ہے۔زائد مدت آپ پر واجب نہیں ہے۔آٹھ سال کافی ہیں۔

(6) سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کئے تھے یا دس سال؟ تو میں نے کہا، میں نہیں جانتا، البتہ میں عرب کے بہت بڑے عالم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤں گا اور ان سے پوچھوں گا، پھر میں ان کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا، آپ نے لمبی مدت پوری کی جو دونوں مدتوں میں بہتر تھی (یعنی دس سال) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی سے وعدہ کرتے تو پورا کرتے تھے۔(بخاری:2684)

سوال2:﴿وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَيۡكَ﴾ ''اور میں تم پر مشقت کا ارادہ نہیں رکھتا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے معاہدے کی مدت کے بارے میں تسلی رکھنے کے لئے جو وضاحت فرمائی، اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَيۡكَ﴾ ''اور میں تم پر مشقت کا ارادہ نہیں رکھتا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دلائی کہ میں زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا کہ دس سال کی مدت مقرر کردوں اور مشقت والے کاموں کے لئے آپ کو ملازمت پر رکھوں۔آپ کو آسان کام کے لئے ملازمت دی جارہی ہے جس میں تکلیف نہیں ہے۔

(2)﴿سَتَجِدُنِيۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾ ''تم ان شاء اللہ جلد ہی مجھے نیک لوگوں میں سے پاؤ گے'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ آپ مجھے نیک اور حسن معاملہ کرنے والا پاؤ گے۔(3) اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ دوسروں سے معاملات کرتے ہوئے ان کے لئے آسانیاں پیدا کرنی چاہیے اور حسن اخلاق سے کام لینا چاہیے۔

سوال3:عورتوں کے باپ نے اپنی بیٹی کے نکاح کی پیش کش کیوں کی؟

جواب:(1) بوڑھے باپ کے لیے کسی مرد کو گھر میں بطور ملازم رکھنا مشکل تھا۔

(2) نکاح ایک فطری رشتہ ہے جس کے بعد وہ مسائل پیدا نہیں ہوتے جو نوجوان لڑکے لڑکیوں کے اکٹھے رہنے سے پیدا ہوجاتے ہیں۔

﴿قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَ كِيْلٌ﴾

''موسیٰ نے کہا: ''یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہے، ان دونوں مُدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں'' (28)

سوال 1: ﴿قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَ كِيْلٌ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہے، ان دونوں مُدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں'' سیدنا شعیب علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو معاہدہ طے پایا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ (2) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ بات'' یہ معاہدہ۔

(3) ﴿بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ﴾ ''میرے اور آپ کے درمیان طے ہے'' یعنی میرے اور آپ کے درمیان طے پا گیا۔ مجھے شرط منظور ہے کہ میں آٹھ سال کی مدت گزار لوں گا تو معاہدے کی شرط پوری ہوجائے گی۔ اور میری ذمہ داری ختم ہوجائے گی۔

(4) ﴿اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ﴾ ''ان دونوں مُدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی'' یعنی آٹھ یا دس سال کی مدت میں سے جو بھی میں پوری کرلوں۔ یعنی آٹھ سال کو تو پورا کرنا واجب ہے مگر زائد کام کرنا چاہوں تو عطیے کے طور پر ہوگا۔ اور میرے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَ كِيْلٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں'' یعنی معاہدے کی صحت پر اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتے ہیں یقیناً وہ نگہبانی کرنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے ہم نے کیا معاہدہ کیا اور یقیناً وہ حفاظت کرنے والا ہے۔ ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔

رکوع نمبر 7

﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾

''پھر جب موسیٰ نے مُدت پوری کردی اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کو چل پڑا، اُس نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی، اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا: ''ٹھہرو! یقیناً میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں یا کوئی آگ کا انگارہ تا کہ تم سینک سکو'' (29)

سوال1:﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾ ''پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مُدت پوری کردی اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کو چل پڑا، اُس نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور طور کی آگ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ﴾ ''پھر جب موسیٰ نے مُدت پوری کردی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کیے۔(بخاری:2684)

(2)﴿وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کو چل پڑا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا تو انہوں نے ملاقات کا ارادہ کرلیا ان کا خیال تھا کہ اتنے عرصے میں قبطی قتل کے واقعے کو فراموش کر چکے ہوں گے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر والدہ اور اپنے اہل خاندان سے ملنے کے لیے نکلے۔

(3)﴿اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾ ''اس نے طور کی جانب ایک آگ دیکھی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دور پہاڑ پر آگ روشن دیکھی۔

سوال2:﴿قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ''اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو! یقینا میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں یا کوئی آگ کا انگارہ تاکہ تم سینک سکو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آگ سے خبر اور سردی سے بچاؤ کے لیے انگارے لانے کا جو ذکر کیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ ''اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا: ٹھہرو! یقینا میں نے ایک آگ دیکھی ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔آپ یہیں ٹھہریں۔

(2)﴿لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ﴾ ''شاید کہ میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لے آؤں'' میں آگ کے پاس جا کر راستے کے بارے میں کوئی خبر لے کر آتا ہوں۔

(3)﴿اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ﴾ ''یا کوئی آگ کا انگارہ تاکہ تم سینک سکو'' یعنی میں آگ کا کوئی انگارہ اٹھا لاتا ہوں تاکہ تم سردی سے بچاؤ کے لیے انگارے سینک سکو۔

﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى

اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''چنانچہ جب وہ وہاں آیا تو وادی کے دائیں کنارے سے بابرکت ٹکڑے میں ایک درخت سے پکارا گیا:

''اے موسیٰ! یقینا میں ہی اللہ تعالیٰ، جہانوں کا رب ہوں'' (30)

سوال: ﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''چنانچہ جب وہ وہاں آیا تو وادی کے دائیں کنارے سے بابرکت ٹکڑے میں ایک درخت سے پکارا گیا: اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ جہانوں کا رب ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر نبوت مل گئی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا﴾ ''چنانچہ جب وہ وہاں آیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام طور کے پاس پہنچے۔

(2)﴿نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ﴾ ''تو وادی کے دائیں کنارے سے'' پہاڑ کے دائیں طرف مغربی جانب سے وادی کے کنارے سے آواز دی گئی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔'' (القصص:44)

(3)﴿فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ﴾ ''بابرکت ٹکڑے میں ایک درخت سے پکارا گیا'' پہاڑ کے دامن میں سرسبز درخت سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ (4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام حیران کھڑے تھے کیونکہ ہرے بھرے درخت سے آگ کا نکلنا حیرت انگیز ہے۔

(5) یہ شعلے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کا نور تھا۔

(6)﴿اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ، جہانوں کا رب ہوں'' پہاڑ کے دامن سے آواز دی گئ اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں یعنی جو تم سے مخاطب ہے وہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(7) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی الوہیت اور ربوبیت کی خبر دی جس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اپنی عبادت کا حکم دے۔ ﴿اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو'' (طٰہٰ:14) (تفسیر سعدی:1985/2)

(8) یعنی اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا رب ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اپنی ذات، صفات، اقوال میں مخلوق سے کسی قسم کی کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔ اس جیسا کوئی نہیں۔

﴿وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ﴾

''اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک دو۔ تو جب موسیٰ نے اُسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ اور پیچھے نہیں مڑا۔ ''اے موسیٰ! آگے آؤ اور خوف نہ کھاؤ، یقیناً تم امن والوں میں سے ہو'' (31)

سوال 1: ﴿وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ

الۡاٰمِنِیۡنَ﴾ ''اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک دو تو جب موسیٰ نے اُسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ اور پیچھے نہیں مڑا۔ اے موسیٰ! آگے آؤ اور خوف نہ کھاؤ، یقیناً تم امن والوں میں سے ہو'' معجزے کا ظہور کیسے ہوا؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ﴾ ''اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک دو'' رب العزت نے حکم دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا ڈال دو یعنی تمہارے ہاتھ میں جو لکڑی ہے اسے زمین پر رکھ دو۔ سورۃ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿وَمَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيۡهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىۡ وَلِىَ فِيۡهَا مَاٰرِبُ اُخۡرٰى ﴿۱۸﴾﴾ ''اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' موسیٰ نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی ضرورتیں ہیں۔'' (طٰہٰ:17،18)

(2)﴿فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ﴾ ''تو جب موسیٰ نے اُسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو زمین پر ڈالا تو وہ فوراً ہی بڑا اژدھا سانپ بن گیا۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سانپ کو تیزی سے بل کھاتے دیکھا۔

(3)﴿وَّلّٰى مُدۡبِرًا وَّلَمۡ يُعَقِّبۡ﴾ ''تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے نہیں مڑا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام خوفناک منظر دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ایسی دہشت ناک کیفیت انسانوں پر طاری ہوجایا کرتی ہے۔

(4)﴿يٰمُوۡسٰٓى اَقۡبِلۡ وَلَا تَخَفۡ ۖ اِنَّكَ مِنَ الۡاٰمِنِيۡنَ﴾ ''اے موسیٰ! آگے آؤ اور خوف نہ کھاؤ، یقیناً تم امن والوں میں سے ہو'' پھر رب العزت نے پکارا ''اے موسیٰ علیہ السلام! کہاں بھاگ کر جا رہے ہو! سامنے آؤ تم امن اور سلامتی سے رہو گے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دل مضبوط کر کے واپس تشریف لے گئے۔ یہ معجزہ تھا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے سے قبل مشاہدہ کروایا گیا تا کہ کامل یقین اور جرأت کے ساتھ فرعون کے پاس جائیں۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سانپ کو دیکھ کر کیوں خوف کھا گئے تھے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ معجزہ ہے اس لیے خوف کھا گئے۔

﴿اُسۡلُكۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ وَّاضۡمُمۡ اِلَيۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ﴾

''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنے ساتھ ملا لو سو یہ تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُس کے سرداروں کے لئے یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں'' (32)

سوال 1: ﴿اُسۡلُكۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ﴾ ''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا

ہوا نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے)'' بے عیب چمکتے ہاتھ کے معجزے کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُسۡلُكۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ﴾ ''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور معجزے کا مشاہدہ کروایا۔ رب العزت نے حکم دیا کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔

(2) ﴿تَخۡرُجۡ﴾ '' نکلے گا'' ہاتھ سے نکلے گی۔

(3)﴿بَيۡضَآءَ﴾ ''سفید چمکتا ہوا'' سفید روشنی۔

(4)﴿مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ﴾ ''بغیر کسی عیب کے'' یعنی بے عیب جس میں برص کے سفید داغ نہیں ہوں گے۔ یہ دوسرا معجزہ تھا جس کا مشاہدہ کروایا گیا تا کہ فرعون کے دربار میں یقین کے ساتھ دکھایا جا سکے۔

سوال 2:﴿وَّاضۡمُمۡ اِلَيۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ﴾ ''اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنے ساتھ ملا'' خوف دور کرنے کا طریقہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سکھایا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاضۡمُمۡ اِلَيۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ﴾ ''اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنے ساتھ ملالو'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خوف اور ڈر سے بچنے کے لیے حکم دیا کہ اپنے بازوؤں کو بھینچ لیں۔

(2) یعنی جب کبھی لاٹھی کے سانپ بن جانے سے تمہارے دل میں خوف پیدا ہو تو اپنا بازو اپنے بدن سے ملا لیا کرو تمہارا سب خوف جاتا رہے گا اور تم اپنے اندر قوت اور جرات محسوس کرنے لگو گے یا ایسا کرنے سے ہاتھ دوبارہ اپنی حالت میں نظر آئے گا۔ (قرطبی)(اشرف الحواشی:465/1)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہر ڈرنے والا جب اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیتا ہے تو اس کا ڈر زائل ہو جاتا ہے۔

(4) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا میں جو بھی گھبراہٹ کے موقع پر اپنے دل پر ہاتھ رکھے گا اس کا خوف دور ہو جائے گا۔ اور وہ ہلکا ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

سوال 3:﴿فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ﴾ ''سو یہ تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُس کے سرداروں کے لئے یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَذٰنِكَ﴾ ''سو یہ دو'' یعنی یہ دو معجزات عصا کا سانپ بن جانا اور ہاتھ کا گریبان سے بے عیب چمکتے ہوئے چاند کی طرح نکلنا۔

(2)﴿بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ﴾ ''تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قدرت اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر قطعی دلائل ہیں۔

(3)﴿اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾ ''فرعون اور اُس کے سرداروں کے لیے'' ان دونوں کو لے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جاؤ۔

(4)﴿اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ﴾ ''یقیناً وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں'' یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو اطاعت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ اور اس

کے دین کی مخالفت کرتے ہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾

’’موسیٰ نے کہا: ’’اے میرے رب! یقیناً میں نے اُن میں سے ایک آدمی کو قتل کیا ہے چنانچہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے‘‘(33)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾ ’’موسیٰ نے کہا: ’’اے میرے رب! یقینا میں نے اُن میں ایک آدمی کو قتل کیا ہے چنانچہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جاتے ہوئے اپنے جس اندیشے کا اظہار کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ’’کہا‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا﴾ ’’اے میرے رب! یقینا میں نے اُن میں سے ایک آدمی کو قتل کیا ہے‘‘ اے میرے رب! میرے سے غیر ارداری طور پر ایک قبطی کا قتل ہو گیا۔

(3) ﴿فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾ ’’چنانچہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے‘‘ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے اور جس کام پر آپ نے مجھے بھیجنا ہے وہ ادھورا رہ جائے گا۔

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رکاوٹوں کا ذکر کیا تا کہ اللہ تعالیٰ مشکلات کا حل بتا دیں اور آسانیاں پیدا کر دیں۔

﴿وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ﴾

’’میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے، یقینا میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے‘‘(34)

سوال: ﴿وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ﴾ ’’میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے، یقینا میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے‘‘ سیدنا ہارون علیہ السلام کو مددگار بنانے کی درخواست کا سبب کیا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا﴾ ’’میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب العزت سے درخواست کی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دیجیے اور اس کا سبب یہ بتایا کہ وہ فصاحت و بلاغت میں مجھ سے بڑھ کر ہیں۔ جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (٢٧) يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (٢٨) وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ (٢٩) هٰرُوْنَ اَخِي (٣٠) اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ

(۳۱) ﴿وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ (۳۲)﴾ ''اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔تا کہ وہ میری بات سمجھیں۔اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کردے۔ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے۔اور اس کو میرے کام میں شریک کردے۔'' (طٰہٰ:27-32)

(2) ﴿فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ﴾ ''تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے'' میرے بھائی کو میرے ساتھ رسول بنادیں وہ میری تصدیق کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ میں سچا رسول ہوں۔

(3) ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ﴾ ''یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے وضاحت کی کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔

﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا باز و مضبوط کریں گے۔اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے،سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ،تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں'' (35)

سوال: ﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا باز و مضبوط کریں گے۔اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے، سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ،تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبولیت دعا کی جو بشارت دی گئی اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' رب العزت نے فرمایا۔

(2) ﴿سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ﴾ ''ہم جلد ہی تیرے بھائی کے ذریعے تیرا باز و مضبوط کریں گے'' ہم تمہارے بھائی سے تمہارے باز و مضبوط کر دیں گے جس کے لیے تم نے نبوت کا سوال کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً جو تم نے مانگا تجھے دے دیا گیا اے موسیٰ!'' (طٰہٰ:36)

(3) ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا۔'' (مریم:53)

(4) ﴿وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا﴾ ''اور ہم تم دونوں کو غلبہ دیں گے، سو وہ تم دونوں تک نہ پہنچیں گے'' رب العزت نے خوش خبری دی کہ ہم آپ کی دعوت کو غلبہ اور قوت دیں گے اور آپ کو اپنے دشمن کے مقابلے میں ہیبت عطا کریں گے۔

(5)﴿اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے، غالب ہونے والے ہیں'' رب العزت نے وعدہ کیا کہ تم اور تمہارے پیروکار غالب ہوں گے۔ دونوں کو خوش خبری دی کہ دنیا اور آخرت میں غلبہ تمہارا ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقینا بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' (المجادلہ:21)

(6)﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' (غافر:51)

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾

''پھر جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''من گھڑت جادو کے سوا یہ کچھ بھی نہیں اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سُنیں'' (36)

سوال 1:﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پھر جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: ''من گھڑت جادو کے سوا یہ کچھ بھی نہیں اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سُنیں'' فرعون کے سامنے معجزوں کا جو مظاہرہ ہوا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''پھر جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا'' جب سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام اپنے رب کے معجزات اور پیغامات کے ساتھ فرعون کے پاس گئے تو سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام اور سیدنا ہارون عَلَيْهِ السَّلَام نے توحید کے لیے لا جواب کرنے والے دلائل دیئے۔ جب وہ دلائل کو سمجھ گئے اور معجزات کو پہچان گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

(2)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' تو انہوں نے بغاوت، ضد اور ہٹ دھرمی سے کہا۔

(3)﴿مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى﴾ ''من گھڑت جادو کے سوا یہ کچھ بھی نہیں'' یعنی سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام جو معجزات لائے ہیں کہ یہ محض گھڑا ہوا جادو ہے محض چند کرتب ہیں جو اقتدار پر قبضہ جمانے کے لیے ہیں۔

(4)﴿وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سُنیں۔'' جب انہوں نے اپنے سارے تیر چلا لیے تو کہنے لگا ہم نے پہلے باپ دادا سے تو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر سنا ہی نہیں۔ ہم نے پہلے لوگوں میں سے کسی شخص کو اس دین پر کبھی دیکھا ہی نہیں۔

سوال 2: فرعون اور اُس کے سرداروں کو کون سی دعوت نئی لگی تھی؟

جواب: فرعون اور اُس کے سرداروں کو یہ دعوت نئی لگی تھی کہ کائنات میں صرف ایک رب ہی عبادت کے لائق ہے۔

سوال 3: مشرکین مکہ کو کون سی دعوت نئی لگتی تھی؟

جواب: مشرکین مکہ نے بھی نبی ﷺ کے بارے میں یہ کہا تھا۔ ''اس نے تمام معبودوں کو ختم کر کے ایک ہی معبود بنا دیا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

﴿وَقَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَنۡ جَآءَ بِالۡہُدٰی مِنۡ عِنۡدِہٖ وَمَنۡ تَکُوۡنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾

''اور موسیٰ نے کہا: ''میرا رب اُس کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کی جناب سے ہدایت لے کر آیا ہے، اور اس شخص کو جس کے لیے گھر کا اچھا انجام ہوگا، یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' (37)

سوال 1: ﴿وَقَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَنۡ جَآءَ بِالۡہُدٰی مِنۡ عِنۡدِہٖ وَمَنۡ تَکُوۡنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا: ''میرا رب اُس کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کی جناب سے ہدایت لے کر آیا ہے، اور اس شخص کو جس کے لیے گھر کا اچھا انجام ہوگا، یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَنۡ جَآءَ بِالۡہُدٰی مِنۡ عِنۡدِہٖ وَمَنۡ تَکُوۡنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ﴾ ''اور سیدنا موسیٰ نے کہا: ''میرا رب اُس کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کی جناب سے ہدایت لے کر آیا ہے، اور اس شخص کو جس کے لیے گھر کا اچھا انجام ہوگا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرے اور آپ سے زیادہ ہدایت کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے تو بات تو اُسی کی صحیح ہوگی جو اللہ کے پاس سے ہدایت لے آتا ہے اور جس کے لیے آخرت کا اچھا انجام ہو۔

(2) (i) اچھے انجام سے مراد آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔ (ii) اچھے انجام سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور مغفرت کا مستحق قرار پانا ہے۔ (iii) توحید کا اقرار کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرنے والے، اچھے انجام کے مستحق ہوں۔

(3) ﴿اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ ''یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' یعنی ظالموں کا انجام خسارہ، بربادی اور ہلاکت ہوتا ہے انہیں کبھی فلاح نصیب نہیں ہوتی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰہُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوۡ اِیَّاکُمۡ لَعَلٰی ہُدًی اَوۡ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (سبا:24)

سوال2: ظالموں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ظالموں سے مراد مشرک اور کافر ہیں۔

سوال3: مشرک کیسے ظلم کرتا ہے؟

جواب: مشرک اللہ تعالیٰ کے مقام الوہیت پر ایسے لوگوں کو بٹھا دیتا ہے جو اس کا حق نہیں رکھتے۔

سوال4: کافر کیسے ظلم کرتا ہے؟

جواب: کافر اپنے رب کے اصل مقام سے ہی واقف نہیں ہوتا اور رب کا انکار کرتا ہے۔

سوال5: اصل کامیابی کس کو نصیب ہوگی؟

جواب: اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے جو مومنوں کو نصیب ہوگی۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے ظالموں سے آخری کامیابی کی نفی کر کے کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ ثابت کیا کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے دنیا کی عارضی کامیابیاں تو مشرکوں اور ظالموں کو بھی نصیب ہوجاتی ہیں لیکن یہ حقیقی کامیابی نہیں ہے۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ، پھر میرے لیے ایک محل بنوادو تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں، اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں'' (38)

سوال1: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ فرعون کے خدائی کے دعوے کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''اور فرعون نے کہا: ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا'' فرعون نے کفر اور سرکشی سے جھوٹا دعویٰ کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ ''اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے لیے کسی معبود کو نہیں جانتا۔'' فرعون نے کہا اے سردارو! اگر میرے سوا تمہارا کوئی معبود ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔ رب العزت نے سورۃ النازعات میں فرمایا: ﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى (٢٣) فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (٢٤) فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (٢٥) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى (٢٦)﴾

’’پھر اس نے جمع کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا: ’’میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں۔‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بلاشبہ اس میں یقیناً ہر اُس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔‘‘ (النازعات:23-26)

(3) فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ﴾ ’’تو اُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔‘‘ (الزخرف:54)

(4) ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذۡتَ اِلٰهًا غَيۡرِىۡ لَاَجۡعَلَنَّكَ مِنَ الۡمَسۡجُوۡنِيۡنَ﴾ ’’فرعون نے کہا: ’’اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا۔‘‘ (الشعراء:29)

سوال 2: ﴿فَاَوۡقِدۡ لِىۡ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيۡنِ فَاجۡعَلۡ لِّىۡ صَرۡحًا لَّعَلِّىۡۤ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوۡسٰى ۙ وَاِنِّىۡ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ﴾ ’’تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ، پھر میرے لیے ایک محل بنوا دو تاکہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں، اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں‘‘ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معبود کی تحقیق کے لیے ہامان سے بلند عمارت بنانے کا جو حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوۡقِدۡ لِىۡ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيۡنِ﴾ ’’تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلاؤ‘‘ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معبود یعنی اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑانے کے لیے ہامان کو حکم دیا کہ بلند عمارت بناؤ تاکہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو آسمانوں پر جا کر جھانک سکوں۔ معبود کی تحقیق کا یہ عجیب و غریب انداز تسلیم کرنے کے لیے نہیں، رد کرنے کے لیے تھا۔

(2) ﴿وَاِنِّىۡ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ﴾ ’’اور یقیناً میں ضرور اُسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں‘‘ فرعون نے لوگوں کو تحقیق کا جھانسا دے کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا قرار دے دیا تھا۔

(3) س نے کتنی بڑی جسارت کی۔ بلکہ یہ کہا ’’میں تمہارا اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔‘‘ کیونکہ وہ ان کے نزدیک ایک عالم فاضل شخص تھا وہ جو بھی کوئی بات کرتا تھا وہ ان کے نزدیک حق ہوتی تھی اور وہ جو بھی کوئی حکم دیتا تھا اس کی اطاعت کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1988,1989)

سوال 3: ہامان کون تھا؟

جواب: ہامان فرعون کا وزیر، اس کا مشیر اور معاملات کا انتظام کرنے والا تھا۔

سوال 4: فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹوں میں سے کیوں گمان کیا؟

جواب: فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے پر انہیں جھوٹا گمان کیا کہ اس کائنات کا ایک رب ہے۔

﴿وَاسۡتَكۡبَرَ هُوَ وَجُنُوۡدُهٗ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اِلَيۡنَا لَا يُرۡجَعُوۡنَ﴾

''وہ اور اُس کے لشکر زمین میں ناحق بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے گمان کیا کہ یقیناوہ ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جائیں گے'' (39)

سوال: ﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ''وہ اور اُس کے لشکر زمین میں ناحق بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے گمان کیا کہ یقیناوہ ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جائیں گے۔'' فرعون اور اس کے لشکروں پر جو فرد جرم عائد کی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''وہ اور اُس کے لشکر زمین میں ناحق بڑے بن بیٹھے'' فرعون اور اس کے لشکروں نے سرزمین مصر میں ناحق تکبر کیا، ظلم اور فساد برپا کیا۔

(2) تکبر سے مراد حق کے بغیر اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے (i) فرعون اور اس کے لشکروں نے یہ سمجھا تھا کہ لوٹ کر رب کے پاس نہیں جانا۔ اس لیے اُنہوں نے تکبر کیا۔ (ii) فرعون اور اس کے لشکروں نے ہٹ دھرمی کی وجہ سے تکبر کیا۔

(3) انہوں نے رسولوں کی دعوت کو تکبر سے ٹھکرا دیا اور ناحق یہ سمجھتے رہے کہ وہ اور ان کا طریقہ زندگی اعلیٰ و افضل ہے۔

(4) ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے گمان کیا کہ یقیناوہ ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جائیں گے'' ان کے استکبار کے پیچھے بعث اور آخرت کا انکار تھا، اگر انہیں یقین ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا'' (40)

سوال: ﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا'' فرعونیوں پر عذاب کی آمد کا سبب ان کا ظلم تھا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ﴾ ''تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا'' اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکروں کو ان کے تکبر اور کفر کے سبب سمندر میں ڈبو دیا۔

(2) ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا'' رب العزت نے فرمایا ہے کہ آپ غور کریں کہ ظالموں کا کتنا برا انجام ہوا۔ یہ ان کے اعمال کا وبال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ بخاری و مسلم کے حوالے سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتا ہے نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے پھر جب انہیں پکڑتا ہے تو بالکل برباد کر دیتا ہے۔ (احسن التفاسیر)

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے، اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی'' (41)

سوال 1: ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے، اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے'' رب العزت نے فرمایا کہ فرعون اور اس کے سردار ایسے لیڈر رہیں جو آگ کی طرف قوم کی راہ نمائی کرتے ہیں۔

(2) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب سے بچانے کے لیے ان کی مدد نہیں کریں گے۔ وہ خود سے عذاب کو دور نہیں کر سکیں گے۔ جیسا کہ فرعون دنیا میں دوزخ کا راستہ دکھاتا ہے قیامت کے دن بھی دوزخ دکھائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ﴾ ''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، چنانچہ اُنہیں وہ آگ پر پینے کے لیے لائے گا اور وہ بہت بُری پینے کی جگہ ہے جس پر پینے کے لیے آیا جائے۔'' (ہود:98)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی اس کے لیے اس کی آواز پر لبیک کہنے والے تمام لوگوں کا ثواب ہوگا اور یہ چیز ان کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں کرے گی اور (ایسے ہی) جس شخص نے برائی کی طرف دعوت دی، اسے ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس کے پیچھے لگیں گے اور اس سے ان کے گناہ کم نہیں ہوں گے۔ (مسلم:6804)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو کن لوگوں کا پیشوا اور راہ نما بنا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنے والوں کا پیشوا بنا دیا۔

﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾

''اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے'' (42)

سوال: ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً﴾ ''اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے'' فرعون اور آل فرعون کے پیچھے دنیا میں بھی لعنت لگا دی یعنی کامل غرق ہونا اور کامل نقصان۔

(2) دنیا میں بھی جو ان کا ذکر کرتا ہے ان کو لعنت کردہ سمجھتا ہے۔

(3) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے''یعنی قیامت کے دن فرعون اور آل فرعون اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوں گے۔

(4) ﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ ''اور اس دنیا میں اُن کے پیچھے لگا دی گئی لعنت اور قیامت کے دن بھی، بہت بُرا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔(ہود:99)

رکوع نمبر 8

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقینا ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں''(43)

سوال:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقینا ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور بلاشبہ یقینا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات کے بارے میں بتایا ہے کہ ظالموں کو ہلاک کرنے کے بعد انھیں کتاب دی۔

(2)﴿مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى﴾ ''پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد''یعنی فرعون اور اس کی افواج کی ہلاکت اور اس سے پہلے کی وہ قومیں جو تباہ کی گئیں،قوم عاد،قوم ثمود کی ہلاکت کے بعد تورات عطا کی گئی۔

(3) یہ آیت دلیل ہے کہ تورات نازل کرنے کے بعد کوئی قوم عذاب سے ہلاک نہیں کی گئی۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔(ابن کثیر:116/4)

(4)﴿بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ﴾ ''جو لوگوں کے لیے دلائل'' اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی جس میں لوگوں کے لیے بصیرت ہے،یعنی اس میں ایسے اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے ذریعے سے وہ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا چیز ان کو فائدہ دیتی ہے اور کیا چیز ان کو نقصان دیتی ہے۔پس اس سے نافرمان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوجاتی ہے اور مومن اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تب

یہ کتاب مومن کے حق میں رحمت اور اس کے لئے راہ راست کی طرف راہنمائی ہے۔ (تفسیر سعدی:1990/2)

(5)﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں''، تورات کو دلیل، ہدایت اور رحمت بنا کر اس لیے بھیجا گیا تھا تا کہ لوگ حق کو پہچان لیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کریں اس سے نصیحت حاصل کریں، اس کے مطابق عمل کریں، پیغمبروں کی اطاعت کریں اور اس رحمت کے مستحق ہو جائیں۔

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے'' (44)

سوال:﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔'' رحمت العالمین کی نبوت کی جو دلیل اس آیت میں دی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ ''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے'' رب العزت نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ہمارے رسول آپ طور کی مغربی جانب موجود نہیں تھے۔

(2)﴿اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ﴾ ''جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا'' جب ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی۔

(3)﴿وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے'' آپ تو ان واقعات کا مشاہدہ کرنے والوں میں سے بھی نہیں تھے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا گیا۔ ان پر وحی نازل کی گئی اس وقت نہ آپ موجود تھے نہ وہ منظر دیکھنے والوں میں تھے بلکہ یہ سب کچھ غیب کی خبروں میں سے ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

(5) آپ پچھلے واقعات کی جو خبریں دے رہے ہیں اور جس طرح سے دے رہے ہیں گویا کہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں جب کہ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی ہے۔

(6) سیدہ مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد بھی رب العزت نے آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل دی ہے۔ ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران:44)

(7)﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ

﴿لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے نہ ہی آپ کی قوم، چنانچہ آپ صبر کریں، بلاشبہ اچھا انجام متقیوں کے لیے ہے۔'' (ھود:49)

(8) ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں، ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور جب وہ خفیہ تدبیریں کررہے تھے۔'' (یوسف:102)

﴿وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾

''لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں، پھر اُن پر طویل زمانہ گزرا اور آپ اہلِ مدین میں رہنے والے بھی نہ تھے کہ اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سنا رہے ہوتے مگر ہم ہی (رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں'' (45)

سوال1: ﴿وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ ''لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں، پھر اُن پر طویل زمانہ گزرا اور آپ اہلِ مدین میں رہنے والے بھی نہ تھے کہ اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سنا رہے ہوتے مگر ہم ہی (رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا﴾ ''لیکن ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں، اس سے مراد نبی ﷺ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کی اُمتیں ہیں۔

(2) ﴿فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ 'پھر اُن پر طویل زمانہ گزرا' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے لے کر دور نبوی تک تقریباً دو ہزار سال کی مدت ہے اور اس عرصہ میں تقریباً چالیس نسلیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی رہیں۔ مگر اس دوران ملک حجاز میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا۔ دو ہزار سال کے بعد سب سے آخری نبی محمد ﷺ البتہ ان لوگوں (اہل حجاز) کی طرف مبعوث ہوئے۔ (تیسیر القرآن:434/3)

(3) اس لیے اس طویل عرصے میں اللہ تعالیٰ کی آیات کو بھلا دیا گیا اور اب ایسے وقت میں نبی ﷺ کو مبعوث کیا جب اس علم کی شدید ضرورت تھی۔

(4) (i) لمبی مدت گزر جانے کی وجہ سے لوگ دین کو بھول گئے۔ (ii) اس کی وجہ سے شریعت کے احکامات بدل گئے۔ (iii) لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا (iv) لمبی مدت گزرنے کے نتیجے میں ایک نبی کو مبعوث کرنے کی ضرورت پیدا ہوگئی۔

(5) ﴿وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''اور آپ اہلِ مدین میں رہنے والے بھی نہ تھے کہ اُنہیں ہماری آیات

پڑھ کر سنا رہے ہوتے'' یعنی آپ ﷺ مدین میں بھی مقیم نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور مدین والوں کے بارے میں جو تعلیم دی ہے وہ بھی وحی کی بنا پر دی ہے۔

(6)﴿وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ ''مگر ہم ہی (رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں'' یعنی ہم نے ہی آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور وحی بھیج کر ساری باتیں بتائیں۔

سوال 2: یہاں بہت سی قومیں نسلیں پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد نبی ﷺ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کی اُمتیں ہیں۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ تک مدین کے حالات کیسے پہنچے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ تک مدین کے حالات وحی کے ذریعے پہنچے ورنہ آپ مدین کے رہنے والے تو نہ تھے کہ آپ انہیں پچھلے واقعات تلاوت کر کے سناتے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو کس مقصد کے لیے بھیجا ہے؟

جواب: رسولوں کے پچھلے واقعات سے باخبر کرنے کے لیے اور برے انجام سے آگاہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور آپ طور کے کنارے بھی نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا لیکن آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (46)

سوال: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور آپ طور کے کنارے بھی نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا لیکن آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا﴾ ''اور آپ طور کے کنارے بھی نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو پکارا'' رب العزت نے فرمایا کہ اے نبی آپ ﷺ طور کی دائیں جانب بھی نہیں تھے جس جگہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ جب ہم نے آواز دی تھی آپ ﷺ کو اس کا کیسے پتہ چل سکتا تھا اگر ہم وحی نہ کرتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا: یہ کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ'' (الشعراء:10)

(2)﴿اِذۡ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ''جب اُس کے رب نے اُسے مقدس وادی طویٰ میں پکارا۔'' (النازعات:16)

(3)﴿وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا﴾ ''اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اسے قریب کیا۔'' (مریم:52)

(4)''اس سے یہ ثابت کرنا مطلوب ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات پیش آئے آپ ان کے عینی شاہد نہیں تھے آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نہ ہوتے تو آپ کو ان کے واقعات کا کیسے علم ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے آپ سچے رسول ہیں۔''

(5)﴿قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ اِنِّىۡ مَلَكٌ‌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ‌ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ‌ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یقیناً کوئی فرشتہ ہوں، نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، آپ کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟'' (الانعام:50)

(6)﴿وَلٰـكِنۡ رَّحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ﴾ ''لیکن آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے'' رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا آپ ﷺ پر وحی نازل کی گئی آپ کو جو علم عطا کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

(7) یہ امر متعین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو یہ حالات اور خبریں پہنچی ہیں۔

(8)﴿لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ﴾ ''تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا'' یعنی اے نبی آپ ﷺ پر وحی اس لیے نازل کی ہے کہ آپ ﷺ اہل مکہ، قریش اور سارے عرب کو خبردار کریں جن کے پاس پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰسٓ ‌(۱) وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ (۲) اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ (۳) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (۴) تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ (۵) لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ (۶)﴾ ''یٰسٓ قسم ہے قرآن حکمت بھرے کی! بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر ہیں۔ یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے۔ تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کر دیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں۔'' (یسین:1-6)

(9)﴿لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' یعنی شاید کہ وہ خیر اور شر کے فرق میں غور کریں، خیر کو لائحہ عمل بنائیں اور شر کو ترک کر دیں۔ جب آپ ﷺ اس بلند مقام پر فائز ہیں تو ان پر فرض ہے وہ آپ پر ایمان لانے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنے میں جلدی کریں جس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے نہ اس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ اہل عرب کے لیے آپ کا انذار و تنذیر اس امر کی نفی نہیں کرتا کہ آپ کو دوسری قوموں کے لیے بھی مبعوث کیا گیا ہے۔ عربوں کے لیے انذار و تنذیر کی وجہ کہ آپ عرب تھے، آپ پر نازل کیا گیا قرآن عربی میں تھا اور آپ کی دعوت کے اولین مخاطب عرب تھے۔ اس لیے اصولی طور پر آپ کی دعوت عربوں کے لئے تھی

اور تبعاً دیگر قوموں کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَ كَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو۔'' (یونس:2) اور فرمایا:﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا﴾ ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' (الاعراف:158)(تفسیر سعدی:1990/2، 1992)

سوال 2: آپ ﷺ طور کی دائیں جانب نہ تھے اس سے کیا ثابت کرنا مطلوب ہے؟

جواب: اس سے یہ ثابت کرنا مطلوب ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو واقعات پیش آئے آپ ان کے عینی شاہد نہیں تھے آپ اللہ کے رسول نہ ہوتے تو آپ کو ان واقعات کا کیسے علم ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سچے رسول ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی رحمت کیا تھی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا آپ ﷺ پر وحی نازل کی گئی آپ کو جو علم عطا کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر کیوں بھیجا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس لیے نبی بنا کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو خبردار کر دیں جن کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا گیا۔

سوال 5: اہل عرب کے پاس کب سے کوئی نبی نہیں آیا تھا؟

جواب: اہل عرب کے پاس نبی ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

﴿وَلَوۡلَاۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ فَيَـقُوۡلُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَـتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

''اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن پر کوئی مصیبت آجاتی تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہوجاتے'' (47)

سوال:﴿وَلَوۡلَاۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ فَيَـقُوۡلُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَـتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن پر کوئی مصیبت آجاتی تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہوجاتے'' رسولوں کو حجت قائم کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن پر کوئی مصیبت آجاتی''، یعنی اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے پاس اس لیے بھیجا ہے تا کہ ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے۔ اگر ان پر ان کے کفر یا شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے تو یہ نہ کہہ سکیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (۱۵۶) اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ﴾ ''کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم ان کے (کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے۔ یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اُتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، تو بلا شبہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آچکی ہے پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی؟ ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے۔'' (الانعام: 157,156)

(2)﴿فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا﴾ ''تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟'' یعنی وہ یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ ان کے پاس تو کوئی نبی، کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:165)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو ختم کرنے کے لیے نبی ﷺ کو اُن کی طرف رسول بنا کر بھیجا کیونکہ طویل زمانہ گزرنے کی وجہ سے دعوت بھلائی جا چکی تھی۔

(4)﴿فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے'' اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کے لیے اس لیے رسول بھیجا کیونکہ اگر اللہ کا عذاب آتا تو یہ پکار اُٹھتے کہ کیوں نہ ہماری طرف رسول بھیجا گیا کہ ہم آپ کی آیات پر ایمان لاتے اور آپکی تابعداری کرتے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اے اہلِ کتاب! یقیناً رسولوں کے ایک وقفے کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، تو یقیناً تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (المائدہ:19)

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُوۡتِیَ مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی ؕ اَوَلَمۡ یَکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ۚ قَالُوۡا سِحۡرٰنِ تَظٰہَرَا ۟ وقفه قف وَقَالُوۡۤا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوۡنَ﴾

''پھر جب اُن کے پاس ہماری جناب سے حق آ گیا تو اُنہوں نے کہا: ''اسے بھی کیوں نہ وہی کچھ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟'' اور کیا اُنہوں نے اُس کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: ''دونوں جادوگر ہیں، انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے،'' اور انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں'' (48)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُوۡتِیَ مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی﴾ ''پھر جب اُن کے پاس ہماری جناب سے حق آ گیا تو اُنہوں نے کہا: ''اسے بھی کیوں نہ وہی کچھ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟'' حجت قائم ہونے کے بعد عذاب آتا ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا﴾ ''پھر جب اُن کے پاس ہماری جناب سے حق آ گیا'' لوگوں نے کلام حق آنے کے بعد یہ اعتراض کیا کہ ہم پر وہ سب کچھ کیوں نہیں آیا جو سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام دیئے گئے؟

(2) ﴿قَالُوۡا﴾ ''اُنہوں نے کہا:'' قرآن کو جھٹلانے والوں نے کہا۔

(3) ﴿لَوۡلَاۤ اُوۡتِیَ مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی﴾ ''اسے بھی کیوں نہ وہی کچھ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟'' یعنی سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام پر تمام کتاب اکٹھی نازل کی گئی اور رہی وہ کتاب جو ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوئی ہے۔ تو وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ ان کے اس قول میں کون سی دلیل ہے؟ اور یہ کونسا شبہ ہے کہ اگر کتاب ٹکڑوں میں نازل ہوئی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو اس قرآن کا کمال ہے اور جس ہستی پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اعتنائے خاص ہے کہ اس نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اپنے رسول کو ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے اور مومنین کے ایمان میں اضافہ ہو۔ (سعدی: 21992)

سوال 2: ﴿اَوَلَمۡ یَکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ۚ قَالُوۡا سِحۡرٰنِ تَظٰہَرَا ۟ وَقَالُوۡۤا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور کیا اُنہوں نے اُس کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: ''دونوں جادوگر ہیں، انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے،'' اور انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں'' کافر معجزات کو نہیں مانتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمۡ یَکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''کیا بھلا اُنہوں نے اُس چیز کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دی گئی تھی؟'' کیا انہوں نے سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام پر نازل ہونے والی تورات مقدس کا انکار نہیں کیا تھا۔

(2) قرآن کو سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کی کتاب پر قیاس کرنا ایسا قیاس ہے جسے یہ خود ہی توڑ رہے ہیں۔ یہ قرآن کریم کو ایک ایسی کتاب پر کیونکر

قیاس کرتے ہیں جس کا یہ انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے؟ (تفسیر سعدی: 1992/2)

(3)﴿قَالُوۡا سِحۡرٰنِ تَظٰهَرَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''دونوں جادوگر ہیں، انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے''، یعنی قرآن مجید اور تورات دونوں جادو ہیں۔ ان کی جادوگری کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے۔

(4)﴿وَقَالُوۡۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوۡنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں'' اس سے مراد قرآن ہے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا۔ (5) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ یہ دونوں کتابوں اور دونوں رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔

﴿قُلۡ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ هُوَ اَهۡدٰى مِنۡهُمَاۤ اَتَّبِعۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی جناب سے کوئی کتاب لاؤ۔ جو ہدایت میں ان دونوں ہی سے بہتر ہو، میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم واقعی سچے ہو'' (49)

سوال: ﴿قُلۡ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ هُوَ اَهۡدٰى مِنۡهُمَاۤ اَتَّبِعۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی جناب سے کوئی کتاب لاؤ۔ جو ہدایت میں ان دونوں ہی سے بہتر ہو، میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم واقعی سچے ہو'' رب العزت نے قرآن اور تورات پر جادوگری کے الزام کا جو جواب دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلۡ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ پھر تم ہی اللہ تعالیٰ کی جناب سے کوئی کتاب لاؤ'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ آپ تورات اور قرآن کا انکار کرنے والوں سے کہہ دیں کہ آپ لوگ کوئی ایسی کتاب لے آئیں۔

(2)﴿هُوَ اَهۡدٰى مِنۡهُمَاۤ﴾ ''جو ہدایت میں ان دونوں ہی سے بہتر ہو'' جو تورات اور قرآن سے زیادہ ہدایت والی ہو جس سے حق ثابت ہو اور جس سے باطل کو رد کیا جا سکے۔ (3)﴿اَتَّبِعۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾ ''میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم واقعی سچے ہو'' یعنی اگر تم ایسی کتاب لے آتے ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا۔

(4) اور وہ ایسی کتاب لانے پر قادر نہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ قرآن اور تورات جیسی کتاب تصنیف کر لائے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے، تب سے علم و ہدایت، بیان و تبیین اور مخلوق کے لیے رحمت کے اعتبار سے ان دو کتابوں جیسی کوئی اور کتاب وجود میں نہیں آئی۔ یہ داعی کا کمال انصاف ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اس کا مقصد حق اور رشد و ہدایت ہے اور وہ ایسی کتاب لے کر آیا ہے جو حق پر مشتمل ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے موافق ہے، اس لیے ان دونوں کے سامنے سرنگوں ہونا ہم پر واجب ہے کیونکہ دونوں کتابیں حق و ہدایت پر مشتمل ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ حق اور ہدایت پر مشتمل ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ ورنہ میں ہدایت اور حق کو چھوڑ کر کسی ایسی کتاب کی اتباع نہیں کر سکتا جو ہدایت اور حق پر مشتمل نہ

ہو۔ (سعدی: 1993/2) (5) حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کا انکار حق کی طلب کی بنا پر نہیں تھا۔ محض خواہش نفس کی وجہ سے تھا۔

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (50)

سوال: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں'' اس سے مراد ہے کہ اگر یہ قرآن اور تورات سے زیادہ ہدایت والی کتاب پیش کرنے کی بات نہ مان سکیں۔

(2) ﴿فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں'' آپ کو اچھے طریقے سے جان لینا چاہیے کہ انہوں نے حق اور ہدایت کو پہچان کر آپ ﷺ کا انکار نہیں کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی پیروی کو اس وجہ سے نہیں چھوڑا کہ وہ کسی اور پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو محض خواہشات نفس کی اتباع کرتے ہیں۔

(3) اس آیت میں دلیل ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کے قول کے خلاف قول کو اختیار کرتا ہے یا آپ ﷺ کی سنت کے خلاف کسی طریقے پر چلتا ہے وہ ہدایت کے راستے پر نہیں خواہشات کے راستے پر چل رہا ہے۔

سوال 1: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' خواہش نفس کی پیروی کرنے والے ہی گمراہ ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے'' اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے دلیل لیے بغیر محض اپنی رائے، اپنی خواہش کا پیروکار ہو۔

(2) انسان کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انسان کتاب ہدایت کو چھوڑ کر نفس کی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ

غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے''؟ (الجاثیہ:23)

(4) یہ شخص لوگوں میں گمراہ ترین شخص ہے کیونکہ اس کے سامنے ہدایت پیش کی گئی اور اسے صراط مستقیم دکھایا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے، مگر اس نے اس راستے کی طرف التفات کیا نہ اس ہدایت کو قبول کیا۔ اس کے برعکس اس کی خواہش نفس نے اس کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جو ہلاکت اور بدبختی کی گھاٹیوں کی طرف جاتا ہے اور وہ راہ ہدایت کو چھوڑ کر اس راستے پر گامزن ہوگیا۔ جس کا وصف ہو، کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گمراہ ہوسکتا ہے؟ اس کا ظلم وتعدی اور حق کے ساتھ اس کی عدم محبت اس بات کے موجب ہیں کہ وہ اپنی گمراہی پر جما رہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے محروم کردے۔ (تفسیر سعدی:1993/2، 1994)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اُس کی طرح ہے جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا؟ اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی؟'' (محمد:14)

(5) سیدنا قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے، ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الأَخْلَاقِ وَالأَعْمَالِ وَالأَهْوَاءِ﴾ ''یا اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے بری عادتوں اور برے عملوں اور بری خواہشوں سے۔ (ترمذی:3591)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ نے فرمایا ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں وہ کام مردود ہے۔'' (بخاری:2697)

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ '' یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں حق سے منہ موڑتے ہیں جس کی وجہ حق کو قبول کرنے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر انسان کفر اور شرک میں بھٹکتا رہتا ہے اور اُسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

سوال 2: اگر آپ کی بات نہ مانیں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اگر یہ قرآن اور تورات سے زیادہ ہدایت والی کتاب پیش کرنے کی بات نہ مان سکیں۔

سوال 3: انسان کی سب سے بڑی گمراہی کیا ہے؟

جواب: سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انسان کتاب ہدایت کو چھوڑ کر نفس کی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں، حق سے منہ موڑتے ہیں جس کی وجہ حق کو قبول کرنے کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر انسان کفر اور شرک میں بھٹکتا رہتا ہے اور اُسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

رکوع نمبر 9

﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقینا ہم نے اُنہیں بات پہنچادی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (51)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقینا ہم نے اُنہیں بات پہنچادی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ﴾ ''اور بلاشبہ یقینا ہم نے اُنہیں بات پہنچادی ہے'' یعنی ہم نے انہیں پوری تفصیل سے وضاحت کے ساتھ اپنی بات پہنچادی ہے۔ اور اپنی رحمت سے تھوڑا تھوڑا کر کے بات کو پہنچایا ہے۔ کہ ہم نے پچھلے لوگوں کے ساتھ کیا کیا اور آئندہ آنے والوں کے ساتھ کیا کریں گے۔

(2) ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' جب ان پر آیات الٰہی بتکرار نازل ہوں گی۔ (تفسیر سعدی: 2/1994)

سوال 2: بات پہنچادینے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب رسولوں پر نازل کرتے رہے اور یوں اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

سوال 3: انسانوں تک مسلسل پیغام پہنچانے کا مقصد کیا تھا؟

جواب: (1) پیغام پہچانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ بُرے انجام سے نصیحت حاصل کریں۔

(2) پیغام پہچانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ایمان لے آئیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں'' (52)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں'' اہل کتاب کے اولیاء اللہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے'' اس سے مراد اہل تورات اور اہل

انجیل ہیں ان کے علماء جو اولیاء اللہ ہیں۔

(2)﴿هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’وہ اس پر ایمان لاتے ہیں‘‘ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ’’جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔‘‘ (البقرہ:121)

(3)﴿وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ’’اور بے شک اہلِ کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقینا ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے، یہی لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘ (ال عمران:199)

(4)﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ ’’آپ کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، یقینا اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب! یقینا ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے۔‘‘ (بنی اسرائیل:108,107)

سوال 2: وہ کون لوگ تھے جو کتاب بھی رکھتے تھے اور قرآن مجید پر بھی ایمان لائے تھے؟

جواب: (1) اس سے مراد وہ یہودی ہیں جو ایمان لے آئے مثلاً عبداللہ ابن سلام وغیرہ۔

(2) اس سے مراد وہ عیسائی بھی ہیں جو حبشہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور قرآن مجید سن کر اسلام لے آئے تھے۔

﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾

’’اور جب وہ اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں، یقینا ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے یقینا ہم تو اس سے پہلے ہی فرماں بردار ہیں‘‘ (53)

سوال 1:﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾ ’’اور جب وہ اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں، یقینا ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے، یقینا ہم تو اس سے پہلے

ہی فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ﴾ ''اور جب وہ اُنہیں پڑھ کرسنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں''، یعنی جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ غور سے سنتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

(2)﴿اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ﴾ ''یقینا ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے'' کیونکہ یہ ان کتابوں کے موافق ہے جنہیں انبیاء ورسل لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور ان کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے اس کے عین مطابق ہے، سچی خبروں اور حکمت پر مبنی اوامر ونواہی پر مشتمل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی شہادت مفید اور ان کا قول نفع مند ہے۔ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں، علم وبصیرت کی بنیاد پر کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل خبر اور اہل کتاب ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا قرآن کو رد کرنا اور اس کی مخالفت کرنا ان کے لئے حجت ہونا تو کجا، وہ کسی شبہ پر بھی دلالت نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ جاہل یا حق کے بارے میں معاند متجاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ ''کہہ دو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ یقینا جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے یہ پڑھا جاتا ہے، وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:107) (تفسیر سعدی:2/2000)

(3)﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾ ''یقینا ہم تو اس سے پہلے ہی فرماں بردار ہیں''، یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں پہلے بھی اسلام لانے کی توفیق دی ہم اس پر قائم رہے اور اب ہم قرآن مجید پر ایمان لائے ہیں۔

سوال 2: کسی نبی کی دعوت پر ایمان لانے والے پہلے سے کیسے مسلمان تھے؟

جواب: نبیوں کی دعوت کا یہ سلسلہ رہا ہے کہ ایک نبی کی دعوت سے پہلے والے نبی نے دعوت دی یوں اس نبی پر لوگ ایمان لے آئے بعد میں اگلے نبی کے آنے پر اُس پر بھی ایمان لے آئے اور یوں پہلے بھی مسلمان تھے اور نئے نبی پر ایمان لا کر بھی مسلمان ہوئے۔

سوال 3: یہ بات رسول اللہ سے کن لوگوں نے کہی تھی کہ ہم پہلے سے مسلمان ہیں؟

جواب: یہ بات عیسائیوں اور یہودیوں میں سے ان لوگوں نے کہی جو قرآن کو سنتے ہی ایمان لے آئے کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔

سوال 4: کیا سابقہ دور میں بھی مسلمان موجود تھے؟

جواب: سارے انبیاء کو ماننے والے مسلمان ہی تھے یہودی، عیسائی وغیرہ جیسے نام تو لوگوں نے خود رکھ لیے تھے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں اُن کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اُس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا، اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہم نے اُنہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' (54)

سوال:﴿اُولٰٓئِكَ يُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں ان کا اجر دومرتبہ دیا جائے گا اُس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا، اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہم نے اُنہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اُولٰٓئِكَ يُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں ان کا اجر دومرتبہ دیا جائے گا اُس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا''یعنی جو لوگ دونوں کتابوں پر ایمان لائے تو انہیں دو دفعہ ایمان لانے کا دوہرا اجر ملے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنے عمل پر ثابت قدم رہے انہوں نے صبر کیا اور کوئی چیز انہیں ایمان سے ہٹا نہ سکی اس لیے ان کے لیے دوہرا اجر ہے۔

(2) صبر سے مراد ثابت قدمی ہے یعنی انبیاء اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کے بعد جو حالات بھی پیش آئے اس میں ثابت قدم رہے۔

(3) ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے والد (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دوگنا ثواب ملتا ہے اول وہ شخص جس کی کوئی لونڈی ہو، وہ اسے تعلیم دے اور تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے، اسے ادب سکھائے اور اس میں اچھے طریقے سے کام لے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے تو اسے دوہرا اجر ملے گا، دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو کہ پہلے (اپنے نبی پر) ایمان لایا تھا، پھر نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اسے بھی دوہرا اجر ملے گا، تیسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے آقا کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے۔ (بخاری:3011)

(4)﴿وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ ''اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں'' (i) اس سے مراد بُرائی کا جواب بُرائی سے نہ دینا ہے۔ (ii) اس سے مراد بُرائی کا جواب نیکی سے دینا ہے یعنی معاف کر دینا اور درگزر کرنا۔

(5) یعنی ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ان کی عادت اور طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو کوئی قول و فعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے تو یہ اچھی بات اور اچھے فعل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس خلق عظیم کی فضیلت کا اچھی طرح علم ہے اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ اس خلق عظیم کی توفیق کسی خوش قسمت ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/2000,2001)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِىۡ بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيۡمٌ (۳۴) وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِيۡمٍ (۳۵)﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اُس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔ اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اُس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔'' (حم السجدہ:35,34)

(7)﴿وَالَّذِيۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عُقۡبَى الدَّارِ (۲۲) جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُوۡنَ

عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور جو بھلائی سے بُرائی کو ہٹاتے ہیں ان ہی کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ابدی باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا،سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!'' (الرعد:23,22)

(8)﴿وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ﴾ ''اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنے فاضل مالوں کا صدقہ کرتے ہیں۔

(9)(i) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ وہ شخص کرسکتا ہے جو اپنی خواہشات پر قابو پالے۔(ii) وہ شخص انفاق کرسکتا ہے جو اعلیٰ اقتدار کو اہمیت دے

(10) رب العزت نے فرمایا:﴿وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا يَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِيۡرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الۡيَوۡمِ وَلَقّٰهُمۡ نَضۡرَةً وَّسُرُوۡرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰهُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّةً وَّحَرِيۡرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوۡنَ فِيۡهَا شَمۡسًا وَّلَا زَمۡهَرِيۡرًا ﴿۱۳﴾﴾ ''اور وہ باجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ۔ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔ اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا۔ وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔'' (الدھر:8-13)

﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۫ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِى الۡجٰهِلِيۡنَ﴾

''اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے'' (55)

سوال1:﴿ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۫ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِى الۡجٰهِلِيۡنَ ''اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے

لیےتمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کونہیں چاہتے'' اللہ والے بری مجلسوں اور برے لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾''اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں''یعنی اللہ والے نہ تو ایسی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں اور نہ ایسے لوگوں کے ساتھ ملتے جلتے ہیں جو بے ہودہ باتیں کرتے ہیں۔ان کا طرز عمل ایسے مواقع پر یہ ہوتا ہے کہ وہ شرافت سے گزر جاتے ہیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾''اور جولوگ جھوٹ میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ کام پر سے گزرتے ہیں تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔''(الفرقان:72)رحمن کے بندے لغو کاموں اور بے ہودہ باتوں سے بچتے ہیں۔

(2)﴿وَقَالُوْا﴾''اور وہ کہتے ہیں'' وہ اللہ والے کہتے ہیں۔

(3)﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾''کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیےتمہارے اعمال ہیں''یعنی ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا۔کوئی کسی دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

(4)﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾''تمہیں سلام ہو''یعنی جب کوئی ان سے جہالت سے پیش آئے تو وہ بھلائی اور سلامتی کی دعا کے سوا کچھ نہیں کہتے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔''(الفرقان:63)

(5)﴿لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾''ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے''یعنی ہم جاہلوں کی طرح جواب نہیں دیں گے۔

(6)ہجرت حبشہ کے بعد جب حبشہ کے لوگ اسلام اور اس دعوت سے متعارف ہوئے تو وہاں سے بیس آدمی، جو عیسائی تھے اس غرض کے لئے مدینہ آئے کہ تحقیق کر لیں کہ پیغمبر اسلام کیسا شخص ہے؟اور جب یہ لوگ آپ ﷺ سے ملے اور گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بڑے پرزور طریقہ پر آپ کی تصدیق اور تائید کی۔اور جب یہ لوگ واپس حبشہ جا رہے تھے تو ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے آوازے کسے کہ ایسے احمقوں کے قافلے کو آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا جو ایک شخص کی تصدیق کے لئے آئے تھے۔اور اب اس کے غلام بن کر اور اپنا دین چھوڑ کر جا رہے ہیں۔انہوں نے جواب میں کہا: ہماری طرف سے تم پر سلام ہو ہم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دینا چاہتے۔ہم میں اور تم میں جو جس حال پر ہے وہی کچھ اس کا حصہ ہے۔ہم نے اپنے آپ کا بھلا چاہنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔(البدایہ والنہایہ:82/3)

سوال 2: لغو سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں اس سے مراد دین کا مذاق اُڑانا ہے۔

سوال3: لغو کا عام مفہوم کیا ہے؟

جواب: اس کے عام مفہوم میں فضول باتیں، بے فائدہ کام، لا حاصل کلام ہے جس سے کوئی مفید نتیجہ بر آمد نہ ہو۔

سوال4: اہل ایمان لغو سن کر کیا کرتے ہیں؟

جواب: اہل ایمان لغو سے اعراض کرتے ہیں یعنی لغو کرنے والوں سے نہ غصہ کرتے ہیں، نہ انہیں روکتے ہیں، وہ انہیں چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔

سوال5: اہل ایمان اہل لغو سے کیسے الگ ہوتے ہیں؟

جواب: اہل ایمان اہل لغو سے اس خواہش کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں کہ کاش وہ بھی ہدایت پا جائیں۔

سوال6: جاہلوں کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: (1) قیمتی وقت ضائع کرنا۔ (2) لغو میں شریک ہونا۔

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾

''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' (56)

سوال: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے آیت کی کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے'' ہدایت دینا کسی نبی کا کام نہیں۔ نبی کا کام پیغام پہنچا دینا ہے۔ پیغام پہنچانے کے بعد آگے اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے نہ دے جسے وہ ہدایت نہیں دیتا اس میں بھی اس کی بڑی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ﴾ ''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں'' (البقرہ:270)

(3) ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ نے ابو طالب کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا؟ کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ ﷺ کی وجہ سے (لوگوں پر) غضبناک ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! وہ دوزخ کے اوپر کے حصے میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا (یعنی ان کے لیے دعا نہ کرتا) تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے حصے

میں ہوتے۔(مسلم:510)

(5)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا تذکرہ ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا شاید کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے ابوطالب کو فائدہ پہنچے کہ دوزخ کے اوپر والے حصے میں لایا جائے کہ جہاں آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس کی شدت سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا۔(مسلم:513)

(6)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں میں سے سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا اور اسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ (اُبل) کھول رہا ہوگا(مسلم:515)

(7)﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے''(i)اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت دیتے ہیں جسے ہدایت عطا کرنا چاہتے ہیں۔(ii)اللہ تعالیٰ کی کسی کی چاہت کی وجہ سے ہدایت کا فیصلہ نہیں کرتے۔(iii)اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت دیتے ہیں جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔

(8)﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور یقینا آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں''میں رسول اللہ ﷺ کے لئے ہدایت کا اثبات،تو یہ ہدایت بیان وارشاد ہے۔رسول اللہ ﷺ صراط مستقیم کو واضح کرتے ہیں لوگوں کو اس پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور لوگوں کو اس پر گامزن کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتے ہیں۔رہی یہ بات کہ آیا آپ دلوں میں ایمان پیدا کرنے پر قادر ہیں اور فعل کی توفیق عطا کر سکتے ہیں۔تو حاشا وکلا!ایسا ہرگز نہیں۔لہذا اگر آپ اس پر قادر ہوتے تو آپ اس شخص کو ضرور ہدایت سے سرفراز فرماتے جس نے آپ پر احسان فرمایا تھا،جس نے آپ کو اپنی قوم سے بچایا اور آپ کی مدد کی۔یعنی آپ کا چچا ابوطالب مگر آپ نے ابوطالب کو دین کی دعوت دی اور کامل خیر خواہی کے ساتھ اس پر احسان کیا اور یہ اس احسان سے بہت زیادہ ہے جو آپ کے چچا نے آپ کے ساتھ کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(الشوریٰ:52)(تفسیر سعدی:2/2001,2002)

(9)﴿وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ چونکہ دلوں کا حال جانتا ہے اس لیے وہی اس کا علم رکھتا ہے کہ کس کے اندر قبول حق کی استعداد ہے اور کس کے اندر نہیں وہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا۔

(10)(سیدنا مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ)نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔نبی ﷺ نے فرمایا چچا!آپ صرف کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ دیجئے تا کہ اس کلمے کے ذریعے اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کروں۔اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟نبی ﷺ بار بار ان سے یہی کہتے رہے(کہ آپ صرف یہی ایک کلمہ پڑھ لیں)اور یہ دونوں بھی اپنی بات ان کے سامنے بار بار دہراتے رہے(کہ کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟)آخر ابوطالب کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا کہ وہ عبدالمطلب کے

مذہب پر ہی قائم ہیں انہوں نے ''لاالہ الا اللہ'' پڑھنے سے انکار کردیا۔راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم!میں آپ کے لیے طلب مغفرت کرتا رہوں گا تا آنکہ مجھے اس سے روک نہ دیا جائے پھراللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی ''نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں'' اورخاص ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی نبی ﷺ سے کہا گیا کہ ''جس کوتم چاہو ہدایت نہیں کرسکتے البتہ اللہ ہدایت دیتاہے اسے جس کے لیے وہ ہدایت چاہتا ہے۔'' (بخاری:4772)

﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَاؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ اگرہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین ہی سے ہم اُچک لیے جائیں گے اور کیا ہم نے اُنہیں ایک پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھینچ کرلائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں'' (57)

سوال1:﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگرہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین ہی سے ہم اُچک لیے جائیں گے'' کافروں کے عذر ''مسلمان ہوں تو اچک لیے جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگرہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں'' اہل مکہ نے خوف کا اظہار کیا کہ اگرہم اسلام قبول کرلیں گے توہمیں یہاں رہنے نہیں دیا جائے گا۔ہم مالی لحاظ سے کمزور ہوجائیں گے۔

(2)﴿نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا﴾ ''تو اپنی زمین ہی سے ہم اُچک لیے جائیں گے'' یعنی ہمیں قتل کرکے،قیدی بنا کراورہمارا مال ومتاع لوٹ کرزمین سے اچک لیا جائے گا کیونکہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اورآپ کی مخالفت کرتے ہیں لہذا اگرہم نے آپ کی اتباع کی توہمیں تمام لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا اورہم لوگوں کی دشمنی مول نہیں لے سکتے۔ان کا یہ کلام اللہ تعالی کے بارے میں ان کے سوءظن پردلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کوفتح ونصرت سے نوازے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا، بلکہ اس کے برعکس وہ لوگوں کواپنے دین کے حاملین پرغالب کرے گا جوانہیں بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے اوروہ سمجھتے تھے کہ باطل حق پرغالب آجائے گا۔(تفسیر سعدی2/2002,2003)

سوال2:﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور کیا ہم نے اُنہیں ایک پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھینچ کرلائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ''اور کیا ہم نے اُنہیں ایک پُرامن حرم میں جگہ نہیں دی'' رب العزت نے اہل مکہ کے عذر

کا جواب دیا ہے کہ یہ بتاؤ کہ کیا ہم نے حرم کو پر امن نہیں بنایا۔تمہیں امن وامان والے شہر میں جگہ نہیں دی۔

(2) یعنی یہ کیسے ممکن ہے کہ جواب تمہیں کفر اور شرک کی حالت میں امن سے رکھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد امن وامان سے نہ رکھے گا۔

(3)﴿یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ ''جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھنچ کر لائے جاتے ہیں'' یعنی وہ علاقہ جہاں پھل پیدا نہیں ہوتے ہر قسم کے پھل، کھانے اور دیگر ساز وسامان کیسے کھینچا چلا آتا ہے۔اس کثیر رزق پر انہیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نبی ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے۔

(4)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں'' (i) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ امن کیسے ملے گا اور خوف کہاں سے ملتا ہے۔(ii) اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے خدشات کو کیسے دور کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اُن کے عذر کو غیر معقول قرار دیتے ہوئے ان سے پوچھا کہ کیا ہم نے انہیں امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کو توجہ دلائی کہ کیا ہر طرف سے رزق کے طور پر پھل اُن کی طرف نہیں کھنچے آتے؟ اس کا مشاہدہ ہر سال لاکھوں افراد کرتے ہیں کہ دنیا کا بہترین رزق کیسے حرم تک پہنچتا ہے؟

﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ
اِلَّا قَلِیْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ﴾

''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اِتراتی تھیں تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں
اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں'' (58)

سوال 1:﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِیْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اِتراتی تھیں تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں'' سرکشی میں مبتلا قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اِتراتی تھیں'' رب العزت نے اہل مکہ کو تنبیہہ کی ہے کہ ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنی معشیت پر اتراتی تھیں۔ان قوموں نے سرکشی اختیار کی اور اللہ کا شکر ادا نہیں کیا تو رب العزت نے انہیں عذاب سے ہلاک کر دیا۔

(2) بستیوں کی ہلاکت کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اترانا اور ان کا شکر ادا نہ کرنا، اور حق کو نظر انداز کرنا ہے۔

(3)﴿فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں'' یعنی جب عذاب آیا تو ایسی تباہی آئی کہ پھر وہ بستیاں کبھی آباد نہ ہوئیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔'' (الحج:45)

(4)﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو پُرامن اور مطمئن تھی، اُس کا رزق وافر مقدار میں اُس کے پاس ہر جگہ سے آرہا تھا پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اس کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (النحل:112)

(5)﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا وارث ہے یعنی وہ بستیاں اب اجاڑ کھنڈر ہیں جن میں کوئی رہنے والا نہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بستیوں کی ہلاکت کو سمجھانے کے لیے کیا فرمایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ عاد، ثمود، سبا، مدین وغیرہ کی تباہ حال بستیاں ہیں ان کے کھنڈروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو اپنے تکبر کے بعد یہ تھوڑا عرصہ ہی اپنے علاقوں میں بسے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مزید توجہ دلائی کہ دیکھو ہم ہی وارث ہوئے ہیں ان میں سے کوئی نہ رہا جو ان کا وارث بنتا۔

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾

''اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں'' (59)

سوال:﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ﴾ ''اور آپ کا رب نہیں''یعنی اے رسول ﷺ آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ

(2)﴿مُهْلِكَ الْقُرٰى﴾ ''بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں''وہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے۔

(3)﴿حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا﴾ ''یہاں تک کہ اُن کے مرکز میں رسول بھیج دے''یعنی جب تک کہ رسول بھیج کر انہیں خبردار اور بے دار نہیں کر دیتا۔جیسا کہ ام القری مکہ میں آخری رسول بھیجا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کر دیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔''(الانعام:92)

(4) نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں:اے لوگو!یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں،وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے،سوتم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''(الاعراف:158)

(5)﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا﴾ ''جو انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائے''یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی طرف رسول بھیج کر انہیں اپنا پیغام نہ پہنچا دے۔اور رسول،اللہ تعالیٰ کی آیات کو پڑھ کر سناتا ہے۔

(6)﴿وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب اُن کے رہنے والے ظالم ہوں''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ بستیوں کے رہنے والوں کے ظلم کی وجہ سے انہیں تباہ کرتا ہے۔

(7) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو(اپنے اوپر)ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔''(بخاری:4686)

﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے،تو کیا نہیں تم سمجھتے؟''(60)

سوال:﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ

تمہیں دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، تو کیا نہیں تم سمجھتے؟'' دنیا ناپائیدار اور فانی ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے'' رب العزت نے خطاب کیا ہے ان سب لوگوں سے جو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں کہ یہ مال ومتاع، لذتیں جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے۔

(2)﴿فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا﴾ ''سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے'' یعنی مخلوق کو جو کچھ بھی عطا کیا گیا ہے وہ صرف دنیا کی متاع اور زینت ہیں۔ بندہ تھوڑے وقت کے لیے ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۶)﴾ ''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جن لوگوں نے صبر کیا یقیناً انہیں ہم ضرور زیادہ اچھا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (النحل:96)

(3)﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' یعنی جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ ہمیشہ رہنے والی بھی ہیں اور اپنے اوصاف کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔

(4)﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا نہیں تم سمجھتے'' کیا تم لوگوں میں عقل نہیں جس کے ذریعے سے تم دونوں امور کے مابین موازنہ کرسکو کہ کون سی زندگی ترجیح دیئے جانے کی مستحق ہے اور کون سی زندگی اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے بھاگ دوڑ کی جائے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق، آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور اگر کوئی آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے تو اس کا باعث اس کی کم عقلی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/2005,2004)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (۱۷)﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ:16-17)

(6)﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔'' (آل عمران:198)

(7) سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بنی فہر کے بھائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے کہ جس طرح تم سے کوئی آدمی اپنی انگلی اس (دریا) میں ڈال دے۔ یحییٰ نے شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور پھر اس انگلی کو نکال کر دیکھے کہ اس میں کیا لگتا ہے۔ (مسلم:7197)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور کسی کان نے نہ سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی گمان وخیال پیدا ہوا۔ اللہ کی ان نعمتوں سے واقفیت اور آگاہی تو الگ رہی (ان کا کسی کو گمان وخیال بھی پیدا نہیں ہوا) پھر نبی ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ ''سو کسی

نفس مومن کو معلوم نہیں جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا (جنت میں) ان کے لئے چھپا کر رکھا گیا ہے، یہ بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا جو وہ دنیا میں کرتے رہے۔ (بخاری:4780)

رکوع نمبر 10

﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾

"تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے، پس وہ اُس کو ملنے ہی والا ہے، اُس شخص کی مانند ہے جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دیا ہے؟ پھر وہ قیامت کے دن حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا" (61)

سوال1: ﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾ "تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے، پس وہ اُس کو ملنے ہی والا ہے، اُس شخص کی مانند ہے جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دیا ہے؟ پھر وہ قیامت کے دن حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا" مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ﴾ "تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے، پس وہ اُس کو ملنے ہی والا ہے" کیا وہ مومن جو ایمان لایا جو اطاعت کر کے اپنے آپ کو وعدہ حسن یعنی جنت کا مستحق بنا لیتا ہے۔ پھر اس وعدے کو اللہ کے اذن سے پانے والا ہے۔

(2) ﴿كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ "اس شخص کی مانند ہے جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دیا ہے؟" کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو جانوروں کی طرح کھاتا پیتا اور وہ نکاح کرتا ہے۔

(3) ﴿ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾ "پھر وہ قیامت کے دن حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا" جو اللہ تعالیٰ کو اس کے وعدوں اور ڈراووں کو جھٹلاتا ہے۔ وہ دنیا کے تھوڑے سے عیش کے بعد قیامت کے دن عذاب میں حاضر ہونے والا ہے جس سے وہ کبھی نکلنے والا نہیں۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (٥٥) قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (٥٦) وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (٥٧) اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ (٥٨) اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ "پس وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے درمیان دیکھے گا۔ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے۔ اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں ان حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا۔ تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ مگر پہلی بار کی ہماری موت اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں

ہیں؟'' (الصفت:55-59)

(4)﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً جنوں کو معلوم ہے کہ یقینا وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔'' (الصفت:158)

(5) اللہ تعالیٰ نے دوطرح کے انسانوں کا نمونہ اس لیے پیش کیا ہے تا کہ لوگ اپنے لیے راستے کا انتخاب کرسکیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ دے رکھا ہوا اور وہ اُسے پانے والا ہے اور دوسرا وہ جسے دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ دے رکھا ہو پھر وہ قیامت کے دن عذاب میں حاضر ہونے والا بھی ہوگا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اب تم دیکھ لو تمہیں کون سا راستہ اختیار کرنا ہے؟

(6) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ اکثر اوقات کون سی دعا مانگا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ کثرت سے جو دعا مانگا کرتے تھے وہ یہ تھی: ﴿اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔'' (مسلم:6840)

(7) عقل مند شخص کو اسی چیز کو ترجیح دینی چاہیے جو ترجیح دینے کے قابل ہو۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾

''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکار کر کہے گا: ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' (62)

سوال: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکار کر کہے گا: ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' قیامت کے دن مشرکوں کی شدید پوچھ گچھ کی وضاحت کریں؟

(1)﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکار کر کہے گا:'' قیامت کے دن رب العزت مشرکوں سے سوال کرے گا۔

(2)﴿فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ کہاں ہے ان کی طاقت جس سے وہ تمہیں نفع یا نقصان دیتے رہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقینا اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقینا وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقینا ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:94)

(3) یہ مشرکوں کی ذلت کے لیے سوال کیا جائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے نام کی تم نیازیں دیتے تھے۔ کیا وہ تمہاری مدد کرنے کے قابل

ہیں؟ کیا وہ تمہیں میرے عذاب سے بچا سکتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان رکھتے تھے۔

﴿قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا‌ ۚ اَغۡوَيۡنٰهُمۡ كَمَا غَوَيۡنَا‌ ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ‌ مَا كَانُوۡۤا اِيَّانَا يَعۡبُدُوۡنَ﴾

''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم نے انہیں ویسے ہی بہکایا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے، ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے'' (63)

سوال: ﴿قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا﴾ ''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ﴾ ''جن پر بات ثابت ہو چکی وہ کہیں گے: ''اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پا چکے۔ (2) سردار اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیں گے اور کہیں گے۔

(3) ﴿رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''اے ہمارے رب! یہ وہ لوگ ہیں'' یعنی اے ہمارے رب یہی وہ پیروی کرنے والے ہیں۔

(4) ﴿الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا﴾ ''جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا'' جن کو ہم نے گمراہ کیا۔

(5) ﴿اَغۡوَيۡنٰهُمۡ كَمَا غَوَيۡنَا﴾ ''ہم نے انہیں ویسے ہی بہکایا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے۔'' یعنی جس طرح ہم گمراہ تھے اسی طرح ہم نے انہیں بھی گمراہ کیا ہم میں سے ہر ایک پر عذاب واجب ہو گیا۔

(6) ﴿تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ﴾ ''ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں'' ہم ان سے ان کے عمل سے ان کی عبادت سے دست بردار اور بے زار ہیں۔ (7) ﴿مَا كَانُوۡۤا اِيَّانَا يَعۡبُدُوۡنَ﴾ ''یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے'' یعنی یہ ہماری عبادت نہیں شیطان کی عبادت کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا (٨١) كَلَّا‌ ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلدی ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔'' (مریم:82,81)

(8) ﴿اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ (١٦٦) وَقَالَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا ‌ؕ كَذٰلِكَ يُرِيۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنَ النَّارِ﴾ ''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی وہ کہیں گے: ''کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے

بالکل بے تعلق ہوجائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے''۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں۔'' (البقرہ:167,166)

﴿وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ‌ ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ﴾

''اور کہا جائے گا: ''اپنے شریکوں کو بلاؤ'' سو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے کاش کہ واقعتاً وہ ہدایت پا جاتے!'' (64)

سوال: ﴿وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ‌ ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ ''اور کہا جائے گا: ''اپنے شریکوں کو بلاؤ'' سو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ اُنہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے کاش کہ واقعتاً وہ ہدایت پا جاتے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ﴾ ''اور کہا جائے گا: ''اپنے شریکوں کو بلاؤ'' اس سے مراد ہے کہ ان سے مدد کی درخواست کرو جیسے دُنیا میں کرتے تھے۔

(2) یعنی جن سے تمہیں امید تھی وہ تمہیں نفع پہنچائیں گے اور جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دور کر دیں گے انہیں پکارو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تا کہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔'' (مریم:81)

(3) ﴿فَدَعَوۡهُمۡ﴾ ''سو وہ انہیں پکاریں گے'' تا کہ وہ عذاب سے بچ جائیں۔

(4) ﴿فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ﴾ ''تو وہ اُنہیں کوئی جواب نہ دیں گے'' مگر ادھر سے جواب نہیں آئے گا۔

(5) ﴿وَرَاَوُا الۡعَذَابَ﴾ ''اور وہ عذاب دیکھ لیں گے۔'' وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کو جھٹلایا کرتے تھے۔

(6) ﴿لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ ''کاش کہ واقعتاً وہ ہدایت پا جاتے!'' وہ عذاب دیکھنے کے بعد تمنا کریں گے کاش وہ ہدایت پا لیتے۔ دنیا میں انہیں جنت کے راستہ کی طرف راہنمائی مل جاتی۔

(7) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ کل عذاب کو دیکھ لینے کے بعد یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہدایت پا جاتے اب موقع ہے ہدایت کا راستہ کھلا ہے، فائدہ اُٹھا لیں۔

﴿وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾

''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) اُنہیں پکارے گا پس فرمائے گا: ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' (65)

سوال 1: ﴿وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) اُنہیں پکارے گا پس فرمائے گا: ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' رسالت کے بارے میں جو سوال کیا جائے گا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) اُنہیں پکارے گا پس فرمائے گا:'' جس دن اللہ تعالیٰ ان سے پکار کر پوچھے گا۔

(2) ﴿مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' تم نے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ انہیں کیا جواب دیا تھا؟ کیا ان کی تصدیق کر کے ان کی پیروی کی تھی یا ان کو جھٹلا کر ان کی مخالفت کی تھی؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوۡمَ يَجۡمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اُجِبۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَا عِلۡمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں، بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔'' (المائدہ:109)

(3) ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسۡـَٔلَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (۹۲) عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (۹۳)﴾ ''سو قسم ہے آپ کے رب کی! یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ اس کے متعلق جو عمل وہ کرتے تھے۔'' (الحجر:92-93)

(4) ﴿يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ؕ قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰٓى اَنۡفُسِنَا وَغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَشَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ﴾ ''اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات سناتے ہوں اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں۔'' اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا اور وہ اپنے آپ پر خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہی کافر تھے۔'' (الانعام:130)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت دفنا دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو ''منکر'' اور دوسرے کو ''نکیر'' کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں میت سے پوچھتے ہیں، تم اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ (ترمذی:1071)

سوال 2: اللہ تعالیٰ میدان حشر میں رسولوں پر ایمان کے بارے میں کیا سوال کریں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہ سوال کریں گے کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا۔ کیا تم نے ہدایت کی دعوت قبول کر لی تھی۔

﴿فَعَمِيَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ يَوۡمَئِذٍ فَهُمۡ لَا يَتَسَآءَلُوۡنَ﴾

''تو اُس دن تمام خبریں اُن پر اندھی ہو جائیں گی سو وہ ایک دوسرے سے بھی نہیں پوچھیں گے'' (66)

سوال1:﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''تو اُس دن تمام خبریں اُن پر اندھی ہو جائیں گی سو وہ ایک دوسرے سے بھی نہیں پوچھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ﴾ ''تو اُس دن تمام خبریں اُن پر اندھی ہو جائیں گی۔'' خبر سے یہاں مراد دلائل ہیں باطل عقیدے کی خبر یا دلیل دنیا کی زندگی میں بھی درحقیقت کسی کے پاس نہیں ہے۔ دنیا میں بھی صرف کہانیاں، من گھڑت قصے اور مفروضہ کرامات ہیں آخرت میں جب اُن کی حقیقت کھل جائے گی تو یہ پتہ چلے گا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔

(2)﴿فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''سو وہ ایک دوسرے سے بھی نہیں پوچھیں گے۔'' وہ ایک دوسرے سے بھی سوال نہیں کر سکیں گے، نہ نسب کے بارے میں، نہ قرابت کے بارے۔ وہ سب کچھ دنیا میں تھا۔

سوال2: قیامت کے دن غیر اللہ کی عبادت کرنے والے ایک دوسرے سے سوال کیوں نہیں کریں گے؟

جواب: قیامت کے دن سوال نہ کرنے کا سبب یہ ہوگا کہ سب کو یقین ہوگا کہ وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔

﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ﴾

''پس رہا وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو امید ہے وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگا'' (67)

سوال:﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ﴾ ''پس رہا وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو امید ہے وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''پس رہا وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا'' قیامت کے دن وہ نجات پائے گا جو دنیا میں توبہ کر کے ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے۔

(2)﴿فَاَمَّا مَنْ تَابَ﴾ ''پس رہا وہ جس نے توبہ کی'' یعنی مشرکوں میں سے جس نے توبہ کی اور حق کی طرف رجوع کیا اور الوہیت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا اور عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا۔

(3)﴿وَاٰمَنَ﴾ ''اور ایمان لایا'' اور نبی ﷺ کی تصدیق کی۔

(4)﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیا'' اور اس کے مطابق عمل کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا۔ (جامع البیان:100/20)

(5)﴿فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ﴾ ''تو امید ہے وہ کامیاب لوگوں میں سے ہوگا'' یعنی جن میں یہ خصوصیات جمع ہو جائیں وہ خوف سے نجات اور فلاح پا جائیں گے۔

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا تو کہا: البتہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کا توشہ اور

توشہ دان ایک اونٹ پر ہو، پھر وہ چلے اور ایک ایسے میدان میں پہنچے جہاں کھانا اور پانی نہ ہو اور دوپہر کا وقت ہو جائے وہ اترے اور ایک درخت کے تلے سو جائے، اس کی آنکھ لگ جائے اور اونٹ چل دے جب جاگے اور ایک اونچائی پر چڑھے تو اونٹ نہ پائے، پھر دوسری اونچائی پر چڑھے کچھ نہ دیکھے، پھر تیسری اونچائی پر چڑھے کچھ نہ دیکھے، پھر لوٹ کر اپنی اسی جگہ میں آئے جہاں سویا تھا اور وہ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں اس کا اونٹ چلتا ہوا آئے یہاں تک کہ اپنی نکیل اس کے ہاتھ میں دے دے، البتہ اللہ تعالیٰ کو بندہ کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جب وہ اپنا اونٹ اسی طرح پاتا ہے۔ (مسلم:6958)

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

”اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور اُنہیں کوئی اختیار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں“ (68)

سوال 1: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ”اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور اُنہیں کوئی اختیار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں“ اللہ تعالیٰ تخلیق اور اختیار میں منفرد ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ”اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے“ اے محمد ﷺ! آپ کا رب اپنی مخلوق میں سے جو اور جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے اسے جیسا چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے (ایسر التفاسیر:1117,1116)

(2) ﴿وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ ”اور جسے وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور اُنہیں کوئی اختیار نہیں ہے“ (i) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے کوئی اپنی جانب سے تجویز نہیں دے سکتا نہ اس میں کوئی کمی بیشی کر سکتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ ہی مختلف مخلوقات کو مختلف فرائض کے لیے تیار کرتا ہے کسی کو کسی مخلوق کی حرکت، کسی فعل کے بارے میں کوئی اختیار نہیں سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ خلق اور اختیار میں تنہا ہے اس سے کوئی جھگڑ نہیں سکتا اس کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کی مشیت پر عدم اور وجود کا دارومدار ہے خیر و شر اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں میں سے کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو۔“ (الاحزاب:36)

(5)(i) اللہ تعالیٰ کو مختار کل سمجھ لینے والا کبھی پریشان نہیں ہوسکتا، نہ ہاتھ سے نکل جانے والی چیزوں کے بارے میں، نہ پیش آنے والے حادثات کے بارے میں۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے مختار کل ہونے کو سمجھ لینے والا کبھی تکبر اور اتراہٹ میں مبتلا نہیں ہوسکتا کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے بارے میں جان لیتا ہے کہ جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کسی کا کوئی کمال نہیں۔

(6) ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مشرکوں کے شرک اور باطل پرستوں کے باطل سے پاک قرار دیا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے مختار کل ہونے کی بات کس موقع پر کی گئی ہے؟

جواب: اہل مکہ نے کہا تھا کہ اگر ہم ہدایت کو قبول کرلیں تو اپنی زمین سے اُچک لیے جائیں اس کے لیے حساب کتاب کا منظر پیش کیا گیا اب یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ ان کے پاس تو امن اور خوف میں سے انتخاب کا اختیار بھی نہیں یعنی یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی کام کرتا ہے۔

﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾

''اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' (69)

سوال: ﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہی اسرار و رموز سے خبردار ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ﴾ ''اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں'' یعنی تیرا رب جانتا ہے جو کچھ وہ رسول کی عداوت کو شرک یا حق کی مخالفت میں سے کچھ بھی چھپاتے ہیں۔ (فتح القدیر: 229/4)

(2) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔'' (ق: 16)

(3) ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ﴾ ''اے ہمارے رب یقیناً آپ جانتے ہیں جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں۔'' (ابراہیم: 38)

(4) ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''وہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (التغابن: 4)

(5)(i) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کون ہدایت چاہتا ہے اور کون

گمراہی۔(ii)اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ جاننے والا اختیار رکھتا ہے وہ جزا وسزا دے گا۔

﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

’’اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے‘‘(70)

سوال 1:﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾’’اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے‘‘اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾’’اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں‘‘اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جسے چاہے چن لے۔وہ سارے اختیارات کا مالک ہے۔خلق اور اختیار اسی کا ہے۔

(2)﴿لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ﴾’’اُسی کے لیے تمام تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں‘‘اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں عدل اور حکمت ہے جس کی وجہ سے اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں حمد ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾’’اور وہ کہیں گے:’’سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں‘‘سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے!‘‘(الزمر:74)

(3)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:’’اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے ہے،تو آسمان اور زمین اور اس میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے۔آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء علیہم السلام سچے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔‘‘(بخاری:1120)

(4)﴿وَلَهُ الْحُكْمُ﴾’’اور اُسی کی حکومت ہے‘‘یعنی دنیا اور آخرت میں حکومت اسی کی ہے۔کوئی اس کا حکم نہیں ٹال سکتا وہی سب کے درمیان فیصلے کرتا ہے۔

(5)﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾’’اور اُسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے‘‘قیامت کے دن تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔وہ ہر ایک کو اس

کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دے گا۔اس کا کوئی عمل کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

(6) اللہ رب العزت نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ انسان نے لوٹ کر اس کے پاس جانا ہے وہ پوری طرح اللہ کے قبضے میں ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دنیا اور آخرت میں حمد کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے حمد اس لیے ہے کہ (1) وہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔ (2) وہ انصاف کرتا ہے۔

(3) وہ حکمت اور تدبیر اختیار کرتا ہے۔ (4) وہ انعامات عطا کرتا ہے۔ (5) وہی انجام تک پہنچاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا حکم کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾

''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' (71)

سوال 1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' رات اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسانوں پر احسان کرتے ہوئے ان کے لیے رات دن بنائے ہیں تاکہ وہ دن میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کریں اور رات میں سکون کر کے تھکاوٹ دور کریں۔ کیا اس کی مخلوق میں سے کوئی ایسا ہے جو رات اور دن بنانے پر قدرت رکھتا ہو۔

(2) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ﴾ ''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے کہا ہے کہ آپ ان سے کہیں کہ وہ غور کریں۔

(3) ﴿اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے'' یعنی غور کریں اگر قیامت تک ان کے لیے رات ہوتی تو نقصانات کے علاوہ وہ اس سے اکتا جاتے پھر یہ بتاؤ۔

(4) ﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون ہے جو دن کی روشنی لے آئے جس میں تم دیکھتے بھالتے اور اپنے کام کاج کرتے ہو۔

(5)﴿اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟'' یعنی جو بات تمہیں کہی جاتی ہے تم سنتے نہیں ہو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کو رات دن کے نظام سے اپنے اختیارات کی وسعت کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان سے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ اگر دن رات کا یہ نظام ختم کر کے ہمیشہ کے لیے تم پر رات مسلط کر دی جائے تو وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی عطا کرے گا کیا تم سنتے نہیں ہو؟

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟'' (72)

سوال: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟'' رات دن اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ﴾ ''آپ فرمائیں کیا تم نے دیکھا'' آپ ان سے کہہ دیں غور کریں۔

(2)﴿اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے'' اگر قیامت تک اللہ تعالیٰ تم پر دن طاری کر دے تو کام کاج کر کے لوگ تھک جاتے، زندگی وبال ہو جاتی، تھکن کیسے دور ہوتی؟ نقصانات الگ ہوتے۔

(3)﴿مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے۔ جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کون سی ہستی ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم آرام کر لو۔

(4)﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نہیں دیکھتے؟'' تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے۔ اور یقین کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی معبود حقیقی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کے نظام کے عادی انسان کے شعور کو بیدار کیا ہے کہ یہ بتاؤ اگر یہ دن ہمیشہ کے لیے دن ہو جائے، آرام کے لیے کبھی رات نہ آئے تو یہ بتاؤ وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں سکون کے لیے رات لا دے گا؟ کیا کسی کی اتنی قدرت ہے کہ وہ اتنے بڑے

واقعے کو ظہور میں لا سکے؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

(6) اللہ تعالیٰ نے رات ہمیشہ رہنے کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴾ اور ہمیشہ دن کے رہنے کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ یہ اس لئے کہ دیکھنے کا کام روشنی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تاریکی میں انسان دیکھ تو نہیں سکتا سن ضرور سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن:442/3)

﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو'' (73)

سوال1: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو'' رات اور دن کا نظام اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں۔

(i) دن اور رات اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہمارے لیے نعمت بن گئے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے رات کو تاریک بنایا تا کہ سب لوگ آرام کریں اور کوئی کسی کی نیند اور آرام میں خلل نہ ڈالے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دن کو روشن بنایا تا کہ انسان اپنی تجارت اور کام کر سکے۔ اگر دن کی یہ روشنی نہ ہوتی تو انسان مشکلات میں مبتلا ہو جاتا۔

(2) ﴿لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ''تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو'' تا کہ تم رات میں آرام کرو۔

(3) ﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو'' تا کہ دن میں کاروبار کرو، سفر کرو۔

(4) ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور تا کہ تم شکر کرو'' تا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی عبادت کر کے شکر ادا کرو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہر اُس شخص کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکر گزار بننا چاہے۔'' (الفرقان:62)

(5) ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور ان کو روشن بنایا، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے واقعتاً نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔'' (یونس:67)

(6) ﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (9) وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (10) وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ ''اور ہم نے تمہاری نیند کو باعث آرام بنایا۔ اور

ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔'' (النبا:9-11)

(7) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو وصیت کی اور فرمایا کہ جب بستر پر جانے لگو تو یہ دعا پڑھا کرو۔ ''اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور اپنا معاملہ تجھے سونپا اور اپنے آپ کو تیری طرف متوجہ کیا اور تجھ پر بھروسہ کیا، تیری طرف رغبت ہے تیرے خوف کی وجہ سے، تجھ سے تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جنہیں تو نے بھیجا۔'' پھر اگر وہ مرا تو فطرت (اسلام) پر مرے گا۔ (بخاری:6313)

(8) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ کہتے ﴿اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا﴾ ''اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔'' اور جب آپ بیدار ہوتے تو کہتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں زندہ کیا اس کے بعد کہ ہمیں موت (مراد نیند ہے) دے دی تھی اور تیری ہی طرف جانا ہے۔'' (بخاری:6314)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کی نعمتیں کیوں عطا کی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اس لیے عطا کی ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

(2) اپنی محبت اور خوف کے جذبات کو ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر دے۔

(3) اپنی صلاحیتوں، قوتوں اور مال کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق استعمال کرے۔

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾

''اور جس دن اللہ تعالیٰ اُنہیں پکارے گا، پس وہ کہے گا: ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' (74)

سوال 1: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور جس دن اللہ تعالیٰ اُنہیں پکارے گا، پس وہ کہے گا: ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' قیامت کے دن مشرکوں کی باز پرس ہو گی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور جس دن اللہ تعالیٰ اُنہیں پکارے گا، پس وہ کہے گا: ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو اس دن کو جب رب العزت پکاریں گے اور ان سے پوچھیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے رہے جو غیر اللہ کو عبادت کا مستحق سمجھتے رہے، جو یہ سمجھتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے بھی نفع نقصان کی طاقت رکھتے ہیں۔

(2) ﴿اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''میرے شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان رکھتے تھے؟'' اللہ تعالیٰ آواز دے کر پوچھیں

گے یہ بتاؤ کہ دنیا میں جن کو تم نے میرا شریک ٹھہرا رکھا تھا وہ سب کہاں گئے رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''جولوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (یونس:66)

(3)﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (٢٢) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (٢٣) اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟۔پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔'' (الانعام:22-24)

(4)﴿ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (٧٣) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''پھر اُن سے کہا جائے گا:''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟''وہ کہیں گے: ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے۔''اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے۔'' (المومن:74,73)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کے لیے کیسے انسانی شعور کو بیدار کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم گمان رکھتے تھے؟ شرکاء کی چونکہ کوئی حقیقت نہیں اس لیے انسان کو بڑی شرمندگی کے منظر میں رکھ کر جھنجھوڑا گیا ہے کہ کل کے جواب کے لیے سوچو تو سہی کیا بنے گی؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ آج ناحق شرک چھوڑ دیں؟

﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھینچ لائیں گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ یقیناً حق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ بھی اُن سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' (75)

سوال 1:﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھینچ لائیں گے پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ یقیناً حق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ بھی اُن سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' قیامت کے دن گواہیوں کے بعد ان سے جھوٹے معبود گم ہو جائیں گے،

آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا﴾ ''اور ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ کھینچ لائیں گے'' جب قیامت کے دن مشرک اور ان کے معبود اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کرے گا جو دنیا میں ان کے شرک پر گواہی دے گا۔(2) گواہ سے مراد پیغمبر ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا، نبی ﷺ کو میں پڑھ کے سناؤں؟ وہ تو آپ صلی ﷺ پر ہی نازل ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کو سورۃ نساء سنانی شروع کی، جب میں ﴿فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا﴾ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(بخاری:4582)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا﴾ ''اوراسی طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمّت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔'' (البقرہ:143)

(5)﴿فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا ﴿٤١﴾ يَوۡمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَعَصَوُا الرَّسُوۡلَ لَوۡ تُسَوّٰى بِهِمُ الۡاَرۡضُؕ وَلَا يَكۡتُمُوۡنَ اللّٰهَ حَدِيۡثًا ﴿٤٢﴾﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔'' (النساء:42,41)

(6)﴿فَقُلۡنَا هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ﴾ ''پھر ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل لاؤ'' یعنی اپنے شرک پر دلیل لاؤ کہ ہم نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا یا میرے رسولوں نے دیا تھا یا میری کتابوں میں حکم تھا۔کیا تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایسا ہے جو الوہیت کا مستحق ہو۔

(7)﴿فَعَلِمُوۡٓا اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ﴾ ''تو وہ جان لیں گے کہ یقیناً حق اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق اور سچائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(8)﴿وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ﴾ ''اور وہ بھی اُن سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' اس دن ان سے وہ کچھ گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ مسکرائے۔آپ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا: میں بندے کی اس گفتگو کی وجہ سے مسکرایا ہوں، جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا اے میرے مالک! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ (یعنی تو نے وعدہ کیا ہے کہ میں ظلم نہیں

کروں گا)۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جواب دے، گا کیوں نہیں! تو پھر بندہ کہے گا کہ آج میں اپنے اوپر سوائے اپنی ذات کے کسی اور کی گواہی کو جائز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اچھا! تیری ہی گواہی تیری ذات پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر بندہ کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کو حکم ہوگا کہ بولو۔ تو وہ اس کے سارے اعمال بول کر بتا دیں گے۔ پھر بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو بندہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تمہارے لیے ہلاکت اور دوری ہو میں تو تمہارے ہی لیے جھگڑ رہا تھا (یعنی میرا مقصد تمہیں دوزخ سے بچانا تھا، لیکن جب تم نے خود ہی اقرار کرلیا، تو اب دوزخ میں جاؤ)۔ (مسلم:7439)

سوال 2: گواہوں سے کیا کہا جائے گا؟

جواب: گواہوں سے کہا جائے گا اپنی دلیلیں پیش کرو کہ پیغمبروں کی دعوت کے باوجود تم میرے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے تھے۔ اور میرے ساتھ اُن کی عبادت کیوں کرتے تھے اس کی دلیلیں پیش کرو۔

سوال 3: قیامت کے دن انسان کے شرک کے لیے گھڑے گئے واقعات کہاں جائیں گے؟

جواب: قیامت کے دن ساری افتراء پردازیاں کھو جائیں گی۔

سوال 4: قیامت کے دن کی گواہیوں کے بعد لوگوں پر حقیقت کیسے کھل جائے گی؟

جواب: قیامت کے دن جب شرک کا پول کھل جائے گا تب لوگ جان لیں گے کہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

رکوع نمبر 11

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾

”یقیناً قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پس اس نے ان کے خلاف سرکشی کی اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ یقیناً اُن کی چابیاں بلاشبہ ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوئی تھیں، جب اُس کی قوم نے اُسے کہا ”اِتراؤ مت! یقیناً اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا“ (76)

سوال 1: ﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ﴾ ”یقیناً قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پس اس نے ان کے خلاف سرکشی کی اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ یقیناً اُن کی چابیاں بلاشبہ ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوئی تھیں“ قارون کے خزانوں نے اسے سرکش بنا دیا آیت کی روشنی میں واضح

کریں؟

جواب:(1) مکہ تجارتی منڈی بھی بنا ہوا تھا۔لہٰذا اس میں کئی کروڑ پتی سیٹھ موجود تھے۔اور جہاں ماحول ہی سارا مادہ پرستانہ ہو اور کسی شخص کی بزرگی اور عزت کو محض دولت کے پیمانوں سے ماپا جاتا ہو۔وہاں ایسے سیٹھ لوگوں کو جس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔بالکل ایسی ہی صورت حال قارون کی تھی جو ان سے بڑا سیٹھ تھا۔اسی مناسبت سے اللہ نے یہاں قارون کی مثال بیان فرمائی ہے۔
(تیسیر القرآن:3/449,448)﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾''یقیناً قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا''قارون قوم موسیٰ کا ایک شخص تھا مگر اپنی قوم کو چھوڑ کر فرعون کا وفادار بن گیا تھا۔فرعون نے اس کو اپنا مقرب بنا لیا تھا اُس نے اتنا مال کمایا کہ وہ مصر کا سب سے رئیس شخص بن گیا دولت سے اُس کے اندر غرور اور تکبر آ گیا تھا یہودی کتابوں میں اس کا نام قورح Korah آیا ہے۔

(2)﴿فَبَغٰى عَلَيْهِمْ﴾''پس اس نے ان کے خلاف سرکشی کی''قارون کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

(3)﴿وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ﴾''اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ یقیناً اُن کی چابیاں بلاشبہ ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں''اللہ تبارک وتعالیٰ قارون کے احوال اور اس کے کرتوتوں اور ان کی پاداش میں اس کے ساتھ جو کیا گیا،اس کے ساتھ خیر خواہی اور جو اسے نصیحت کی گئی تھی ان سب کے بارے میں خبر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/2012)

سوال2:﴿اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾''جب اُس کی قوم نے اُسے کہا''اِتراؤ مت!یقیناً اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا''اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ﴾''جب اُس کی قوم نے اُسے کہا''جب قارون کی قوم نے خیر خواہی سے اسے سرکشی سے ڈرایا۔

(2)﴿لَا تَفْرَحْ﴾''اتراؤ مت!''بنی اسرائیل کے کچھ بزرگوں نے اسے ازراہ نصیحت کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اپنے آپ کو ضبط اور کنٹرول میں رکھو،بات بات پر اترانا کوئی اچھی بات نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

(3)یعنی دنیا پر نہ اتراؤ،مال پر فخر نہ کرو تم آخرت سے غافل ہو جاؤ گے۔

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا''یعنی دنیا کی شان و شوکت پر فخر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

سوال3:قارون کا واقعہ یہاں کس حوالے سے لایا گیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کرنے کے لیے کہ مال و ہنر کی وجہ سے جب لوگ سرکشی اختیار کریں تو اُن پر کیسے ہلاکت آتی ہے۔

سوال4:قارون اپنی قوم پر کیسے ظلم کرنے لگ گیا تھا؟

جواب:(1)فرعون کی طرف سے قارون بنی اسرائیل پر عامل مقرر کیا گیا تھا اور وہ اپنی قوم پر ظلم کرتا تھا۔

(2) دولت پا کر قارون اپنی قوم کو ہلکا سمجھتا تھا۔

سوال 5: قارون کو اللہ تعالیٰ نے کتنے خزانے عطا کیے تھے؟

جواب: قارون کے خزانوں کی چابیوں کا بوجھ اتنا تھا کہ ایک طاقت ور جماعت بھی اسے اُٹھاتے ہوئے لڑکھڑاتی تھی۔

سوال 6: قوم موسیٰ نے قارون سے کیا کہا تھا؟

جواب (1) قوم موسیٰ نے قارون سے کہا تھا کہ اپنی دولت پر فخر وغرور نہ کرو۔

(2) قوم موسیٰ نے قارون کو بخل سے باز رہنے کو کہا تھا۔

﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اُس سے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھلاؤ اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' (77)

سوال 1: ﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اُس سے آخرت کا گھر تلاش کرو'' اللہ تعالی کے کثیر مال کو نیک کاموں پر خرچ کرنے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَابْتَغِ﴾ ''اور تلاش کرو'' یعنی اللہ تعالی سے وہ کچھ طلب کرو جو اس کے پاس ہے۔

(2) ﴿فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ﴾ ''جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے'' جو دوسروں کو نہیں دیا۔

(3) ﴿الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''آخرت کا گھر'' یعنی مال کو ان جگہوں پر خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اس سے آخرت سنورے گی۔

(4) اللہ تعالی کے مال کو نیک کاموں پر لگاؤ اور اللہ کے راستے میں دے کر اس کا قرب حاصل کرو۔

سوال 2: ﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھلاؤ. دنیا کا حصہ نہیں بھولنا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھلاؤ'' یعنی دنیا کا حصہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جائز فرمایا ہے۔ اللہ تعالی نے حسب ضرورت کھانے، پینے، پہننے، گھر بنانے شادی کرنے بیوی بچوں پر اخراجات کرنے سے نہیں روکا۔

(2) یعنی سارا مال صدقہ نہ کرو بلکہ جیسے اپنی آخرت کے لیے خرچ کرنا ہے اسی طرح دنیا میں بھی فائدہ اٹھاؤ۔ جس سے نہ آخرت کے معاملات کو نقصان ہو نہ دنیا کا حصہ چھوٹے۔

(3)(i)اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں دنیا کے مباح کاموں پر خرچ کرنا ہے وہاں ضرور خرچ کرو مگر اعتدال کے ساتھ۔(ii)اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا حق ہے ایسے ہی اپنے نفس کا بیوی بچوں، رشتے داروں کا حق ہے اس لیے ہر حق والے کو اس کا حق دے دو۔

(4) تیرے رب کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے تو ہر حق دار کو اس کا حق دے دو۔

(تفسیر منیر:529/10)

سوال 3:﴿وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ﴾ ''اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ﴾ ''اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے''(i)اللہ تعالیٰ کے احسان کرنے سے مراد مال عطا کرنا ہے۔(ii)لوگوں پر احسان کرنے سے مراد ان پر مال خرچ کرنا ہے۔

(2) یعنی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے احسان کرو۔(جامع البیان)

(3) جس طرح تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور کرم ہے اسی طرح اس کی مخلوق سے بھی حسن سلوک کرو۔

(4) یہاں احسان سے مراد ''خلوص سے اللہ کی عبادت کرنا'' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے نبی ﷺ سے احسان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو بعض نے یہاں ''احسن'' کے معنی بندوں کے ساتھ احسان کرنا'' لیے ہیں بہر حال احسان کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں سب کا جامع مفہوم یہ ہے کہ ''اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت الٰہی میں صرف کرنا۔'' (قرطبی،شوکانی)(اشرف الحواشی:472/1)

(5)﴿وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''اور زمین میں فساد تلاش نہ کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے احسان کو بھول کر، اس کی نافرمانیاں کر کے، تکبر کر کے زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

(6)(i) زمین میں مخلوق خدا کے ساتھ بدسلوکی کر کے فساد پھیلتا ہے۔(ii) زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے سے فساد پھیلتا ہے

(7) ایک شخص کے پاس بہت دولت ہے۔اس کی ضرورتوں سے بہت روپیہ بچ رہتا ہے۔دوسرے انسان محتاج ہیں۔ان کی حالت کی اصلاح کی ضرورت ہے۔مگر وہ شخص اپنے خزانے مقفل رکھتا ہے اور خدا کے بندوں کے لیے خدا کی بخشی ہوئی دولت میں سے کچھ نکالنا نہیں چاہتا (تو یہ فساد ہے)(تفسیر ترجمان القرآن:146/3)

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ شر پسندوں کو، فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتا ہے۔

(9) قوم موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اس طرح اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا شعور دلا کر اسے فساد سے روکنے کی کوشش کی۔

سوال 4: دنیا کے مباحات کیا ہیں؟

جواب: دنیا کے مباحات سے مراد کھانا، پینا، لباس، گھر وغیرہ۔

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''اُس نے کہا: ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔'' اور کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے یقیناً کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے اُن کے گناہ پوچھے نہیں جاتے'' (78)

سوال 1: ﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ﴾ ''اُس نے کہا: ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے'' قوم کی نصیحت سن کر قارون نے کیا جواب دیا؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'': قارون نے اپنی قوم کی نصیحت کو ٹھکراتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ﴾ ''بلاشبہ یہ مجھے ایک علم کی بنا پر ہی دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے'' (i) قارون نے قوم کی نصیحتوں کے جواب میں وہی کہا جو عام طور پر دولت مند کہا کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے اس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا تعلق ہے؟ (ii) قارون نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شعور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (iii) قارون نے اسلام کی معاشی پالیسی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(3) ﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف علم کی بناء پر ہی دی گئی ہے۔'' (الزمر:49)

(4) ﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِىْ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے۔'' (فصلت:50)

سوال 2: ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ

ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے یقینا کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے اُن کے گناہ پوچھے نہیں جاتے'' اللہ تعالیٰ کی عطا اس کی دلیل نہیں ہے کہ جس کو دیا گیا اس کے حالات اچھے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا﴾ ''اور کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے یقینا کتنی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ قوت اور اُس سے زیادہ جمعیت رکھتی تھیں'' (i) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ اگر تمہارے پاس مال ہے تو تم سے پہلی قومیں بھی اس وجہ سے ہلاک کی گئیں جو تم سے مال، قوت اور گرفت میں زیادہ تھیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ مال اور قوت فضیلت کا باعث نہیں اس لیے اس بناء پر تکبر کرنے اور اترانے کا کوئی جواز نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس کی دلیل نہیں ہے کہ جس کو عطا کیا گیا اس کے حالات اچھے ہیں۔ جو بھی ایسے افعال کا ارتکاب کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی سنت اور اصول نہیں بدلتے۔

(3) کیا پہلی قوموں میں قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح نہیں گزر چکیں جو زیادہ مال اور اولاد رکھتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:1120)

(4) ﴿وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور مجرموں سے اُن کے گناہ پوچھے نہیں جاتے'' بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دیتا ہے اور ان کی بداعمالیوں پر ان کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ پس اگر وہ اپنے بارے میں حسن احوال کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان احوال کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں تو ان کا یہ دعویٰ قابل قبول نہیں اور یہ دعویٰ ان سے عذاب کو دور نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ ان کے کرتوت چھپے ہوئے نہیں ہیں اس لئے ان کا انکار بے محل ہے۔ (تفسیر سعدی:2/2013)

(5) اگر قوت واقتدار اور مالداری کسی کے پسندیدہ ہونے کی دلیل ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان پہلی قوموں کو کیوں تباہ کرتا جو اس سے زیادہ طاقتور اور مالدار تھیں۔ (قرطبی)

(6) رب العزت نے فرمایا ﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ﴾ ''مجرموں کو ان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا، پھر اُنہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا'' (الرحمٰن:41)

(7) ﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا﴾ ''جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور اس دن ہم اس حال میں مجرموں کو جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔'' (طٰہٰ:102)

(8) مجرموں سے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے سوال نہیں ہوتا۔

سوال 3: مال دار مجرم کیسے بنتے ہیں؟

جواب: مال دار سرکش ہوتے ہیں، نصیحت پر کان نہیں دھرتے اور اکثر ظلم کرتے ہیں۔

سوال4: مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں کیوں نہیں پوچھا جاتا؟
جواب: گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جب کوئی عذاب کا مستحق بن جاتا ہے تو باز پرس کی بجائے مؤاخذہ ہوتا ہے۔

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾

''پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے کہا: ''اے کاش! ہمارے لیے بھی اسی جیسا سب کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا بلاشبہ وہ تو یقیناً بڑی قسمت والا ہے'' (79)

سوال1: ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے کہا: ''اے کاش! ہمارے لیے بھی اسی جیسا سب کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا بلاشبہ وہ تو یقیناً بڑی قسمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟
جواب: (1) ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ﴾ ''پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا'' قارون اپنی شان وشوکت اور ٹھاٹھ باٹھ سے قوم کے سامنے آیا لوگوں میں دھوم مچ گئی کہ قارون کی سواری سج دھج سے آرہی ہے اس کا نکلنا مرعوب کن تھا۔

(2) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ''جو لوگ دنیا کی زندگی کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے کہا'' جن کا ارادہ دنیا کی زندگی کی شان وشوکت کا تھا جن کو صرف دنیا میں رغبت تھی انہوں نے کہا

(3) ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ﴾ ''اے کاش! ہمارے لیے بھی اسی جیسا سب کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا'' دنیا کے متوالے قارون کی شان پر ریجھ گئے اور تمنا کرنے لگے کہ قارون کی طرح ہمیں بھی مال اور دنیا کا ساز وسامان ملتا، ہم بھی سونے چاندی اور ہیرے جواہرات میں کھیلتے۔

(4) ﴿اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ وہ تو یقیناً بڑی قسمت والا ہے'' یعنی قارون تو بڑے نصیب والا ہے۔ قارون کا نصیب دنیا ہی تھی جس نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔

(5) اگر ان کی رغبتوں کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی نہیں تو وہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ وہ تو بڑے نصیبے والا ہے کیونکہ وہ دنیا کی بہترین نعمتوں سے بہرہ ور ہے جن کے ذریعے سے وہ اپنی زندگی کے مطالب ومقاصد کے حصول پر قادر تھا۔ یہ عظیم حصہ لوگوں کے ارادوں کے مطابق تھا۔ یہ ان لوگوں کے ارادے اور ان کے مقاصد ومطالب ہیں جو نہایت گھٹیا ہمتوں کے مالک ہیں، جن کے ارادے اعلیٰ مقاصد ومطالب کی طرف ترقی کرنے سے قاصر ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/2013,2014)

سوال2: قارون اپنی قوم کے مجمع میں کیسے نکلا؟

جواب: قارون اپنی پوری زیب وزینت اور غلاموں کے ساتھ نکلا۔

سوال3: دنیا کی زندگی کو چاہنے والے کون تھے؟

جواب: (1) کچھ لوگوں کے نزدیک ایمان دار لوگ ہی تھے جو قارون کی شان وشوکت سے متاثر ہو گئے تھے۔

(2) کچھ لوگوں کے نزدیک کافر تھے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا انہوں نے کہا: ''افسوس تم پر! اللہ تعالیٰ کا اجر اس کے لیے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ چیز نہیں دی جاتی مگر صبر کرنے والوں کو'' (80)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا انہوں نے کہا: ''افسوس تم پر! اللہ تعالیٰ کا اجر اُس کے لیے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ چیز نہیں دی جاتی مگر صبر کرنے والوں کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا انہوں نے کہا:'' اہل علم سے مراد دین کا علم رکھنے والے افراد ہیں۔ (2) یعنی جن لوگوں نے دنیا کی بے ثباتی کو پہچان لیا تھا۔ (3) علم سے مراد علم شریعت ہے۔ (تیسیر القرآن: 452,451/3)

(4) ﴿وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''افسوس تم پر! اللہ تعالیٰ کا اجر اُس کے لیے بہت بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے''، علم والوں نے ان کی تمنائیں سن کر خیر خواہی سے انہیں سمجھایا اور کہا افسوس ہے تم پر کہ تمہیں خوش نصیبی کی تمیز نہیں ہے۔ آخرت کا ثواب یعنی جنت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی طرح رجوع کرنا اور اس کی محبت کی لذت تمھاری تمناؤں سے بہت بہتر ہیں۔

(5) ﴿لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے''، فرائض کی ادائیگی، نوافل کی ادائیگی، حرام کا چھوڑ دینا۔ (ایسر التفاسیر: 1121)

(6) ﴿ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾ ''اور وہ چیز نہیں دی جاتی مگر صبر کرنے والوں کو'' اس کی توفیق صرف صابروں کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پابندی کرتے ہیں جو نافرمانیاں چھوڑ دیتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر صبر کرتے ہیں۔ جو اپنے رب کو یاد رکھتے ہیں جو دنیا میں مشغول نہیں ہوتے، جن کے راستے میں لذتیں حائل نہیں ہوتیں۔ جو دنیا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے ثواب کو ترجیح دیتے ہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے اپنے صالح اور نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے گمان وخیال میں وہ آئی ہیں۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

اگر چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا۔'' (بخاری:4779)(السجدہ:17)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تمہیں خوشخبری ہو اور جس سے تمہیں خوشی ہو گی اس کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے متعلق محتاجی سے ڈر نہیں لگتا، مجھے تو اس کا خوف ہے کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلوں پر کشادہ کی گئی تھی، پھر پہلوں کی طرح اس کے لیے تم آپس میں رشک کرو گے اور جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے تمہیں بھی یہ چیز ہلاک کر کے رہے گی۔'' (بخاری:4015)

سوال 2: قارون کے واقعے سے علم کی حقیقت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حق کا علم سب سے قیمتی چیز ہے لیکن اس علم کے لیے ظاہری چیزوں سے متاثر ہوئے بغیر سوچنا پڑتا ہے اور وہ چیزیں جو وقتی طور پر پرکشش لگتی ہے اُن کو نظر انداز کر کے رائے قائم کرنی پڑتی ہے اس وجہ سے یہ علم صبر کرنے والوں کو نصیب ہوتا ہے

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مشکل ترین صبر کے امتحان میں پورا اُترنے کے بعد انسان کو علم اور حکمت نصیب ہوتے ہیں۔

﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾

''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا'' (81)

سوال 1: ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا'' قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا، آیت کی روشنی میں اس کے خوفناک انجام کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا'' قارون کی سرکشی جب اپنے عروج پر پہنچ گئی تو اسے اور اس کے گھر والوں اور اس کے مال کو، اس کے تکبر اور غرور کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

(2) ﴿فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گروہ اس کی حمایت میں نہیں اٹھا نہ خزانے اس کے کام آئے نہ نوکر چاکر، کوئی عذاب کو دور نہ کر سکا۔

(3)﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا'' وہ خود بھی اپنا بدلہ نہیں لے سکا۔

(4) قارون کے زمین میں دھنسانے سے اللہ تعالی نے یہ سبق دیا کہ جو لوگ رب کی محبت کو چھوڑ کر مال کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(5) سزا اس کے عمل کی جنس میں سے تھی۔جس طرح وہ اپنے آپ کو اللہ کے بندوں سے بلند سمجھتا تھا اسی طرح اللہ تعالی نے اسے،اس کے گھر اور مال و دولت سمیت،جس نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا،انتہائی پستیوں میں اتار دیا۔(تفسیر سعدی:2015,2014/2)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ایک شخص اپنا تہہ بند لٹکائے (فخر سے) جا رہا تھا (اللہ تعالی کو اس کا یہ تکبر پسند نہیں آیا، چنانچہ) اللہ تعالی نے اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔'' (بخاری:5790)

سوال 2: جب قارون زمین میں دھنسایا گیا تو کون اس کی مدد پر آیا؟

جواب: قارون کی مدد کرنے کے لیے کوئی تیار نہ ہوا نہ وہ خود اپنے آپ کو بچانے والوں میں سے ہو سکا۔

﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی وہ ایسے ہو گئے کہ کہنے لگے افسوس! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا تو ہمیں بھی ضرور دھنسا دیتا، افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے'' (82)

سوال 1: ﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا تھی وہ ایسے ہو گئے کہ کہنے لگے افسوس! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا تو ہمیں بھی ضرور دھنسا دیتا، افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے'' قارون کا خوفناک انجام دیکھ کر لوگ کیسے ڈر گئے؟

جواب: (1) ﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ﴾ ''اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا تھی وہ ایسے ہو گئے'' جن لوگوں نے قارون کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر حسرت محسوس کی تھی جو دنیا کی زندگی کے خواہش مند تھے انہوں نے تمنا کی اور اللہ تعالی سے اس عزت و عظمت کے لیے دعائیں کیں۔

(2)﴿يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ﴾ ’’کہنے لگے افسوس! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے‘‘ وہ عذاب سے ڈرتے ہوئے کہنے لگے کہ تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔یعنی مال اللہ تعالیٰ کی رضا کی نشانی نہیں ہے۔رزق کی فراخی اور تنگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے روزیوں کی طرح اخلاق بھی بانٹ دیے ہیں وہ مال تو دوست دشمن سب کو دیتا ہے مگر ایمان دوست ہی کو دیتا ہے۔(مسند احمد:287/1)

(4)﴿لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ’’اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا تو ہمیں بھی ضرور دھنسا دیتا، افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے‘‘ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسان نہیں ہوتا تو ہم بھی زمیں دوز کر دیے جاتے۔

(5)﴿وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ’’افسوس! یقیناً کافر کامیاب نہیں ہوں گے‘‘ یعنی دنیا و آخرت میں کافر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ قارون نے فلاح نہیں پائی۔نہ دنیا ملی نہ آخرت اس سے بڑا کیا خسارا ہے۔

سوال2: مکان سے کیا مراد ہے؟

جواب: مکان سے مراد مرتبہ ہے جو دنیا میں کسی کو عارضی طور پر ملتا ہے۔

سوال3: قارون کی دولت کی آرزو کرنے والوں نے قارون کے حشر کو دیکھ کر کیا کہا؟

جواب: (1) اُنہوں نے کہا مال و دولت اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مال والوں سے خوش ہے۔

(2) اُنہوں نے کہا کہ رزق کی تنگی یا وسعت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔

(3) مال کی تنگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور مال کی فراوانی اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل نہیں ہے۔(4) مال فضیلت کا معیار نہیں ہے۔

(5) اگر اللہ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہم بھی دھنسا دیئے جاتے۔(6) ناشکروں کو کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے قارون کے مال پر حسرت محسوس کرنے والوں کو کیسے سبق دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا کر یہ دکھا دیا کہ مال کی اصل حقیقت کیا ہے۔

رکوع نمبر 12

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

’’یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں نہ بڑا بننے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کا۔اور انجامِ کار

متقیوں ہی کا ہے‘‘(83)

سوال1:﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾’’یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں نہ بڑا بننے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کا۔ اور انجامِ کار متقیوں ہی کا ہے‘‘ آخرت کی نعمتیں اللہ والوں کے لیے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ﴾’’یہ آخرت کا گھر‘‘ آخرت اور اس کی لازوال نعمتیں۔

(2)﴿نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾’’ہم نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں نہ بڑا بننے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی فساد کا‘‘ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے جو مخلوق کو حقیر نہیں سمجھتے، وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اپنی بڑائی قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتے وہ نہ تکبر کرتے ہیں نہ فساد۔

(3)﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾’’اور انجامِ کار متقیوں ہی کا ہے‘‘ بہترین انجام تقوی والوں کے لیے ہے جن کے ارادے اللہ تعالیٰ کی رضا، آخرت کا گھر، اللہ کے بندوں سے تواضع سے پیش آنا۔ وہ اطاعت اور عمل صالح میں مصروف رہتے ہیں۔

(4) اہل تقوی کا انجام ہی اچھا ہے دائمی کامیابی تقوی والوں کے لیے ہے

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اس کے ساتھی کے جوتی کے تسمے سے اچھا ہو تو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فخر وغرور کرے، اگر صرف بطور زیبائش کے چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری تو یہ خوشی رہتی ہے کہ میری چادر اچھی ہو تو میری جوتی بھی اچھی ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو خوبصورتی ہے اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ (ابن کثیر:4/ 133)

(6) سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمن! تو خود حکومت (کے کسی منصب) کا سوال نہ کرنا، اس لیے کہ اگر تجھے یہ منصب سوال کرنے سے ملے گا تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے، (اور اللہ کی مدد شامل حال نہیں ہوگی) اور اگر یہ منصب تجھے بغیر سوال کیے مل گیا، تو اس پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تیری مدد ہوگی۔ (بخاری:7146)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم یقینا حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو!) یہ قیامت کے دن (تمہارے لیے) باعث ندامت ہوگی۔ (بخاری:7148)

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آدمی کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ’’نہیں، یہ تو خوبصورتی ہے اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے

اور لوگوں کو حقیر جانا جائے۔'' (مسلم:263)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اپنے ہمسائے (اور اپنے بھائی) کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (مسلم:171)

(10) ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک شخص سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوا چاروں طرف نظر دوڑائی تو گھر میں کوئی سامان دکھائی نہ دیا۔ تو اس نے تعجب سے پوچھا، یا ابوذر رضی اللہ عنہ! آپ کا سامان کہاں ہے؟ فرمایا: ہمارا ایک دوسری جگہ گھر ہے۔ اچھا سامان ہم وہاں بھیج دیتے ہیں۔ وہ شخص آپ کی مراد سمجھ گیا اور کہنے لگا۔ اے ابوذر رضی اللہ عنہ! جب تک آپ اس گھر میں ہیں یہاں رہنے کے لیے بھی تو کچھ سامان آپ کے پاس ہونا چاہیے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گھر کا اصل مالک ہمیں یہاں رہنے نہیں دے گا۔ ایک مرتبہ شام کے گورنر نے تین سو دینار آپ کے پاس بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ یہ رقم آپ اپنی کسی ضرورت میں استعمال کر لیں۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے دینار واپس کر دیئے۔ اور فرمایا کیا اسے اپنے علاقہ میں مجھ سے زیادہ کوئی مفلوک الحال نظر نہیں آیا۔ (صحابہ کرام کے درخشاں پہلو:152/1)

سوال 2: آخرت کا گھر کن لوگوں کے لیے ہے؟

جواب: آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے (1) جن کے دل اپنی بڑائی کے احساس سے خالی ہوں۔

(2) جو فخر نہیں کرتے نہ اپنی ذات پر، نہ مال پر، نہ شخصیت پر۔ (3) جو فساد نہیں چاہتے۔

(4) جو یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ زمین میں بڑائی اپنی ذاتی سربلندی کے لیے حاصل کریں۔

سوال 3: ذات کی بڑائی میں لوگ کیسے مبتلا ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے۔

(2) دوسروں کے مقابلے میں خود کو بڑا باور کروانے سے۔

(3) ظلم و زیادتی کرنے سے۔

(4) فخر و غرور میں مبتلا ہونے سے لوگ ذات کی بڑائی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

سوال 4: کون لوگ اپنی بڑائی کے احساس سے خالی ہو جاتے ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ سچا علم رکھتے ہیں اور اشیاء کی حقیقی قدر و قیمت کو پہچانتے ہیں۔

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا علم رکھتے ہیں اس وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی میں بڑائی نظر نہیں آتی ایسے ہی لوگ اپنی بڑائی کے احساس سے خالی ہو جاتے ہیں۔

(3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کے شعور میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

(4) جو اپنی ذات کے لیے نہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نظام کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

سوال 5: زمین میں فساد کیسے پھیلتا ہے؟

جواب: (1) ناحق لوگوں کا مال ہتھیانے سے فساد پھیلتا ہے۔

(2) نافرمانیاں کرنے سے۔

سوال 6: آخری بھلائی متقین کے لیے کیوں ہے؟

جواب: (1) متقین کا عمل برائیوں سے پاک ہوتا ہے۔

(2) متقین تکبر کی بجائے تواضع اختیار کرتے ہیں۔

(3) متقین فرماں برداری کرتے ہیں۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''جو کوئی نیکی لے کر آیا تو اُس کے لیے اُس سے بہتر ہے اور جو شخص بُرائی لے کر آیا تو جن لوگوں نے بھی بُرائیاں کیں اُنہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہی جو وہ عمل کرتے تھے'' (84)

سوال: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اُس سے بہتر ہے۔ اور جو شخص بُرائی لے کر آئے گا تو جن لوگوں نے بُرے اعمال کیے اُن کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہی جو وہ عمل کرتے رہے ہیں قیامت کے دن نیکیوں کا ثواب دس گنا ہو جائے گا'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ''جو کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اُس سے بہتر ہے'' جو شخص نیکی لے کر آئے گا اسے دس گنا ثواب ملے گا نیکی کی جزا جلیل القدر ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا ﴿فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ ''اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہو گا'' (الانعام:160) اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا کئی گنا بڑھا دیتا ہے ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:261)

(3) ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو شخص بُرائی لے کر آئے گا تو جن

لوگوں نے بُرے اعمال کیے اُن کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہی جو وہ عمل کرتے رہے ہیں' السَّيِّئَةِ سے مراد وہ برائی جس سے رب العزت نے روک رکھا ہے۔

(4) برائی کا بدلہ ایک ہی برائی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو بُرائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانعام:160)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) تم اسے مت لکھو، جب تک کہ وہ اسے کرنہ لے، پھر اگر کرلے تو ایک برائی لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اس کو چھوڑ دے (یعنی اس برائی کو نہ کرے) تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے اور اس کو کرے نہیں تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور پھر اگر اس کو کرے تو اس کو دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔ (بخاری:7501)

﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' (85)

سوال 1: ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کا جو حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے'' (i) اس سے مراد ہے قرآن مجید کی تلاوت کا فرض ہونا۔ (ii) اس سے مراد ہے قرآن مجید کی تعلیم دینے کا فرض ہونا۔ (iii) اس سے مراد ہے قرآن مجید کے ذریعے تزکیہ کرنے کے عمل کا فرض ہونا۔ یعنی جو لوگ ایمان لے آئیں ان کی تربیت کرنا فرض ہے۔ (iv) قرآن مجید کی دعوت و تبلیغ کا فرض ہونا مراد ہے۔

(2) یعنی جس ہستی نے آپ پر قرآن نازل کیا، اس میں احکام فرض کئے، اس میں حلال اور حرام کو واضح کیا، آپ کو اسے تمام لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا، نیز آپ کو حکم دیا کہ آپ تمام مکلفین کو ان احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق نہیں کہ صرف اسی دنیا کی زندگی ہوتی اور بندوں کو جزا و سزا نہ دی جاتی۔

(3) ﴿لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ ''اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے'' ضروری ہے کہ وہ آپ کو (معاد) ''انجام کار'' کی طرف لوٹائے جہاں نیکوکاروں کو ان کی نیکی کی جزا دی جائے اور بدکاروں کو ان کے گناہوں کی سزا۔ آپ نے ان کے سامنے ہدایت کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور ہدایت کے راستے کو واضح کر دیا ہے اب اگر وہ آپ کی پیروی کریں تو یہ ان کی خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے اور اگر وہ آپ کی مخالفت پر ڈٹ جائیں، اس ہدایت میں جرح وقدح کریں جسے آپ لے کر آئے ہیں اور اپنے باطل موقف کو حق پر ترجیح دیں تو بحث کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور غیب وموجود کا علم رکھنے والی اس ہستی کی طرف سے ان کے اعمال کی جزا کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا جو حق کا احقاق اور باطل کا ابطال کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/2017)

(4) معاد سے مراد جنت بھی ہو سکتی ہے موت بھی ہو سکتی ہے۔ دوبارہ کی زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ دوبارہ پیدا ہوں اور جنت میں داخل ہوں، صحیح بخاری میں ہے اس سے مراد مکہ ہے، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے جو آپ کی جائے پیدائش تھی ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ سے نکلے ابھی جحفہ میں ہی تھے کہ آپ کے دل میں مکہ کا شوق پیدا ہوا تب یہ آیت اتری اور آپ سے وعدہ ہوا کہ آپ مکے واپس پہنچائے جائیں گے، اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہو حالانکہ پوری سورت مکی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے بیت المقدس ہے شاید اس کہنے والے کی غرض اس سے قیامت بھی ہے اس لئے کہ بیت المقدس ہی محشر کی زمین ہے ان تمام اقوال میں جمع کی صورت یہ ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کبھی تو آپ کے مکے کی طرف لوٹنے سے اس کی تفسیر کی ہے جو فتح مکہ سے پوری ہوئی اور یہ نبی ﷺ کی عمر پورا ہونے کی ایک زبردست علامت تھی جیسے کہ آپ نے سورہ اذا جاء کی تفسیر میں فرمایا جس کی عمر رضی اللہ عنہ نے بھی موافقت کی۔ اور فرمایا تھا کہ تو جو جانتا ہے وہی میں بھی جانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انہی سے اس آیت کی تفسیر میں جہاں مکہ مروی ہے وہاں نبی ﷺ کا انتقال مروی ہے اور کبھی قیامت سے تفسیر کی کیونکہ موت کے بعد قیامت ہے اور کبھی جنت سے تفسیر کی جو آپ کا ٹھکانہ ہے۔ (ابن کثیر:4/134)

(5) نبی ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا گیا کہ انہیں قرآن سناتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے پوچھے گا کہ رسالت کا پیغام پہنچایا تھا یا نہیں؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔'' (الاعراف:6)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ ﷺ کو جنت میں لے جا کر آپ ﷺ سے قرآن کے بارے میں پوچھیں گے۔

سوال 2:﴿قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو جواب دینے کے لیے حکم دیا کہ آپ کہہ دیجئے میرا رب خوب جانتا ہے کہ گمراہ کون ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے یا وہ جس نے ہدایت قبول کرنے سے انکار کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو کب مکہ واپس لے آئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہجرت کے آٹھ سال بعد رسول اللہ ﷺ کو مکہ واپس لے گئے۔

سوال 4: اگر معاد سے مراد قیامت ہو تو آپ ﷺ کو واپس لانے سے کیا مراد ہو گی؟

جواب: اس سے مراد قیامت والے دن آپ ﷺ کو واپس لانا اور آپ ﷺ سے تبلیغ اور رسالت کے بارے میں سوال کرنا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے یہاں مَعَادٍ کا تذکرہ کس مناسبت سے کیا ہے؟

جواب: اسی سورت میں پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا جن کو مصر سے نکلنے کے لیے مجبور کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مصر لوٹا دیا اور اُنھوں نے اپنی قوم کو غلامی سے نجات دلائی فرعون اور اس کی قوم ہلاک ہوئی یوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کو بھی یقین دہانی کروائی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو واپس مکہ لوٹا لائیں گے اور آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی قوم کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔

﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں'' (86)

سوال 1: ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں'' منصب نبوت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ﴾ ''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو عظیم نعمت یاد دلائی ہے کہ وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کا گمان بھی نہ تھا کہ آپ پر آسمان سے وحی نازل

ہو گی نہ آپ اس کے لیے تیار تھے۔

(2) اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی کو بھی نبوت ملنے سے پہلے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے نبوت عطا ہو گی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے کا واقعہ قرآن میں متعدد بار آیا ہے کہ کسی طرح وہ ایک اندھیری اور ٹھنڈی رات کو راہ بھولے ہوئے آگ کی تلاش میں نکلے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کر نبوت سے سرفراز کر دیا بالکل یہ ہی صورت حال آپ سے بھی غار حرا میں پیش آئی تھی پھر رسول اللہ ﷺ واپس (گھر) تشریف لائے تو (وحی کے جلال کی وجہ سے) آپ ﷺ کی شانہ مبارک اور گردن کے درمیان کا گوشت کانپ رہا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لا کر فرمایا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ آپ ﷺ پر کپڑا اوڑھا دیا گیا، یہاں تک کہ گھبراہٹ ختم ہو گئی تو فرمایا: مجھے کیا ہو گیا ہے اور ساری کیفیت بیان کی اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ ہرگز نہیں، آپ ﷺ خوش رہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، یتیموں، مسکینوں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناداروں کو دینے کی خاطر کماتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور پریشان لوگوں کی پریشانی میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسعد عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دور جاہلیت میں (اسلام سے قبل) نصرانی ہو گئے تھے۔ وہ عربی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عربی زبان میں جتنا اللہ کو منظور ہوتا لکھتے تھے۔ یہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا اے چچا! (ان کی بزرگی کی وجہ سے اس طرح خطاب کیا اصل میں وہ چچازاد بھائی تھے) اپنے بھتیجے کی بات سنیے۔ ورقہ نے آپ ﷺ کو خطاب کر کے کہا: اے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے آگاہ کیا۔ ورقہ کہنے لگا یہ تو وہ ناموس ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں اس وقت تک جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب تیری قوم تجھے نکالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا۔ ہاں! جو بھی آپ ﷺ جیسا (نبی بن کر) دنیا میں آیا لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔'' (صحیح مسلم:403)

(3) ﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ﴾ ''مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عظیم رحمت تھی کہ اس نے آپ کو قرآن سے سرفراز کیا آپ ﷺ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ ﷺ نہ جانتے تھے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے اور آپ پر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔'' (النساء:113)

(5) ﴿فَلَا تَكُوۡنَنَّ ظَهِيۡرًا لِّلۡكٰفِرِيۡنَ﴾ ''چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں'' یعنی آپ کافروں کی مدد نہ کریں۔ انہیں چھوڑ

دیں، ان کے خلاف رہیں۔

سوال 2: کتاب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے معاملے کو کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نہ تو یہ جانتے تھے نہ یہ اُمید رکھتے تھے کہ آپ ﷺ پر کتاب نازل کی جائے گی اور آپ ﷺ کو رسول کے طور پر منتخب کیا جائے گا۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ پر کتاب کیسے نازل کی؟

جواب: کتاب کا نزول اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی طرف سے وحی کا آنا، رسالت کے مقام پر فائز ہونا محنت اور کوشش سے حاصل ہونے والی چیز نہیں اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت کا شکر کیسے ادا ہوسکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کافروں کی مدد نہ کی جائے نہ اُن کی ہم نوائی کی جائے۔

﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَيۡكَ وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾

''اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کردی گئی ہیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں'' (87)

سوال 1: ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَيۡكَ وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ ''اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کردی گئی ہیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں'' کامیابی کی شدت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَيۡكَ﴾ ''اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ روک دیں اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف نازل کردی گئی ہیں'' آپ ﷺ مشرکوں کی مخالفت کی پروانہ کریں وہ لوگوں کو سیدھے راستے سے روکتے ہیں۔

(2) آپ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچایئے۔ آپ کافروں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

(3) ﴿وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اور آپ اپنے رب کی طرف بلائیں'' اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں۔

(4) ﴿وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ ''اور آپ مشرکوں میں سے نہ بنیں'' یعنی مشرکوں کے ساتھ شامل نہ ہوں ان سے الگ رہیں۔

سوال 2: آیات سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: آیتوں کی تبلیغ سے روکنا۔

سوال3: آیتوں کی تبلیغ سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ایسی باتیں کرنا جس سے اذیت پہنچائی جائے۔

(2) جھوٹا پروپیگنڈا کرنا تاکہ لوگوں کے ذہن آیات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔

(3)لوگوں کے لیے دعوت وتبلیغ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا وغیرہ ہے۔

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' (88)

سوال1:﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں'' اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کریں۔کسی اور کی عبادت نہ کریں۔کسی سے دعائیں نہ مانگیں کسی کے نام کی قربانی نہ کریں۔اس سے مراد یہ ہے کہ کسی اور عبادت نہ کی جائے یعنی کسی سے دُعائیں نہ مانگی جائیں کسی کے نام پر نذریں نیازیں نہ چڑھائی جائیں۔کسی کے نام کی قربانیاں نہ کی جائیں۔

(2) قرآن مجید میں اس لیے پکارنے کی بات کی گئی کیونکہ غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے اُن سے فریادیں کی جاتی ہیں اُن سے دُعائیں اور التجائیں کی جاتی ہیں اُن کو مافوق الاسباب طریقے سے پکارا جاتا ہے۔

(3)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی کامل اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہستی کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جس کو الٰہ بنایا جائے، اس سے محبت کی جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔ (تفسیر سعدی:2/2019)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ ''وہ مشرق ومغرب کا رب ہے۔اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' (المزمل:9)

(5)﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے چاہے کوئی چیز آسمان میں ہو یا زمین میں انسان کی ذات ہو یا مال، اولاد، ہو یا اقتدار، زندگی ہو یا سامان زندگی کچھ بھی باقی رہنے والا نہیں۔﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔'' (اٰلِ عمران:185)

(6)﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے۔اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے۔'' (الرحمٰن:27,26)

(7) جب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے تو ہلاک کردہ ہستیوں کی عبادت کیسے کی جائے۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے سچی بات جو کہ کوئی شاعر کہہ سکتا تھا وہ لبید شاعر نے کہی'' ہاں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے'' اور امیہ بن ابی الصلیت (جاہلیت کا ایک شاعر) مسلمان ہونے کے قریب تھا (بخاری:3841)

(9) ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور تم لوگ اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' (i) اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جانے کا سبب نیکوں کو اُن کی نیکی کی جزا دینا اور بُروں کو اُن کی بُرائی کی سزا دینا ہے (ii) اللہ تعالیٰ کی طرف ہر کوئی اپنے انجام کو پہنچنے کے لیے لوٹایا جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز کے فنا ہو جانے کے تصور سے اللہ تعالیٰ نے مال اور اقتدار کے بارے میں کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ مال اور اقتدار عارضی چیزیں ہیں۔

سوال 3: اصل فرماں روائی کس کی ہے؟

جواب: اصل فرماں روائی یعنی فیصلے اُسی کے ہیں جو وہ چاہے وہ ہوتا ہے ہر کام اُس کی مشیت سے ہوتا ہے۔ جو وہ نہ چاہے وہ ہو نہیں سکتا۔

اٰیاتھا ٦٩ | ٢٩ سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ ٨٥ | رکوعاتھا ٧

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں 7 رکوع اور 69 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 29 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 85 ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم'' (1)

سوال1:﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' حروف مقطعات ہیں جس کے معانی اور مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں حروف تہجی لا کر کیا ثابت کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے انسان ایسے ہی حروف سے اس جیسا کلام بنا لینے سے قاصر ہیں۔

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ﴾

''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟'' (2)

سوال1:﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ﴾ ''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا'' مومن کو ایمان کے بقدر آزمایا جاتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) مومن کی آزمائش ضرور ہوتی ہے۔ ہر مومن کو ایمان کے بقدر آزمایا جاتا ہے۔''نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے کڑی آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے پھر نیک لوگوں کی پھر ان سے کم درجے والوں کی آزمائش ان کے ایمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر وہ دین میں پختہ ہے تو آزمائش بھی سخت ہوتی ہے۔'' (مختصر ابن کثیر: 1488/2) آزمائش میں مبتلا لوگوں کے بہت سے درجات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں دین پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ (آمین)

(2)﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا﴾ ''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا شعور بیدار کرنے کے لیے پوچھا ہے کہ تمہیں محض اس بات پر چھوڑ دیا جائے کہ ہم ایمان لائے، تم نے ایمان کو کیا سمجھا ہے؟ کیا ایمان زبان سے ادا کیے جانے والے چند الفاظ کا نام ہے۔

(3)﴿وَھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ﴾ ''اور اُنہیں آزمایا نہیں جائے گا'' کیا ایمان کے دعوے کو آزمایا نہیں جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ ایمان تو امانت ہے جس کے کچھ تقاضے ہیں۔ جس کی وجہ سے ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

(4) اس آیت میں لوگوں کو ہر طرح کے انجام سے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ یہی مصائب و مشکلات ہی ان کے ایمان کی کسوٹی ہیں اور انہی سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص کس حد تک اپنے ایمان کے دعویٰ میں پختہ ہے۔

(5)(i) آزمائش سے کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہو جاتی ہے۔ (ii) آزمائش سے جھوٹے اور سچے کی پہچان ہو جاتی ہے۔

(iii) آزمائش سے مومن اور منافق کی پہچان ہو جاتی ہے۔ (iv) آزمائش سے خالص لوگ سامنے آتے ہیں۔

(v) آزمائش سے دعوت دینے والوں کے دل صاف شفاف ہو جاتے ہیں۔ (vi) آزمائش اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

(6) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، اُن کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہو گی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔'' (البقرۃ:214)

(7) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک اُن کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تا کہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو۔'' (اٰلِ عمران:142)

(8) ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں۔'' (محمد:31)

(9) ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے۔'' (اٰل عمران:179)

(10) ﴿وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزمالے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تا کہ وہ اسے خالص کر دے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتیں خوب جاننے والا ہے۔'' (اٰل عمران:154)

(11) سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذا دہی سے تنگ آ چکے ہیں۔) نبی ﷺ نے فرمایا: ''(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے، لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقامِ صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہو گا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' (بخاری:3612)

سوال 2: ایمان کیا ہے؟

(1) ایمان اس کائنات کے بارے میں اس حقیقت کو مان لینے کا نام ہے جو کائنات بنانے والے نے بتائی ہے۔

(2) ایمان حق کو جان لینے، مان لینے، تصدیق کرنے اور زندگی بدلنے کا نام ہے۔

سوال 3: آزمائش میں پورا اترنے والا کیسے خالص مومن بن جاتا ہے؟

جواب: (i) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت ایمان لاتا ہے جب لوگ انکار کرتے ہیں۔ (ii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت مانتا ہے جب نہ مان کر کچھ بگڑنے والا نہ ہو۔ (iii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت یقین کر لیتا ہے جب لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (iv) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت اپنے آپ کو حوالے کرتا ہے جب بچانے کا وقت ہو۔ (v) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت سر جھکا دیتا ہے جب سرکشی کا موقع ہو۔ (vi) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت خرچ کرتا ہے جب مٹھی بند کرنے کی ضرورت ہو۔ (vii) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت ثابت قدم ہو جاتا ہے جب فرار کے مواقع ہوں۔ (viii) آزمائش میں پورا اُترنے والا سب کچھ لٹا کر ساتھ دیتا ہے اور یوں وہ خالص مومن بن جاتا ہے۔

سوال 4: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا جاتا ہے؟

جواب: انسان کے مومن ہونے کا فیصلہ غیر معمولی حالات میں ایمان پر قائم رہنے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

﴿وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ﴾

''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا'' (3)

سوال 1: ﴿وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ﴾ ''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے'' سچوں کی بھی آزمائش ہوگی اور جھوٹوں کی بھی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ﴾ ''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے'' یعنی پہلی امتوں کی بھی آزمائش ان کے دشمنوں سے ہوتی رہی ہے۔ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تو فرعون اور اس کے سرداروں کے ذریعے آزمائش ہوئی۔

(2) یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب صحابہ کرام ظلم سہہ رہے تھے اور اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تشدد اور مصیبتیں ایمان والوں پر آتی رہی ہیں تم سے پہلے بعض ایمان والوں کا یہ حال کیا گیا کہ انہیں

ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑا کیا گیا پھر ان کے سروں پر آرا چلایا گیا جس سے اُن کے جسم کے دو ٹکڑے ہوئے۔اسی طرح لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت پر ہڈیوں تک پھیری گئیں لیکن یہ تکلیفیں انہیں دین حق سے پھیرنے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔(بخاری)

(3)﴿فَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور یقینا وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا'' اللہ تعالیٰ آزمائش کے ذریعے سے جھوٹوں اور سچوں کو الگ کرنا چاہتے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ ایمان کو آزمالیں جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اسے ایسے معاملات پیش آتے ہیں جو اس کے ایمان کے لیے آزمائش بن جاتے ہیں۔اس طرح سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

(5)جب آزمائش آتی ہے جو خوش حالی میں بھی آتی ہے اور تنگ دستی میں بھی، دشمنوں اور مخالفوں کے ذریعے بھی مومن کو آزمایا جاتا ہے جتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے اتنے ہی زیادہ شبہات بڑھ جاتے ہیں۔آزمائش اگر شبہات میں ڈالے تو یہ عقیدے کے مخالف اور معارض ہیں اور شہوات کے فتنے کی طرف لوٹیں تو یہ ارادے کے مخالف اور معارض ہیں۔

(6)شبہات میں جس کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا وہ اس حق کے ذریعے شبہات کو دور کر دیتا ہے جو قرآن وسنت کے عمل کی صورت میں اس کے پاس ہے اور شہوات جو گناہ اور نافرمانیوں میں مبتلا کرنے والی ہیں۔جب مومن اپنے ایمان کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے اور اپنی شہوات کے خلاف جدوجہد کرتا ہے تو یہ اس کے ایمان کی سچائی اور صحت پر دلالت کرتی ہے۔

(7)شبہات کے وقت جس کے دل میں شک جگہ بنالیتا ہے اور جس کو شہوات واجبات کی ادائیگی سے روک دیتی ہیں یا گناہوں کی طرف موڑ دیتی ہیں تو یہ ایمان کی سچائی دھندلا جانے کی دلیل ہیں۔

(8)آزمائشیں بھٹی کی مانند ہیں جو خالص چیز سے گندگی اور میل کچیل کو باہر نکال دیتی ہیں۔

﴿اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ﴾

''یا اُن لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟ بہت بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں''(4)

سوال1:﴿اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ﴾ ''یا اُن لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟ بہت بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں'' برائیاں کرنے والے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بھاگ سکتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا﴾ ''یا اُن لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟'' یعنی جن لوگوں نے شرک اور نافرمانی کے کام کیے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ سکتے

ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ نے انہیں شعور دلایا ہے کہ کیا ہم سے بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو؟ کیا ہماری گرفت سے باہر ہو جاؤ گے؟

(3) بنیادی طور پر شیطان انسان کی ذہن سازی کرتا ہے کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا اور یہ کہ اس کے اعمال کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا ایسے لوگوں کے ذہنوں پر برے افعال اور جرائم غالب آجاتے ہیں۔

(4) رب العزت نے اس ذہن سازی کو توڑا ہے کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یعنی ان کے اعمال کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اس لیے ان کے لیے گناہوں پر عمل کرنا آسان ہو گیا۔

(5) رب العزت نے دوسری چوٹ لگائی ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں چلے گا، یا یہ کہ وہ تمہارے بارے میں غافل ہو جائے گا یا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ نکلیں گے اس لیے ان کے لیے گناہوں کا ارتکاب آسان ہو گیا ہے۔

(6) ﴿سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''بہت بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں'' یعنی ان کا یہ فیصلہ بہت برا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو قادر نہیں سمجھتے کس میں اتنی قدرت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے؟

(7) ان کا یہ فیصلہ بہت ہی برا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مہلت کی حکمت کو نہیں سمجھتے۔ وہ رب کی حکمت کا انکار کرتے ہیں۔ ان میں اتنی طاقت کہاں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکیں۔ مان لو کمزور ہو، عاجز ہو، بھاگ نہیں سکو گے۔

﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (5)

سوال 1: ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھنے والے کی امید بر آئے گی آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ﴾ ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے'' جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتے ہیں۔

(2) ﴿فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کا یقین انہیں دلایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین رکھتے ہیں، جو اعمال کی جزا سزا پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یقین دلایا ہے کہ قیامت برپا ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حساب کتاب ضرور ہو گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ

بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا﴾ ''چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔'' (الکھف:110)

(3) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ''مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے) ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے، اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔'' (بخاری:6507)

(4) وہ دن آئے گا جب اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(5) ﴿وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سننے والا ہے اور اُن کی تمام باتوں کو سننے والا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کے کھلے اور چھپے سب اعمال کو جاننے والا ہے۔

(6) اے اپنے رب کے ساتھ محبت کرنے والے! اس کے قرب اور اس کی ملاقات کا اشتیاق رکھنے والے! اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر بھاگ دوڑ کرنے والے! اپنے محبوب کی ملاقات کے وقت قریب آنے پر خوش ہو جا کیونکہ وہ وقت آنے والا ہے اور ہر آنے والا وقت قریب ہوتا ہے۔ اپنے محبوب کی ملاقات کے لیے زادِ راہ لے کر، امید کو اپنا ساتھی بنا کر اور محبوب کے وصل کی آرزو کرتے ہوئے اس کی طرف رواں دواں ہو جا۔ مگر ہر شخص کو، اس کے دعویٰ کرنے پر عطا نہیں کر دیا جاتا اور نہ اس کی ہر تمنا پوری کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آوازوں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے اس لئے جو کوئی اپنے دعوے اور تمناؤں میں سچا ہے اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو پورا کر دیتا ہے اور جو کوئی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اس کا دعویٰ اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی محبت کا اہل ہے اور کون اس کا اہل نہیں۔ (تفسیر سعدی:2021/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید کون رکھتا ہے؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے: (i) جو دنیا سے اُس کے مال ومتاع سے محبت کے ماحول میں اپنے رب سے محبت رکھے۔
(ii) جو خواہشات سے زیادہ اُصولوں کو ترجیح دے (iii) جو دُنیا کے مفاد سے زیادہ آخرت کے مفاد کو ترجیح دے۔
(iv) جو اجر وثواب کی اُمید پر نیک اعمال کرے۔ (v) جو اللہ تعالیٰ سے اُمیدیں باندھے کہ ضرور اس کے نیک اعمال پر اجر عطا کرے گا۔
(vi) جو قیامت کے آنے اور حساب کتاب پر یقین رکھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے۔
سوال 3: یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اور علیم کو لا کر کیا ثابت کیا گیا ہے؟
جواب: ان دونوں صفات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قیامت آئے گی اور اعمال کی جزا وسزا کا معاملہ یقینی ہے۔

﴿وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾

''اور جو کوئی جہاد کرے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے یقیناً بہت بے پرواہ ہے'' (6)

سوال 1: ﴿وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''اور جو کوئی جہاد کرے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے یقیناً بہت بے پرواہ ہے'' جو نیک اعمال کے لیے اعلیٰ ترین کوشش کرتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں کی؟

جواب: (1) ﴿وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ﴾ ''اور جو کوئی جہاد کرے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے'' یہاں جہاد سے مراد نیک اعمال کرنے کی وہ اعلیٰ ترین کوشش ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ ان نیک اعمال میں کفار کے ساتھ جہاد کرنا بھی شامل ہے۔
(2) جو نیک اعمال کے لیے اعلیٰ ترین کوشش کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کی طرف لوٹتا ہے، یعنی وہ اپنے لیے کوشش کرتا ہے۔
(3) اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں نفس سستی کرتا ہے اور شیطان اسے نیکی کے راستے سے روکتا ہے جس کے لیے اعلیٰ ترین کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔
(4) اللہ تعالیٰ کے نواہی سے رکنے کے لیے انسان کو اعلیٰ ترین کوشش کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ شیطان اس کے لیے برائی کے راستوں کو مزین کرتا ہے اور برائی سے بچنے کے لیے سخت کوشش اور مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔
(5) سیدنا حسن فرماتے ہیں ''جہاد تلوار چلانے کا نام ہی نہیں انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا ہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے۔'' (ابن کثیر: 136/4)
(6) جہاد بمعنی کسی انسان کی مقدور بھر کوشش جو اسلام کے نفاذ اور اس کی سربلندی کے لیے کی جائے۔ پھر اس جہاد کی اقسام بھی متعدد ہیں اور محاذ بھی متعدد ہیں۔ اقسام سے مراد مثلاً زبان سے جہاد ایک دوسرے کو سمجھانا اور تلقین کرنا یا تقریروں کے ذریعہ تبلیغ کرنا اور قلم سے جہاد یعنی اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور اسلام پر وارد ہونے والے اعتراضات اور حملوں کا جواب لکھنا اور پھر اس کے بعد اجتماعی جہاد یا جہاد بالسیف

یا قتال فی سبیل اللہ ہے اور جہاد کا سب سے پہلا محاذ انسان کا اپنا نفس ہے۔ پھر اس کے بعد عزیز و اقارب پھر اس کے بعد پورا معاشرہ ہے اور آخری محاذ قتال فی سبیل اللہ یعنی ان کافروں سے جنگ کرنا ہے جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے ہوں یا اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تلے بیٹھے ہوں۔ جہاد اگر نفس سے کیا جائے تو جہاد کرنے والے کی اپنی اخلاقی اور روحانی اصلاح ہو گی اگر اجتماعی جہاد اپنے معاشرے سے کیا جائے گا تو پورا معاشرہ بے حیائیوں سے اور ظلم و جور سے پاک ہوگا اور اگر جہاد بالسیف کیا جائے گا تو اس سے مسلمانوں کو سیاسی فائدے حاصل ہوں گے۔ جس قسم کا بھی جہاد کیا جائے گا، بالآخر اس کا فائدہ جہاد کرنے والے کو ہی پہنچے گا۔ (تیسیر القرآن:458/3)

(7) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جو کوشش کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا یعنی اُس کا فائدہ اُسی کو نصیب ہو گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ ’’جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے۔‘‘ (فصلت:46)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ﴾ ’’اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی۔‘‘ (بنی اسرائیل:7) (9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے یقیناً بہت بے پرواہ ہے‘‘ (i) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے نیک اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ (ii) اگر سارے متقی بن جائیں تو اس کی بادشاہت میں اضافہ نہیں ہو گا۔

(iii) اگر سارے نافرمان ہو جائیں تو اس کی بادشاہت میں کمی نہیں آئے گی۔ (iv) اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایمان والوں کو نیک اعمال کی جزا دے گا اور ایک نیکی کا اجر کئی گنا عطا کرے گا۔

(10) اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال اور ان کی عبادات سے بے نیاز ہے۔

(11) یعنی جہاد کرنے والا اگر جہاد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر جہاد کرتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کو اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اللہ کی بے نیازی کا تو یہ عالم ہے کہ اللہ فرماتے ہیں ’’اے میرے بندو! اگر تم تمام جن و انس سارے کے سارے اس شخص کی طرح بن جاؤ جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ بھر بھی اضافہ نہیں ہو گا اور اے میرے بندو! اگر تم تمام جن و انس سارے کے سارے اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو تم میں سے سب سے زیادہ میرا نافرمان اور بدکار ہے تو اس سے میری بادشاہی میں ذرہ بھر بھی کمی واقع نہ ہو گی‘‘ (قرطبی:246/7)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

’’اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناً ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیں گے اور یقیناً انہیں ضرور بہترین جزا دیں گے جو وہ عمل کیا کرتے تھے‘‘ (7)

سوال:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناً ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کردیں گے اور یقیناً انہیں ضرور بہترین جزادیں گے جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' ایمان والوں کو نیک اعمال کے بہترین صلے کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کی ہیں'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور آزمائش کے موقع پر اپنے ایمان کو درست رکھا اور مشرکوں کی ایذاؤں پر اپنے دین سے نہیں پھرے۔ (جامع البیان:131/20)

(2)﴿لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''یقیناً ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کردیں گے'' اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کو بہترین صلے کی بشارت دیتے ہیں کہ نیک اعمال کا صلہ ملے گا اور گناہ مٹا دیے جائیں گے کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

(3)﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور یقیناً انہیں ضرور بہترین جزادیں گے جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی بہترین جزادیتے ہیں۔ وہ نیکی قبول فرماتا ہے اور دس گنا ثواب دیتا ہے۔ اور دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ برائی کو معاف کر دیتا ہے یا برائی کی اتنی ہی سزا دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40)

(4) اس سے مراد اعمال خیر ہیں، مثلاً واجبات و مستحبات وغیرہ اور یہ بندے کے بہترین اعمال ہیں کیونکہ بندہ مباح کام بھی کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2022/2)

(5)﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کردیں گے اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔'' (النساء:31)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک اپنے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں جب تک کبیرہ (گناہوں) کا ارتکاب نہ کرے۔ (مسلم:552)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) تم اسے مت لکھو، جب تک کہ وہ اسے کر نہ لے، پھر اگر کرلے تو ایک برائی لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اس کو چھوڑ دے (یعنی اس برائی کو نہ کرے) تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے اور اس کو کرے نہیں تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور پھر اگر اس کو کرے تو اس کو دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔ (بخاری:7501)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کے ایمان اور نیک اعمال کی جزا کی بات کیا سمجھانے کے لیے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اطمینان دلایا ہے کہ جو تم کر رہے ہو اس پر بہت کچھ ملے گا اس لیے اب تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کریں۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۚ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو اُن کی اطاعت نہ کرنا، تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہیں بتادوں گا جو تم عمل کرتے تھے'' (8)

سوال 1: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۚ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو اُن کی اطاعت نہ کرنا، تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہیں بتادوں گا جو تم عمل کرتے تھے'' رب العزت نے والدین سے حسنِ سلوک کرنے کی جو ہدایت کی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی وصیت کی ہے کیونکہ ماں باپ دنیا میں لانے کا سبب بنتے ہیں اور باپ کما کر کھلاتا ہے اور ماں اپنا وجود کھلاتی ہے۔ پہلے پیٹ میں ماں کے لہو سے بچہ پروان چڑھتا ہے۔ پھر پیدائش کے بعد اس کے دودھ سے بچہ نشوونما پاتا ہے۔ ماں باپ بچے کو زندگی سکھاتے ہیں اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جوان ہونے تک مسلسل اس کی نگہداشت کرتے ہیں۔

(2) رب العزت نے وصیت کی ہے کہ اپنے قول اور فعل کے ساتھ ماں باپ سے حسنِ سلوک کریں، ان کی نافرمانی نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (۲۳) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (۲۴)﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔ اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے بچپن

میں پالا تھا۔'' (بنی اسرائیل:24,23)

(3) اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر اپنی توحید اور اپنی عبادت کا حکم دینے کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کی تاکید کی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو شخص والدین کی اطاعت اور خدمت کے تقاضوں کو سمجھ کر ادا کر سکتا ہو وہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تقاضوں کو سمجھ کر ادا کر سکتا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو شخص دنیا میں والدین کی محبت، مہربانی شفقت اور تربیت کا شعور رکھ کر ان کی خدمت اور اطاعت میں کوتاہی کرتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے شعور کو اور اس کی اطاعت میں بھی ضرور کوتاہی کرتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت کی اتنی تاکید کی گئی ہے۔

(4) ﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں'' مجاہدہ بڑی اور خاص کوشش کو کہتے ہیں والدین کے لیے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے لیے شرک کرنے کے لیے جب اولاد پر دباؤ رکھتے ہیں تو زیادہ بڑی کوشش کرتے ہیں۔

(5) یعنی اگر والدین جیسی قابل احترام ہستیاں بھی شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی کیونکہ شرک کی صحت پر کوئی دلیل نہیں۔

(6) ﴿فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ ''تو اُن کی اطاعت نہ کرنا'' یعنی ماں باپ چاہیں اور کہیں کہ مشرک بن جاؤ تو کبھی نہیں ماننا، انہیں بھی شرک سے بچانے کی کوشش کرو کیونکہ

(7) ﴿إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے'' کوئی نیک ہو یا برا اس نے جانا تو رب ہی کے پاس ہے پھر وہ ان کی اطاعت اور شرک کے حکم کو نہ ماننے کا ثواب عطا فرمائے گا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ آپ کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھائے گا، ماں باپ کے ساتھ نہیں اٹھائے گا۔ (i) اللہ تعالیٰ نے انسان کو رب کی اطاعت پر قائم رہنے کے لیے والدین کے دباؤ کو قبول نہ کرنے کے لیے اپنی طرف لوٹ کر آنے کی بات کی ہے (ii) لوٹ کر آنے کی بات اس لیے کی ہے کہ تمہارے معاملات فقط دنیا تک ختم ہو جانے والے نہیں ہیں ان کا حساب دینا ہوگا لہٰذا وہی عمل کرنے کے پابند ہو جو تمہیں رب نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خبر دے دے گا جو تم عمل کرتے تھے۔

(8) مصعب رحمہ اللہ اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میری ماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ سعد سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک کہ وہ اپنا دین (اسلام) نہیں چھوڑے گا۔ تب تک وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں، اللہ تعالیٰ نے تجھے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں، لہٰذا میں تجھے اس بار حکم دے رہی ہوں۔ وہ تین دن بھوکی پیاسی، رہی حتیٰ کہ بھوک و پیاس کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی، تو اس کے دوسرے بیٹے عمارہ نے اسے پانی پلایا، تو (جب اسے ہوش آیا) وہ سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف بددعائیں کرنا شروع ہوگئی تو اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ آیت اتار دی کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے تھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھرائے جس کے

بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور ان سے دنیا میں اچھے طریقے سے پیش آیا۔(مسلم:6238)

(9) سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے، اطاعت صرف اس کام میں ہے جو جائز ہے۔(مسلم:4765)

(10) ﴿فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''پھر میں تمہیں بتادوں گا جو تم عمل کرتے تھے'' یعنی میں تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دوں گا۔ اس لیے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ان کی اطاعت کو ہر ایک اطاعت پر مقدم رکھو سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے۔

(11) والدین کے حقوق اس وقت تک قابل لحاظ ہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے نہ ٹکرائیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ٹکرائیں تو ان کی اطاعت ایسے احکامات میں نہیں ہوگی۔

(12) اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اطاعت والدین حسن سلوک میں شامل ہے اور دوسری یہ کہ شرک کے معاملہ میں والدین کی اطاعت نہیں کی جاسکتی باقی سب معاملات میں ان کی اطاعت لازم ہے ﴿وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا﴾ ''اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو''(لقمان:15)

(13) کیا اطاعت کے بغیر حسن سلوک ہوسکتا ہے؟ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَيۡهِ وَلَمۡ يَكُنۡ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ ''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور سرکش، نافرمان نہیں تھا۔''(مریم:14)

(14) اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کا، خواہ وہ کسی عمر میں ہوں، سرکش اور نافرمان ہو وہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ گویا حسن سلوک میں دو باتیں ضروری ہیں (i) سختی کی بجائے نرمی کا سلوک۔ (ii) ان کی فرمانبرداری۔

(15) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں اولاد عطا فرمائی تھی سیدنا اسماعیل علیہ السلام جب عاقل ہو گئے تو ان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہ ﴿يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانْظُرۡ مَاذَا تَرٰى‌ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ‌ ۖ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ﴾ ''اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُس نے کہا: ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں، ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''(الصفت:102)

(16) مندرجہ بالا تصریحات سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں: (i) بچہ بلوغت سے پہلے والدین کی زیر تربیت وکفالت ہونے کی وجہ سے والدین کی اطاعت پر مجبور ہوتا ہے اور اس بچہ کی بلوغت اس وجہ سے بھی خارج از بحث ہے کہ اس عمر میں بچہ شرعی احکام کا مکلف نہیں ہوتا۔ (ii) بلوغت سے لے کر چالیس سال کی عمر تک (یعنی پختگی عقل اور اصابت رائے کی عمر تک) کے عرصہ میں اولاد کو والدین کی اور بزرگوں کی اطاعت کرنا لازم ہے کیونکہ اس عمر میں جوانی کا جوش اور جذبات کی شدت انسان کی عقل پر غالب ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنا نفع

ونقصان بھی درست طور پر سوچنے کے قابل نہیں ہوتا اور اس کی اپنی عافیت بھی اسی بات میں ہوتی ہے کہ وہ اپنے والدین اور بڑوں کی اطاعت کرے۔(iii) اندازہ چالیس سال کی عمر کے بعد جب اس کی عقل پختہ ہو جاتی ہے۔اس وقت تک اس کے والدین کہولت کی عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں وہ خود اولاد کے محتاج ہونے کی وجہ سے اپنا کوئی حکم اولاد کے سر پر تھوپ نہیں سکتے۔تاہم اس عمر میں بھی اولاد اپنے والدین کی مرضی کو مقدم رکھے تو یہ بہت بڑی سعادت ہے۔اگر کہیں اختلاف واقع ہو جائے تو پھر بھی اولاد کا یہ حق نہیں کہ وہ ان سے بحث وجدال کرے یا ان کو دبائے بلکہ حکم یہ ہے کہ ایسی حالت میں بھی ان کو اف تک نہ کہے۔انہیں دبانا یا ڈانٹنا تو بہت دور کی بات ہے۔ایسی صورت میں وہ اپنی بات نرمی سے پیش کر کے دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کرے اور دنیوی امور میں یعنی ان کے قیام وطعام کے سلسلہ میں دل وجان سے ان کی خدمت کرے۔(تیسیر القرآن:462,464/3)

(17) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا، کون سا عمل اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے کہا، پھر کون سا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے کہا، پھر کون سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔(مسلم:5970)

(18) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے آپ ﷺ سے جہاد پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے دریافت فرمایا: کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا، جی ہاں! (زندہ ہیں)۔آپ نے فرمایا: تو تو انہی (کی خدمت) میں جہاد کر۔(بخاری:3004)

(19) ابن کثیر لکھتے ہیں یعنی اولاد نے اگر ناحق بات میں والدین کا کہنا نہ مانا اور والدین ناحق پر قائم رہے تو اولاد کا حشر صالحین کے زمرہ میں ہوگا، ان والدین کے زمرہ میں نہ ہوگا۔گویا طبعی ونسبی تعلقات کی بنا پر وہ اس سے سب سے زیادہ قریب تھے۔معلوم ہوا ﴿اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾ ''آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے'' میں حب دینی مراد ہے، حب طبعی مراد نہیں۔(تفسیر عثمانی:310/2)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہم اُنہیں ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے'' (9)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہم اُنہیں ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے'' نیک لوگوں کو صالحین میں شامل کیا جائے گا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرتے رہے اور محارم سے اجتناب کرتے رہے۔

(3)﴿لَنُدۡخِلَنَّهُمۡ فِی الصّٰلِحِیۡنَ﴾ ''ہم اُنہیں ضرور نیک بندوں میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان لا کر نیک اعمال کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور صالحین کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیۡقًا﴾ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِكَ فِیۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیۡنَ﴾ ''اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔'' (النمل:19) (5) حقیقت یہ ہے کہ صحیح ایمان اور عمل صالح ہی انسان کی حقیقی سعادت کا سبب بنتے ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتۡنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ ؕ وَلَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكَ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمۡ ؕ اَوَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِیۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسے ایذاء دی جائے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے اور یقیناً اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ گئی تو وہ ضرور کہیں گے کہ یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ تھے، اور کیا اللہ تعالیٰ اُن کو زیادہ جاننے والا نہیں ہے جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے؟'' (10)

سوال1:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتۡنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسے ایذاء دی جائے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے'' منافقوں کی عادت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں۔

(2)﴿ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتۡنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ ﴾ ''پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُسے ایذاء دی جائے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے'' اللہ تعالیٰ ایمان کی آزمائش کرتے ہیں تاکہ جھوٹے اور سچے کا فرق واضح ہو جائے۔ لوگوں میں سے ایک گروہ یعنی منافق آزمائش پر صبر نہیں کر سکتے۔ لوگوں کی ایذائیں انہیں ایمان سے روک دیتی ہیں۔

(3) ایمان کے راستے میں جب انہیں ستایا جاتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کا عذاب آ گیا اور وہ دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اللہ کی راہ میں ایذا دیئے جاتے ہیں تو یہ اپنے دین سے پھر جاتے ہیں یہی ان کا فتنہ

ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1410)

سوال2:﴿وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ﴾''اور یقیناً اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ گئی تو وہ ضرور کہیں گے کہ یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ تھے'' منافقوں کی عادت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ﴾''اور یقیناً اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ گئی'' رب کی طرف سے مدد آئے مشکلات دور ہوجائیں، دشمنوں پر فتح حاصل ہو، مالی تنگیاں ختم ہوجائیں۔

(2)﴿لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ﴾''تو وہ ضرور کہیں گے کہ یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ تھے'' یعنی اللہ کی مدد آنے پر، کسی ملک کے فتح ہونے پر، مال غنیمت حاصل ہونے پر وہ دینی بھائی ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، پھر اگر اسے فائدہ پہنچتا ہے تو اس پر مطمئن ہوجاتا ہے اور اگر اُسے کوئی آزمائش آتی ہے تو چہرے کے بل پلٹ جاتا ہے، اُس نے دنیا میں بھی خسارہ اُٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی کھلا خسارہ ہے۔''(الحج:11)

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ﴾''وہ لوگ جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں:''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟''(النساء:141)

(4)﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ (٥٦) لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ (٥٧)﴾''اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ضرور وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔اگر وہ کوئی جائے پناہ، یا کوئی غاریں، یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ پالیں تو وہ اس حال میں لوٹ جائیں کہ رسیاں تڑاتے ہوں۔''(التوبہ:57,56)

سوال3:﴿اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور کیا اللہ تعالیٰ اُن کو زیادہ جاننے والا نہیں ہے جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے'' اللہ تعالیٰ دل دیکھتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اور کیا اللہ تعالیٰ اُن کو زیادہ جاننے والا نہیں ہے جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے'' کیا اللہ تعالیٰ کو جہان والوں کے دلوں کی خبر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تو سینوں کے بھید جانتا ہے اور دل کی باتوں سے آگاہ ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾''اللہ تعالیٰ کو نہ کبھی ان کا گوشت

پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' (الحج:37)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔'' (مختصر ابن کثیر:1255/2)

(4) رب العزت نے اعمال میں خلوص کا حکم دیا ہے اور نیتوں کا جائزہ لینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اخلاص کی قدر ہے اور فرماں برداری کی عزت ہے۔

﴿وَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ﴾

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو ضرور جان لے گا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور یقیناً وہ منافقوں کو بھی ضرور جان لے گا'' (11)

سوال 1: ﴿وَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو ضرور جان لے گا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور یقیناً وہ منافقوں کو بھی ضرور جان لے گا'' اللہ تعالیٰ نے ضرور آزمانا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو ضرور جان لے گا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آزماتے ہیں تاکہ ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا دیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ وَ نَبۡلُوَاۡ اَخۡبَارَكُمۡ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡهُدٰىۙ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَسَيُحۡبِطُ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۳۲﴾﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں۔ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت اُن پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ (محمد:32,31)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے اُن لوگوں کو بھی آزمایا جو اُن سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔'' (العنکبوت:3)

(3) ﴿وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ﴾ ''اور یقیناً وہ منافقوں کو بھی ضرور جان لے گا'' اللہ تعالیٰ منافقوں کو بھی آزماتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حجت نہ پیش کر سکیں کہ اگر ہمیں آزمایا جاتا تو ہم ثابت قدم رہتے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ منافقوں اور مومنوں کو جان کر رہے گا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کے دعوے کو ضرور آزمائے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ اس لیے آزمائے گا تا کہ مومن اور کافر میں فرق واضح ہوجائے۔(3) اللہ تعالیٰ یہ ضرور جانے گا کہ متقی کون ہے اور منافق کون۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جو ایمان لائے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور لازم ہے کہ ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں حالانکہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی ہرگز اُٹھانے والے نہیں بلاشبہ وہ یقینا جھوٹے ہیں'' (12)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جو ایمان لائے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور لازم ہے کہ ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں حالانکہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی ہرگز اُٹھانے والے نہیں بلاشبہ وہ یقینا جھوٹے ہیں''، کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جو ایمان لائے ہیں کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور لازم ہے کہ ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں'' کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ آپ دین کے کچھ حصے کو چھوڑ کر ہمارے دین میں آجاؤ۔ اگر ہمارے دین کی پیروی کرو گے اور اس راستے پر چل کر تمہیں کچھ گناہ ملیں گے تو ہم تمہارے معاملے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔

(2) ﴿وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی ہرگز اُٹھانے والے نہیں بلاشبہ وہ یقینا جھوٹے ہیں'' یہ ان کی ایک خطا بھی اپنے ذمے نہیں لے سکتے کجا کہ سب گناہوں کا بوجھ اٹھائیں۔

(3) خطاؤں کو اپنے ذمے لینے والا راضی بھی ہو تب بھی وہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ''یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔'' (النجم:38)

(4) ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو۔'' (فاطر:18)

(5) ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (10) يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ (11)﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ انہیں دکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے

میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔'' (المعارج:11,10)

(6)﴿اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ '' بلاشبہ وہ یقینا جھوٹے ہیں'' یعنی یہ محض دین سے دور کرنے کی ایک جھوٹی تدبیر ہے اور تدبیر کرنے والے جھوٹے ہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری:2449)

سوال2: کافروں نے رواجی دین کی پیروی کرنے کے لیے کیوں کہا تھا؟

جواب: کافر اپنے دین کو ہی صحیح سمجھتے تھے۔ کافر ہر صورت میں مسلمانوں کو اسلام سے لوٹانا چاہتے تھے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دعوے کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''اور یقیناوہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن اُن سے یقینا ضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' (13)

سوال1:﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور یقیناوہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن اُن سے یقینا ضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' قیامت کے دن اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ اٹھانے والوں کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ﴾ ''اور یقیناوہ ضرور اپنے بوجھ اُٹھائیں گے'' اہل ایمان کو کفر کی طرف پلٹانے والوں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ وہ اپنے ان گناہوں کا بوجھ تو اٹھائیں گے جن کا انہوں نے ارتکاب کیا۔

(2)﴿وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ ''اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی'' یعنی ان لوگوں کے گناہ بھی جنہوں نے ان کے برائی اور دین سے پلٹنے کی دعوت کو قبول کیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں اور اُن کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! بہت ہی بُرا ہے وہ بوجھ جو وہ اُٹھا رہے ہیں۔'' (النحل:25)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی اس کے لیے اس کی آواز پر لبیک کہنے والے تمام لوگوں کا ثواب ہوگا اور یہ چیز ان کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں کرے گی اور (ایسے ہی) جس شخص نے برائی کی طرف دعوت دی، اسے ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جو اس کے پیچھے لگیں گے اور اس سے ان کے گناہ کم نہیں ہوں گے۔'' (مسلم:6804)

(5) ﴿وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن اُن سے یقیناً ضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جھوٹے افترا پردازوں سے ان کے اعمال کی باز پرس کرے گا۔

(6) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی ﷺ نے اللہ کی تمام رسالت پہنچادی آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنے عزت کی اور اپنے جلال کی قسم آج ایک ظالم کو بھی میں نہ چھوڑوں گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ فلاں فلاں کہاں ہے؟ وہ آئے گا اور پہاڑ کے پہاڑ نیکیوں کے اس کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اہل محشر کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں گی وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے گا پھر منادی ندا کرے گا کہ اس طرف سے اس کا کوئی حق ہو اس نے کسی پر ظلم کیا ہو وہ آجائے اور اپنا بدلہ لے لے۔ اب تو ادھر ادھر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے گھیر کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں کو حق دلواؤ۔ فرشتے کہیں گے اے اللہ کیسے دلوائیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیاں لو اور انہیں دو چنانچہ یوں ہی کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک نیکی باقی رہے گی اور ابھی مظلوم اور حقدار باقی رہ جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے انہیں بھی بدلہ دو، دو فرشتے کہیں گے اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا ان کے گناہ اس پر لاد دو۔ پھر نبی ﷺ نے گھبرا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا﴾ ابن ابی حاتم میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اے معاذ! قیامت کے دن مومن کی تمام کوششوں سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کی اس کی آنکھوں کے سرمے اور اس کی مٹی کے گوندھنے سے بھی۔ دیکھ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کوئی اور تیری نیکیاں لے جائے۔ (ابن کثیر:4/153)

رکوع نمبر 14

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾

''اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا پھر اُنہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے'' (14)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا پھر اُنہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے'' سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں رب العزت کے تذکرے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ ''اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے سیدنا نوح علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ تا کہ آپ کافروں پر افسوس نہ کریں کیونکہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (٩٦) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (٩٧)﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آ جائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس:97,96)

(2) رب العزت نے گزشتہ قوموں میں سے جن کو عذاب سے ہلاک کیا ان میں قوم نوح علیہ السلام بھی ہے جن کی طرف سیدنا نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ انہوں نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور خودساختہ معبودوں کی عبادت سے روکا۔

(3)﴿فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا﴾ ''تو وہ اُن میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا'' سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس رہے۔ یہ دعوت وتبلیغ کی عمر ہے پوری عمر کے بارے میں وضاحت نہیں کی گئی۔

(4) سیدنا نوح علیہ السلام رات دن، کھلے چھپے انہیں خیرخواہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے مگر وہ حق سے بھاگتے رہے اور سیدنا نوح علیہ السلام کو جھوٹا کہتے رہے۔ ان پر ایمان لانے والے چند لوگ تھے۔

(5) سیدنا نوح علیہ السلام نے صبر اور حلم کے ساتھ سرتوڑ کوششیں کیں۔ آخرکار انہوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی۔ ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اے میرے رب! تو زمین پر کوئی کافر نہ رہنے دینا۔'' (نوح:26)

(6)﴿فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''پھر اُنہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے'' یعنی ایسا عظیم طوفان آیا جس کے لیے آسمان سے کثرت سے بارشیں ہوئیں زمین نے اپنا پانی اُگل دیا اور انہیں اس حال میں طوفان نے پکڑ لیا کہ وہ ظالم تھے۔

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

'' پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دلائی اور اُسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا'' (15)

سوال 1:﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دلائی اور اُسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا'' اور کشتی والے بچا لیے گئے اور کشتی کو نشانی بنا دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ﴾ ''پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دلائی'' اللہ تعالیٰ نے کشتی والوں کو بچا لیا یعنی جو ایمان والے اور گھر والے سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔

(2)﴿وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور اُسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے کشتی کو جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں کا انجام ہلاکت ہے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی اس طوفان کے بعد جودی پہاڑ پر ٹکی رہی۔ لوگ اس کو دیکھ کر طوفان نوح اور قوموں کے انجام کو یاد کرتے رہے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (۱۱) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۱۲)﴾ ''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا تاکہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔'' (الحاقہ: 12,11)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''پس اُنہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اُسے اور اُن لوگوں کو نجات دی جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، اور ہم نے انہیں جانشین بنایا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اُن لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا، سو آپ دیکھو اُن کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا!'' (یونس: 73)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾ ''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے، چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔'' (نوح: 25)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قوم نوح (کے نافرمان لوگوں) میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ رحم کرتے تو ام الصبی (بچے کی ماں) پر رحم کرتے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں نو سو پچاس سال رہے اور انہیں دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی نبوت کا آخری زمانہ ہوا تو انہوں نے ایک درخت لگایا، جب وہ خوب مضبوط ہو گیا اور چاروں طرف پھیل گیا تو اسے کاٹ کر اس کے تختوں سے کشتی بنانا شروع کی۔ کافر لوگ گزرتے تو پوچھتے، آپ جواب دیتے کہ میں کشتی بنا رہا ہوں، تو وہ مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم خشکی پر کشتی بنا رہے ہو، مگر یہ (زمین پر) چلے گی کیسے؟ آپ جواب دیتے کہ تم جلد جان لو گے۔ جب آپ کشتی بنا کر فارغ ہو گئے تو تنور ابل پڑے اور گلیوں میں پانی بہت زیادہ ہو گیا۔ ایک عورت، جس کا ایک (چھوٹا سا) بچہ تھا، وہ ڈر گئی (کہ کہیں اس کا بچہ ڈوب نہ جائے)، کیونکہ وہ اپنے بچے سے شدید محبت کرتی تھی۔ تو وہ پہاڑ کی طرف چل دی اور ایک غار میں پناہ لی۔ جب وہاں پانی پہنچا تو وہاں سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ

گئی۔ جب پانی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے اپنے بچے کو ہاتھوں میں تھام کر بازو اوپر کر لیے (کہ کسی طرح بچہ بچ جائے) لیکن پانی دونوں کو بہالے گیا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ان (کافروں) میں سے کسی پر رحم کرتا تو اس بچے کی ماں پر کرتا۔ (مستدرک حاکم:3310)

(8) اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی نجات سے سارے جہان والوں کو یہ سبق دیا کہ ایمان ہی نجات کا باعث بننے والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کشتی والوں کو کیوں نجات دی؟

جواب: کشتی میں وہ لوگ سوار کئے گئے تھے جو مومن تھے اور مومنوں کو نجات اس لیے دی گئی کہ جہان والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائیں۔

﴿وَ اِبۡرٰهِيۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾

''اور ابراہیم کو (بھیجا) جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈر جاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' (16)

سوال 1: ﴿وَ اِبۡرٰهِيۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور ابراہیم کو (بھیجا) جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈر جاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید اور تقویٰ کی جو دعوت دی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ اِبۡرٰهِيۡمَ﴾ ''اور ابراہیم کو (بھیجا)'' یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے۔ عراق میں پیدا ہوئے ان کے والد بت پرست تھے۔ اللہ نے انہیں اپنا خلیل بنا لیا تھا۔

(2) ﴿اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور یہ کہ بتوں کی عبادت چھوڑ دو۔

(3) ﴿وَاتَّقُوۡهُ﴾ ''اور اُس سے ڈر جاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھ کر اس کی اطاعت اور اس کے عذاب کے خوف سے ان کاموں کو چھوڑ دو جو اس کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں۔

(4) اس کے خوف سے فرائض ادا کرو اور نافرمانیوں سے اجتناب کرو (جامع البیان: 136/20)

(5) ﴿ذٰلِكُمۡ﴾ ''یہی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ۔

(6) ﴿خَيۡرٌ لَّكُمۡ﴾ ''تمہارے لیے بہتر ہے'' تمہارے لیے عبادت اور تقویٰ ہی بہتر ہے ہر بھلائی عبادت اور تقویٰ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے

(7) ﴿اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اگر تم جانتے ہو'' یعنی اگر تم علم رکھتے ہو کہ عبادت اور تقویٰ، محبت اور خوف اسی کا حق ہے۔

(8) اگر تم خیر اور شر میں تمیز کر سکتے ہو اور تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہیں نفع دیتے ہیں۔ تو برائیوں سے بچ جاؤ اور دنیا اور آخرت کی بھلائیاں

سمیٹ لو۔

﴿اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡہُ وَ اشۡکُرُوۡا لَہٗ ؕ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کی بجائے تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور تم جھوٹ گھڑتے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو اللہ تعالیٰ کے پاس سے رزق تلاش کرو اور اُس کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر ادا کرو اُسی کی طرف تم واپس لائے جاؤ گے'' (17)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بجائے تم بتوں کی عبادت کرتے ہو اور تم جھوٹ گھڑتے ہو'' بتوں کی عبادت خودساختہ ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بجائے تم بتوں کی عبادت کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ محض خودساختہ معبود ہیں جن کے تم نے نام رکھ لیے ہیں جن کے کچھ احکام گھڑ لیے ہیں۔

(2) ﴿وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا﴾ ''اور تم جھوٹ گھڑتے ہو'' (i) بت پتھر کے ہوں، مٹی پیتل یا چونے کے ہاتھوں سے بنائے جاتے ہیں سن نہیں سکتے لیکن انہیں پکارا جاتا ہے اس اعتبار سے افک بڑا جھوٹ ہے۔ (ii) بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان لیکن انہیں نفع پہنچانے والا نقصان سے بچانے کے لیے پکارا جاتا ہے۔ (iii) بتوں کو ہاتھوں سے تراشا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان میں مشکل کشائی اور حاجت روائی کی خصوصیات پیدا ہوگئی ہیں جب کہ انسان جانتا ہے کہ اس کے اپنے ہاتھوں میں بھی یہ خصوصیات نہیں تو جن ہاتھوں سے وہ بتوں کو تراشتا ہے ان میں کیسے یہ خصوصیات پیدا ہوسکتی ہیں اس لیے یہ افک ہے۔ (iv) انسان اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر اُن سے اُمیدیں باندھتا ہے۔ اس کا حقیقت سے تعلق نہیں اس لیے یہ افک ہے۔

سوال 2: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے'' بت رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ سب ناقص ہیں جو خود گھڑے ہوئے ہیں۔ جو اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں جو اپنی موت و حیات کا اختیار نہیں رکھتے۔ جو کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ جو کوئی اختیار نہیں رکھتے وہ عبادت کے مستحق کیسے ہوسکتے ہیں۔

(2) ﴿لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا﴾ ''وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اپنے ہاتھ سے تراش کر

بت بناتے ہو۔ یہ بت تمہیں کیا روزی دیں گے۔ روزی تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اس سے مانگو۔''

(3) دل اس کی عبادت کرنا چاہتے ہیں جو نفع دے نقصان سے بچائے، مشکلات سے بچائے، جو ضروریات کو جانتا ہو، جو ضروریات پوری کر سکتا ہو، جس سے سوال کریں وہ سنے اور جواب دے۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''کہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کر رہے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں یعنی نہ یہ بارش برسا سکتے ہیں نہ پھل پھول سبزیاں، اجناس اُگا سکتے ہیں نہ سورج کی حرارت پہنچا سکتے ہیں۔ نہ رزق کمانے کے لیے تمہیں صلاحتیں دے سکتے ہیں تو پھر ان سے روزی کے طلب گار کیوں ہوتے ہو۔''

سوال 3: ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ کے پاس سے رزق تلاش کرو'' اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو اور اسی کا شکر ادا کرو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ کے پاس سے رزق تلاش کرو'' اللہ تعالیٰ الرزاق ہے وہ دنیا میں بھی اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی وہی دے گا۔ اسی سے اس کی رضا اور قرب طلب کرنا چاہیے۔ (تفسیر المراغی: 224/7)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (سبا: 36)

(3) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کر دوں، پس تم مجھ سے ہی کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو سوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں، پس تم مجھ سے ہی پوشاک (لباس) مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔'' (مسلم: 6572)

(4) رزق تو اللہ تعالیٰ ہی تقدیر میں لکھتا اور مہیا کرتا ہے۔

(5) ﴿وَاعْبُدُوْهُ﴾ ''اور اُس کی عبادت کرو'' اس کی عبادت کرو جو نفع اور نقصان کا مالک ہے، جو اپنے اختیارات میں کامل ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔

(6) ﴿وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾ ''اور اُسی کا شکر ادا کرو'' اس لیے کہ نعمتیں دینے والا حق رکھتا ہے کہ اس کی نعمت کا اعتراف کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ عطا کرنے والا ہے اس لیے اسی کا شکر ادا کرو۔

(7) ﴿اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ '' اُسی کی طرف تم واپس لائے جاؤ گے'' جب تم اس کی طرف واپس جاؤ گے وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اور جو تم چھپاتے تھے اور ظاہر کرتے تھے اس کے بارے میں تمہیں بتائے گا۔ اس لیے شرک کر کے اس کے پاس نہ لوٹنا۔ اپنی زندگی میں ان کاموں میں رغبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، جو اس کے قریب کرتے ہیں۔ ان کاموں پر ہی وہ ثواب دے گا۔

(8) اس سے مراد یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد موت آئے گی۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی دی جائے گی پھر اللہ کی طرف حساب کتاب کے لیے لوٹایا جائے گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے شعور دلایا تھا کہ جب لوٹ کر اس اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونا ہے تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ دوسروں سے روزیاں کیوں طلب کرتے ہو؟ دوسروں کو حاجت روا اور مشکل کشا کیوں سمجھتے ہو؟

﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' (18)

سوال 1: ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں'' (i) رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں تو اس سے پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا جاتا رہا ہے۔
(ii) اگر پہلے جھٹلانے والے اپنی ہلاکت کو پہنچے ہیں تو یہ بھی اپنے برے انجام سے بچ نہیں پائیں گے۔

(2) ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' (i) رسول کا کام اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اس پیغام سے کوئی ہدایت پاتا ہے یا نہیں اس کے لیے رسول ذمہ دار نہیں ہے۔ (ii) رسولوں کا کام ہدایت دینا نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے اللہ تعالیٰ جس میں سچی طلب دیکھتا ہے اُس کو ہدایت دیتا ہے اور باقیوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تا کہ لوگوں کے لیے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:165)

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اعادہ کرے گا، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے'' (19)

سوال1:﴿اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہ اُس کا اعادہ کرے گا، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے تخلیق کی ابتداء اور اعادہ دونوں آسان ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم زندگی بعد موت کی قائل نہیں تھی۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے زندگی بعد موت کے ثبوت میں کئی دلائل دیے کہ اپنی پیدائش پر غور کر لیں۔ نام ونشان بھی نہیں تھا جب عدم میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وجود عطا کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ کس طرح تخلیق کی ابتداء کرتا ہے نطفے سے خون کے لوتھڑے تک پھر گوشت کی بے شکل بوٹی سے پورے انسان تک جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے۔

(4)﴿ثُمَّ یُعِیْدُهٗ﴾ ''پھر وہ اُس کا اعادہ کرے گا'' وہ تخلیق کا اعادہ کر سکتا ہے اور وہ قیامت کے دن اعادہ کرے گا۔

(5)﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ ''یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے'' اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتداء سے آخرت کو ثابت کیا ہے کہ ہر چیز کی پیدائش کو تو تم دیکھتے ہو تو جو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا ہے جب کہ اُس کا سرے سے ہی کوئی وجود نہیں ہوتا وہ دوسری دفعہ پیدا کرنے پر اختیار رکھتا ہے۔

(6) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا آسان ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ تمہیں معاد کا معاملہ خواہ کتنا ہی مشکل لگے اللہ کے لیے آسان ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم:27)

﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء کی؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (20)

سوال1:﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

﴿قَدِیۡرٌ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء کی؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے‘‘ تخلیق کی ابتداء اور اعادہ کے لیے زمین میں چلو پھرو اور سمجھو کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ‘‘ یعنی انہیں تخلیق کی ابتداء کے بارے میں شک ہو تو انہیں کہو۔

(2) ﴿سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ’’زمین میں چلو پھرو‘‘ اپنے قلب و ذہن کو حاضر رکھتے ہوئے زمین میں چلو پھرو۔

(3) ﴿فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ﴾ ’’پھر دیکھو کہ اُس نے کس طرح تخلیق کی ابتداء کی؟‘‘ تم دیکھو گے کہ انسانوں کے گروہ تھوڑا تھوڑا کر کے وجود میں آرہے ہیں، تم دیکھو گے کہ درخت اور نباتات وقتاً فوقتاً جنم لے رہے ہیں، تم بادلوں اور ہواؤں کو پاؤ گے کہ وہ لگاتار اپنی تجدید کے مراحل میں رہتے ہیں بلکہ تمام مخلوق دائمی طور پر ابتدائے تخلیق اور اعادہ تخلیق کے دائرے میں گردش کر رہی ہے۔ ان کی موت صغریٰ یعنی نیند کے وقت، ان پر غور کرو کہ رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ ان کو ڈھانپ لیتی ہے تب تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ اپنے بستروں اور ٹھکانوں میں تمام مخلوق کی حالت یوں ہوتی ہے جیسے وہ مردہ ہوں۔ رات بھر وہ اس حالت میں رہتے ہیں حتیٰ کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے تو وہ اپنی نیند سے بیدار اور اپنی اس عارضی موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہوئے اٹھتے ہیں: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَحۡیَانَا بَعۡدَ مَاۤ اَمَاتَنَا وَاِلَیۡہِ النُّشُوۡرُ﴾ ’’تعریف ہے اللہ کی جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف قبر سے اٹھ کر جانا ہے۔‘‘ (تفسیر سعدی:2028/2)

(4) ﴿ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِئُ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ﴾ ’’پھر اللہ تعالیٰ ہی اُسے دوسری بار پیدا کرے گا‘‘ یعنی اس اعادہ تخلیق کے بعد ایسی زندگی ہے جس میں نہ موت ہے۔ (تفسیر سعدی:2028/2)

(5) (i) اللہ تعالیٰ نے ’’معاد‘‘ کو سمجھانے کے لیے انسان کو دعوت دی ہے کہ زمین میں چلو پھرو اور اس کی نشانیوں کو دیکھو۔ غور کرو اللہ نے کیسے زمین کو بچھایا؟ اللہ نے کیسے سمندر بنائے؟ کیسے پہاڑ بنائے؟ کیسے وادیاں بنائیں؟ کیسے دریا چلائے؟ کیسے طرح طرح کے پھل پیدا کیے؟ (ii) اللہ تعالیٰ نے انسان کو دعوت دی ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسے پیدائش کی ابتدا کی اور اس کے ساتھ انسان کو شعور دیا ہے کہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اعادہ کرے گا۔

(6) ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اختیار ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہ پہلی بار پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

﴿یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَاِلَیۡہِ تُقۡلَبُوۡنَ﴾

''وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' (21)

سوال: ﴿یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَاِلَیۡهِ تُقۡلَبُوۡنَ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' اللہ تعالیٰ عذاب دینے اور رحمت کرنے پر قدرت رکھتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کیسا قادر ہے فیصلہ کرنے کے سارے اختیارات اُس کے پاس ہیں کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ اُس نے اپنی قدرت سے اُصول بنائے ہیں جزا سزا اُن اُصولوں کے مطابق ہو گی۔

(2) یعنی حکم جزائی میں وہ منفرد ہے۔ یعنی وہ اکیلا ہے جو اطاعت کرنے والوں کو ثواب عطا کرتا ہے انہیں اپنی وسیع رحمت کے سائے میں لیتا ہے اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2029/2)

(3) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام آسمان والوں اور اپنے تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے، یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہو گا (کیونکہ سبھی اسی کی ملکیت ہیں)۔ (ابن ماجہ: 77)

(4) اللہ تعالیٰ ہی مختار کل ہے۔ وہی حاکم ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ کسی کو اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ پیدا کرنا بھی اس کا کام ہے حکم دینا اور حکومت کرنا اسی کا کام ہے۔ اس کا ہر کام عدل پر مبنی ہے۔ وہ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا وہ کسی کو عذاب دے تو حق ہے کیونکہ اعمال کے مطابق ہو گا۔ کسی پر رحمت کرے تو اس کی مہربانی ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن جو کرتا ہے عدل کے ساتھ کرتا ہے۔

(5) ﴿وَاِلَیۡهِ تُقۡلَبُوۡنَ﴾ ''اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تم نے لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے اور رب کی رحمت نیک لوگوں کے لیے ہو گی پھر تم ان لوگوں میں شامل کیوں نہیں ہو جاتے۔ اور دیکھو بُرے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے پھر تم بُرائیاں کیوں نہیں چھوڑنا چاہتے۔

﴿وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ﴾

''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے'' (22)

سوال: ﴿وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ﴾ ''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے'' انسان زمین میں بھی عاجز ہے اور آسمان میں بھی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ﴾ ''اورتم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہواور نہ ہی آسمان میں'' اللہ تعالیٰ نے انسان کوشعور دلایا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے کاموں کوروک نہیں سکتا نہ زمین میں مخلوق کی پیدائش کوروک سکتا ہے نہ موت کو نہ دوبارہ زندگی کو۔

(2) یعنی اے جھٹلانے والے لوگو جو گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کرتے ہو! یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے غافل ہے یا تم زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرسکو گے۔تمہاری قدرت واختیار تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔تمہارے نفس نے جن امور کرمزین کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کے بارے میں تمہیں فریب میں مبتلا کر رکھا ہے، وہ تمہیں دھوکے میں نہ رکھیں۔کائنات کے تمام گوشوں میں تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کرسکو گے۔(تفسیر سعدی:2/2029)

(3) زمین و آسمان میں کوئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کو عاجز کردے وہ بندوں پر غالب ہے۔ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

(4)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور دلایا ہے کہ تم مدد کے محتاج ہو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ ولی ہے نہ مددگار۔

(5) اللہ تعالیٰ ولی ہے۔اسی سے دینی اور دنیاوی مصالح ہیں۔(تفسیر سعدی:2/2029)

رکوع نمبر 15

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اُس سے ملاقات کا انکار کیا یہی لوگ میری رحمت سے مایوس ہوگئے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' (23)

سوال1:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اُس سے ملاقات کا انکار کیا یہی لوگ میری رحمت سے مایوس ہوگئے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ کی آیات اور ملاقات کا انکار کرنے والے اس کی رحمت سے مایوس ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا'' جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں جو رسول لے کر آئے۔

(2)﴿وَلِقَآئِهٖٓ﴾ ''اور اُس سے ملاقات کا'' یعنی بعث اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور ملاقات کا انکار کرتے ہیں۔

(4)﴿اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ﴾ ''یہی لوگ میری رحمت سے مایوس ہوگئے'' وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوگئے اگر اُمید ہوتی تو

اس کو حاصل کرنے کے لیے عمل کرتے یعنی اُن کے پاس کوئی ایسا سبب نہیں جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید رکھیں۔

(5) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کا اثر کافروں پر یوں ہوتا ہے کہ وہ ان سارے اسباب کو چھوڑ دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَا یَا۟یْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔‘‘ (یوسف: 87)

(6) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے۔ یقیناً وہ آخرت سے اسی طرح نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے وہ کافر نا امید ہو چکے جو قبروں والے ہیں۔‘‘ (الممتحنۃ: 13)

(7) گناہ گاروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ گناہوں کی کثرت انہیں وحشت میں مبتلا کرتی ہے اور ان کے دل ان گناہوں کے شدید احساس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ اس طرح ان کے دلوں میں مایوسی پیدا ہو جاتی ہے۔

(8) ﴿وَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ ’’اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے والوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، دردناک عذاب ہے۔

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت تمام مخلوقات کو دی ہے اس کی وجہ سے وہ آپس میں محبت اور الفت کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنی اولاد سے الفت کرتے ہیں اور ماں اپنے بچے سے اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھی ہیں قیامت کے دن کے لیے کہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (ابن ماجہ: 4293)

(10) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ’’مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے) ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے، اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔‘‘ (بخاری: 6507)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کون لوگ نا اُمید ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ کی رحمت سے وہ لوگ نا اُمید ہوتے ہیں جو اللہ کے کلام، قرآن مجید کو سیکھنے، سکھانے، اس کے پیغام کو عام کرنے کی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ جو دنیا میں کھانا پینا، عیش کرنا اپنی ذمہ داریاں خیال کرتے ہیں، جو رزق کمانے میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ انہیں ایمانی رزق کمانے کا ہوش ہی نہیں رہتا۔

(2) جو لوگ موت اور موت کے بعد کی زندگی کو سوچنا نہیں چاہتے وہ ہر کام کو دنیا کے لیے ہی کرنا چاہتے ہیں اور تسکین حاصل نہیں کر پاتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''پھر اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اُسے یا جلا دو اُس کو'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے نجات دی، بلاشبہ اس میں اُن کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' (24)

سوال 1: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اسے یا جلا دو اس کو'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے آگ سے نجات دی، بلاشبہ اس میں اُن کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' قوم نے مار ڈالو یا جلا ڈالو کا جو بیانیہ دیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ﴾ ''پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اسے یا جلا دو اس کو'' قوم ابراہیم نے دعوت کا جواب ظلم و تشدد سے دیا کہ جلا ڈالو یا قتل کر ڈالو اسے۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو رب کی طرف بلایا۔ وہ صاحب اقتدار لوگ تھے انہوں نے بدترین طریقے سے انتقام لینے کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے خلیل نے اپنی جان کی قربانی پیش کر دی اور اپنا جسم آگ کے حوالے کرنے کے لیے پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دے دیا۔

(3) ﴿فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے نجات دی'' اللہ تعالیٰ کی عظیم قوت نے خوارق عادت معجزہ دکھایا جو انسانوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''ہم نے کہا: ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا۔'' (الانبیاء:69)

(4)﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ﴾''بلاشبہ اس میں ان کے لیے یقینا نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں'' یقینا اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔(i) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آگ سے نجات پانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔(ii) دوسری نشانی یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے پاس خواہ کتنی ہی قوت ہو اور وہ ایک مومن کے خلاف کتنی ہی قوت اکٹھی کر لیں کتنے قانون بنالیں سب لوگ محاذ آرائی کر لیں اُس مومن کا کوئی بال بیکا بھی نہیں کر سکتا۔(iii) تیسری نشانی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت نہ دینا چاہے تو بڑے سے بڑا معجزہ بھی مفید نہیں رہتا۔

(5) رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کی وجہ سے انہیں لوگوں کا امام، پیشوا اور راہ نما بنا دیا تمام مذاہب والے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے وہ اپنے مخلص لوگوں کو اپنی مہربانی سے بچا لیتا ہے اور امام بنا دیتا ہے۔

سوال 2: قوم ابراہیم نے انہیں جلانے کے لیے کیا کیا؟

جواب: اُنہوں نے آگ کا ایک بڑا الاؤ تیار کیا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس میں منجنیق کے ذریعے پھینک دیا۔

﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا ۙ مَّوَدَّۃَ بَیۡنِکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ ثُمَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُ بَعۡضُکُمۡ بِبَعۡضٍ وَّیَلۡعَنُ بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ۫ وَّمَاۡوٰىکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ﴾

''اور اُس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے، قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا''(25)

سوال 1:﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا ۙ مَّوَدَّۃَ بَیۡنِکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا﴾''اور اُس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے'' بت پرستی کی غرض دنیاوی محبت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ﴾''اور کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا﴾''کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے'' یعنی تم نے اپنے رب کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کو بنا لیا ہے۔

(3)﴿مَّوَدَّۃَ بَیۡنِکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا﴾''دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے'' تم نے بتوں کو دنیا کی زندگی میں آپس کی محبت کا دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔یہ دوستی اور محبت جلد ختم ہو جائے گی۔

سوال2:﴿ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُ بَعۡضُكُمۡ بِبَعۡضٍ وَّيَلۡعَنُ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ۫ وَّمَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ﴾ ''قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔ اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' قیامت کے دن معاملہ الٹ جائے گا، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُ بَعۡضُكُمۡ بِبَعۡضٍ﴾ ''قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا'' قیامت کے دن معاملہ الٹ جائے گا، نہ محبت رہے گی نہ باہمی تعلقات، نہ دوستیاں قائم رہیں گی۔

(2)﴿وَّيَلۡعَنُ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا﴾ ''اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا'' عابد اور معبود ایک دوسرے سے بے زار ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ معبود عابدوں کے دشمن اور عابد معبودوں کے دشمن بن جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ ادۡخُلُوۡا فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ فِى النَّارِ‌ؕ كُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّةٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَهَا‌ ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوۡا فِيۡهَا جَمِيۡعًا ۙ قَالَتۡ اُخۡرٰٮهُمۡ لِاُوۡلٰٮهُمۡ رَبَّنَا هٰٓؤُلَۤاءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِهِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ‌ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعۡفٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:'' آگ میں داخل ہوجاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی:'' اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:'' ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' (الاعراف:38)

(3)﴿اَلۡاَخِلَّاۤءُ يَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ﴾ ''تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے۔'' (الزخرف:67)

(4)﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا بِعِبَادَتِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کردیئے جائیں گے، وہ اُن کے دُشمن ہوجائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6)

(5)﴿وَّمَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ﴾ ''اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی'' یعنی عابدوں اور معبودوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ کوئی حمایتی، کوئی ترس کھانے والا، کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

(6)﴿وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ﴾ ''اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے بتوں کی بندگی اختیار کرنے کی حقیقت کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا ہے کہ تم نے بتوں کی بندگی اپنے اطمینان کی وجہ سے عقیدتاً اختیار نہیں کی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ تم بتوں کی بندگی ایک دوسرے سے اتفاق کرتے ہوئے ایک دوسرے کا لحاظ رکھتے ہوئے اختیار کررہے ہو۔

(3) بت تمہاری آپس کی دوستیوں کی بنیاد ہیں۔(4) یہ تمہارے قومی بت ہیں اگر ان کی بندگی چھوڑ دو گے تو تمہاری اجتماعیت قائم نہیں رہے گی۔
(5) آپس کی دوستیاں اور تعلقات سچائی کی حق تلفی سے قائم ہیں۔

﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیۡ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ﴾

''پھر لُوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کے لئے ہجرت کرنے والا ہوں یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(26)

سوال 1: ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیۡ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ﴾ ''پھر لُوط اس پر ایمان لایا اور ابراہیم نے کہا: ''یقینا میں اپنے رب کے لئے ہجرت کرنے والا ہوں یقینا وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' سیدنا لوط علیہ السلام نے ایمان قبول کر لیا مہاجر ہو گئے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ﴾ ''پھر لوط اس پر ایمان لایا'' سیدنا لوط علیہ السلام نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔
(2) سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ دونوں ہی عراق کے شہر بابل کے رہنے والے تھے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام آگ کے امتحان سے صحیح سلامت نکل آئے تو سیدنا لوط علیہ السلام نے ان پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس سے پہلے سیدنا لوط علیہ السلام پہلے مشرک تھے۔ کیونکہ نبیوں کی نبوت سے پہلے زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ایسی نجاستوں سے پاک ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور بھی کئی ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ جو شرک سے بے زار قلب رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو صحیح راہ نمائی نہیں ملتی۔ دورِ نبوی میں بھی آپ کی نبوت سے پہلے ایسے چھ آدمی موجود تھے۔ (تیسیر القرآن: 483/3)
(3) ﴿وَقَالَ اِنِّیۡ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیۡ﴾ ''اور ابراہیم نے کہا: ''یقینا میں اپنے رب کے لیے ہجرت کرنے والا ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اب دعوت اثر انداز نہیں ہو رہی تو انہوں نے زمین کے برے علاقے کو چھوڑ کر برکت والی زمین شام کی طرف ہجرت کر لی۔
(4) مفسرین کہتے ہیں کہ ہجرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا لوط علیہ السلام نے مل کر کی تھی۔ اور یہ سفر ہجرت بابل سے فلسطین کی طرف تھا۔ اللہ کی حکمت اس میں تھی کہ آپ وہاں چلے جائیں۔ اسی مقام پر سیدنا لوط علیہ السلام کو بھی نبوت ملی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا لوط علیہ السلام کو سدوم کے علاقہ کی طرف بھیج دیا۔ (تیسیر القرآن 483/3)
(5) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ﴾ ''یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ ہی غلبہ رکھنے والا ہے۔ انسانوں کے دلوں پر، ان کے معاشروں پر، ان کے حالات پر وہی العزیز ہے انسان پر حالات نہیں رب کی ذات غالب آتی ہے، اس کے فیصلے غالب آتے ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ہجرت میں رب کے غلبے کے شعور کو پختہ کیا تھا (ii) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اس کے فیصلے دانائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ سیدنا

ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے فیصلے میں بھی اس کی حکمت کا شعور پایا۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ جو قوت کا مالک ہے تمہیں ہدایت دینے پر قادر ہے لیکن وہ حکمت والا ہے اور اس کی حکمت ایسا کرنے کی متقاضی نہیں۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اسی حال میں چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے ان کو ہلاک کر دیا تھا بلکہ صرف یہ ذکر فرمایا کہ آپ وہاں سے ہجرت کر گئے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ رہا وہ قصہ جو اسرائیلیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم پر مچھروں کا دروازہ کھول دیا۔ وہ ان کا خون پی گئے، گوشت کھا گئے اور ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اس بارے میں حتمی رائے قائم کرنے کے لئے دلیل پر توقف کرنا چاہیے جو کہ موجود نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذریعے سے ان کو تہس نہس کیا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر فرماتا جیسے دیگر جھٹلانے والی امتوں کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر کیا اس قصہ کا یہ راز تو نہیں کہ سیدنا خلیل علیہ السلام مخلوق میں سب سے زیادہ رحیم و شفیق، سب سے زیادہ افضل، سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جلیل القدر لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے کبھی اپنی قوم کے لیے بددعا نہیں کی جیسے دیگر بعض انبیائے کرام نے بددعا کی اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کی قوم پر عذاب نازل فرمایا۔ اس موقف پر یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ جب فرشتے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے تو آپ نے قوم لوط کی مدافعت کے لیے ان فرشتوں سے جھگڑا کیا حالانکہ وہ آپ کی قوم نہ تھی۔ اصل صورت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/2031,2032)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیوں ہجرت کی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی تا کہ اس کی عبادت کریں۔ اُنہوں نے جسمانی طور پر ہجرت سے پہلے شعوری طور پر ہجرت کی۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اسے دنیا میں بھی اس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' (27)

سوال 1: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اسے دنیا میں بھی اس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو صالح بیٹا اور پوتا عطا فرمایا گیا

وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شام کی طرف ہجرت کے بعد رب العزت نے انہیں بیٹا سیدنا اسحٰق علیہ السلام اور پوتا سیدنا یعقوب علیہ السلام عطا فرما کر آپ علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

(2)﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾''اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے سیدنا اسحاق علیہ السلام ان کے بیٹے سیدنا یعقوب علیہ السلام ان کے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام سب نبی تھے اور دوسرے بیٹوں سے بھی نبوت کا سلسلہ چلا اور کتابیں آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ''تو جب وہ ان سے جُدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے۔ اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔'' (مریم:49)

(4)﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (۷۱) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔ اور ہم نے اسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی! زائد انعام کی صورت میں! اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔'' (الانبیاء:72,71)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شریف بن شریف بن شریف یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (بخاری:3390)

(6)﴿وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا﴾''اور ہم نے اسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا'' اللہ تعالیٰ نے دُنیا کا رزق بھی دیا اور ذکر خیر بھی دنیا میں سارے مذاہب کے لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں۔

(7) یعنی ہم نے آپ کو نہایت خوبصورت بیوی عطا کی جو حسن و جمال میں تمام عورتوں پر فوقیت رکھتی تھی، ہم نے آپ کو وسیع رزق اور اولاد سے سرفراز کیا جن سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت، محبت اور انابت سے نوازا۔ (تفسیر سعدی:2032/2)

(8)﴿وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾''اور آخرت میں یقیناً وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' آخرت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے درجات پر بلند ہوں گے اور وہ نیک لوگوں میں ہوں گے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے دنیا اور آخرت کی سعادت کو جمع کر دیا۔

(10) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾''اور ہم نے اُسے دنیا میں بھلائی دی

اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا۔'' (النحل:122)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کونسی کتابیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کو عطا کیں؟

جواب: تمام آسمانی کتابیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں آئیں تین بنی اسرائیل میں ایک بنی اسماعیل میں آئی ہے۔

﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور لُوط (کو بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً تم واقعی اُس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی؟'' (28)

سوال 1: ﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور لُوط (کو بھیجا) جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً تم واقعی اُس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی؟'' سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کو جو وعظ دیا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلُوْطًا﴾ ''اور لُوط (کو بھیجا)'' سیدنا لوط علیہ السلام کے قصے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام قوم کو برائی سے روکتے اور ایک اللہ کی طرف بلاتے تھے۔

(2) ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا'' جب سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو حیا سوز شرمناک کام سے روکتے ہوئے کہا۔ (3) ﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً تم واقعی اُس بے حیائی کو آتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی'' تم ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔

(4) قوم لوط کافر تھی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلاتی تھی۔ وہ قافلے لوٹتے تھے، لوگوں کو قتل کرتے تھے، مجالس میں مردوں سے بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں بے حیائی کے کاموں سے روکا مگر انہوں نے نصیحت قبول نہ کی۔

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کس بدکاری میں مبتلا تھی؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم لواطت میں مبتلا تھی۔ ان سے پہلے کسی قوم نے مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم نہیں کئے تھے۔

﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''یقیناً کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو؟'' تو اس کی قوم کا جواب اس

کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ'' (29)

سوال 1: ﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ ''یقینا کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو'' لواطت، راہ زنی اور مجالس میں بے حیائی قومِ لوط علیہ السلام کے افعال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ﴾ ''یقینا کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کو جھنجھوڑا کہ کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو یعنی تمہارے جنسی شہوت کی تسکین کے لیے جو اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا طریقہ ہے، بیویوں سے مباشرت کرنے کا، اُسے چھوڑ کر مردوں کے پاس غیر فطری طریقے سے جاتے ہو۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور لوط کو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کو آتے ہو اور حالانکہ تم دیکھتے ہو۔'' (النمل: 54)

(2) ﴿وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ﴾ ''اور تم راستے کاٹتے ہو'' قوم لوط قافلے لوٹتی تھی۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم راہ زنی کرتے ہو۔ (3) (i) اس سے مراد یہ ہے کہ آنے جانے والے مسافروں کو لوٹ کر ان سے بے حیائی کے کام کرتے ہو۔ (ii) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ تم راستوں میں بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو۔

(4) (i) اس سے مراد قطع نسل بھی ہے کیونکہ مردوں سے شہوت پوری کر کے نسل کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے۔ (ii) آتے جاتے لوگوں کو لوٹ لینے سے، قتل کر دینے سے لوگ باہر نکلنا چھوڑ دیتے ہیں اس طرح راستے بند ہو جاتے ہیں۔ (iii) آتے جاتے لوگوں سے بے حیائی کے کام کرنے سے بھی لوگوں نے عملاً ان علاقوں سے گزرنا اور باہر نکلنا چھوڑ دیا یوں بھی قطع طریق ہو گیا یعنی راستہ بند ہو گیا۔

(5) ﴿وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾ ''اور اپنی مجلسوں میں بُرا کام کرتے ہو'' سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم سے کہا: تم حیا سوز شرمناک کام اپنی مجلس میں کھلم کھلا کرتے ہو بے ہودہ باتیں اور حیا سوز حرکتیں کرتے ہوئے تمہیں ذرا شرم نہیں آتی۔

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ہوا فحش کسی چیز میں مگر خراب کر دیا اس کو اور نہ ہوئی حیا کسی چیز میں مگر زینت دے دی اس کو۔ (ترمذی: 1974)

سوال 2: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''تو اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔'' قومِ لوط کے جواب کی وضاحت کریں؟

جواب۔ (1) ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ﴾ ''تو اُس کی قوم کا جواب'' یعنی سیدنا لوط علیہ السلام کی اتنی تنبیہ اور روکنے کے باوجود قوم کا یہ جواب تھا۔ (2) ﴿اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''اگر تم واقعی سچوں

میں سے ہوتو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ'' قوم نے عذاب کا مطالبہ کر دیا اور اسے سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی سچائی کی دلیل ٹھرایا۔ جیسا کہ فرمایا:
﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ ''بلا شبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' (الاعراف:81)

سوال 3: مجلسوں میں عام بے حیائی کے کیا کام ہوتے ہیں؟

جواب: مجلسوں میں عام بے حیائی کے کاموں میں اجنبی مسافروں کا مذاق اُڑانا، لوگوں کو کنکریاں مارنا، ایک دوسرے کے سامنے لواطت جیسی بے حیائی کا کام کرنا وغیرہ ہیں۔

﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ﴾

''لوط نے کہا: ''اے میرے رب! فسادی قوم کے خلاف میری مدد فرما'' (30)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ ''لوط نے کہا: ''اے میرے رب! فسادی قوم کے خلاف میری مدد فرما'' اور سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب سے مدد کی درخواست کر دی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کی اصلاح سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے مدد کے لیے دعا کی۔

(2) ان کا نبی ان سے مایوس ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کی قوم عذاب کی مستحق ہے، ان کے بہت زیادہ جھٹلانے کی وجہ سے سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام بے قرار ہو گئے آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔ (تفسیر سعدی:2/2034)

(3) اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی اور مفسد قوم کو ہلاک کرنے کے لیے فرشتے بھیج دیے۔

رکوع نمبر 16

﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ﴾

''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس بشارت لائے تو اُنھوں نے کہا: ''ہم اس بستی کے لوگوں کو یقیناً ہلاک کرنے والے ہیں، اُس کے باشندے یقیناً ظالم ہیں'' (31)

سوال: ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس بشارت لائے تو اُنھوں نے کہا: ''ہم اس بستی کے لوگوں کو یقیناً ہلاک کرنے والے

ہیں، اُس کے باشندے یقیناً ظالم ہیں' فرشتے عذاب لے کر آ گئے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لائے'' فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس جانے سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انھیں سیدنا اسحق علیہ السلام، سیدنا یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی۔

(2) سیدنا لوط علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیج دیا فرشتے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے۔

(3) ﴿قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ﴾ ''تو اُنھوں نے کہا: ''ہم اس بستی کے لوگوں کو یقیناً ہلاک کرنے والے ہیں'' فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔

(4) ﴿اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اُس کے باشندے یقیناً ظالم ہیں'' انھوں نے کہا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے، اللہ کے رسول کو جھٹلا کر اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ (جامع البیان:146/20)

(5) یعنی وہ ظالم گناہوں میں ڈوبے ہوئے، بے حیائی کے کام کرتے ہیں، راہ زنی کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔

﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾

''ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اُس میں لوط علیہ السلام بھی ہے۔'' انھوں نے کہا: ''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اُس میں کون ہے؟ ہم یقیناً ضرور اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر اُس کی بیوی جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہے'' (32)

سوال: ﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اُس میں لوط علیہ السلام بھی ہے۔'' انھوں نے کہا: ''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اُس میں کون ہے؟ ہم یقیناً ضرور اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بچا لیں گے مگر اُس کی بیوی جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ابراہیم علیہ السلام نے کہا''

(2) ﴿اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا﴾ ''اُس میں لوط علیہ السلام بھی ہے'' یعنی سیدنا لوط علیہ السلام ظالم نہیں، اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہیں اور وہ اس بستی میں موجود ہیں جس کو آپ ہلاک کرنے جا رہے ہو۔ (ایسر التفاسیر:1137)

(3) ﴿قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا﴾ ''انھوں نے کہا: ''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اُس میں کون ہے؟'' فرشتوں نے جواب دیا ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہے کہ وہاں کون ہے۔

(4) ﴿لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ﴾ ''ہم یقیناً ضرور اُسے اور اُسکے گھر والوں کو بچا لیں گے'' ہم سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ہلاک نہیں

کریں گے۔انہیں ہم بچالیں گے۔

(5)﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''مگر اُس کی بیوی جو پیچھے رہنے والوں میں سے ہے'' سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی ہلاک ہوگی کیونکہ وہ بغاوت میں ہاتھ بٹاتی تھی۔

(6) سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کی بیوی مومنہ نہیں تھی اپنی قوم کی حمایت کرنے والی تھی اس لیے اسے بھی ہلاک کرلیا گیا۔

﴿وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾

''اور جب ہمارے فرشتے لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے تو وہ اُن سے پریشان ہوا اور اُس کا دل تنگ ہوا اور اُنہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کرو یقیناً ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر تمہاری بیوی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے''(33)

سوال:﴿وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے تو وہ اُن سے پریشان ہوا اور اُس کا دل تنگ ہوا اور اُنہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کرو یقیناً ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر تمہاری بیوی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے'' اور فرشتے سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس پہنچ گئے، واقعات کی وضاحت آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے'' فرشتے سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس نوجوان لڑکوں کے روپ میں گئے۔

(2)﴿سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا﴾ ''تو وہ اُن سے پریشان ہوا اور اُس کا دل تنگ ہوا'' (i) سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے انہیں اپنی قوم کی بری عادت اور سرکشی کا علم تھا انہیں خوف محسوس ہوا کہ خوبصورت مہمانوں کو دیکھیں گے تو بے حیائی کا ارتکاب کریں گے جس سے رسوائی ہوگی۔ (ii) سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام کو اس لیے بھی غم تھا کہ قوم کی بری عادت سے مہمانوں کو بچانے کے لیے کوئی تدبیر انہیں نہیں سوجھ رہی تھی۔

(3)﴿وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کرو'' فرشتوں نے کہا: ہمارے بارے میں آپ خوف زدہ نہ ہوں، نہ غم کریں۔

(4)﴿اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ﴾ ''ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو نجات دیں گے'' ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں، آپ کی مومن بیوی اور بیٹیوں کو بچالیں گے۔

(5) ﴿اِلَّا امۡرَاَتَكَ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ﴾ ''مگر تمہاری بیوی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے'' آپ کے گھرانے سے صرف ایک عورت ہلاک ہوگی اور وہ آپ کی بیوی ہے جو قوم کے ساتھ مددگاروں میں شامل تھی۔

﴿اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ﴾

''ہم اس بستی کے باشندوں پر یقینا آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' (34)

سوال: ﴿اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ﴾ ''ہم اس بستی کے باشندوں پر یقینا آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' ہم آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''ہم اس بستی کے باشندوں پر یقینا آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں'' فرشتوں نے کہا اب تو ہم آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں لہذا آپ گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں۔ (2) (i) آسمانی عذاب سے مراد کھنگر پتھروں کی بارش ہے۔ (ii) ان کی بستیوں کو زمین سے اکھیڑ کر بلندیوں تک لے جا کر انہیں الٹانا ہے۔ (3) سیدنا جبریل علیہ السلام نے ان کو زمین سے اٹھا کر فضا میں لے جا کر پٹخ دیا، اور اللہ تعالیٰ نے پتھروں والی آندھی بھیج دی اور اس آبادی کی جگہ گندے بحیرہ نے لے لی۔

(4) ﴿بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ﴾ ''اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے'' اس عذاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے تھے۔

﴿وَلَقَدۡ تَّرَكۡنَا مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾

''اور یقینا ہم نے اس بستی کو کھلی نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' (35)

سوال: ﴿وَلَقَدۡ تَّرَكۡنَا مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''اور یقینا ہم نے اس بستی کو کھلی نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' سیدنا لوط علیہ السلام کی بستی کھلی نشانی بنادی گئی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدۡ تَّرَكۡنَا مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً﴾ ''اور یقینا ہم نے اس بستی کو کھلی نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے'' سیدنا لوط علیہ السلام کی بستی پر پانی کو چڑھا دیا گیا جو سخت بدبودار بحیرے میں تبدیل کر دیا گیا۔ سیاہ بدبودار پانی، پتھروں کی بارش اور الٹی ہوئی بستیاں سب صریح عبرت کی نشانیاں ہیں۔

(2) ﴿لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' نشانیاں عقلمندوں کے لیے مفید ہوتیں ہیں کیونکہ وہ غور کرتے ہیں۔ اسباب اور عوامل کا تجزیہ کرتے ہیں اور نتائج کو دیکھتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّكُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مُّصۡبِحِيۡنَ (۱۳۷) وَبِالَّيۡلِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (۱۳۸)﴾ ''اور یقیناتم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہوا، وررات کو بھی،تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ (الصفت:137-138)

﴿وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَارۡجُوا الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ﴾

''اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو (بھیجا)۔تو اُس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی اُمید رکھواور زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' (36)

سوال: ﴿وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَارۡجُوا الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ﴾ ''اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو (بھیجا)۔تو اُس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواور آخرت کے دن کی اُمید رکھواور زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' سیدنا شعیب علیہ السلام کے وعظ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا﴾ ''اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو (بھیجا)'' مدین والے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے مدیان کی نسل سے تھےان کی طرف سیدنا شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔

(2) ﴿فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''تو اُس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کا حکم دیا۔

(3) ﴿وَارۡجُوا الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ﴾ ''اور آخرت کے دن کی اُمید رکھو'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو آخرت پر ایمان لانے کی اور اس دن کے عذاب اور انتقام سے بچنے کی دعوت دی۔ (4) آخرت فراموشی کی وجہ سے لوگ گناہوں میں دلیر ہوجاتے ہیں۔

(5) ﴿وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ﴾ ''اور زمین میں فساد برپا کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' زمین میں فساد کرنے سے مراد ہے: (i) زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا۔ (ii) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (iii) لوگوں کو کم دینا یہ وہ کام تھے جن کی وجہ سے قوم شعیب نے زمین کو فساد سے بھر دیا تھا۔

﴿فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ﴾

''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ایک زلزلے نے اُنہیں پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے رہ گئے'' (37)

سوال:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ایک زلزلے نے اُنہیں پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے رہ گئے'' قوم شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کو زلزلے نے پکڑ لیا، واقعات کی وضاحت آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا'' یعنی مدین والوں نے سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کو جھٹلا دیا۔

(2)﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ ''تو ایک زلزلے نے اُنہیں پکڑ لیا'' قوم شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کو زلزلے نے ہلاک کر ڈالا۔

(3)﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے رہ گئے'' یعنی وہ اپنے گھروں میں مردہ پڑے رہ گئے۔

﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾

''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کر دیا) اور تم پر اُن کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا تھا، پس انہیں راہِ راست سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے'' (38)

سوال 1:﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾ ''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کر دیا) اور تم پر اُن کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا تھا، پس انہیں راہِ راست سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے'' عاد اور ثمود کی تباہی کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَا﴾ ''اور عاد اور ثمود کو'' عاد کے لوگ جزیرۂ عرب کے جنوب میں احقاف میں رہتے تھے ان کی بستی حضر موت یمن کے قریب ہے۔ قوم ثمود کی بستی حجر ہے یہ حجاز کے شمال میں ہے آج کل اسے مدائن صالح کہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾﴾ ''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا۔ اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔ کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو؟'' (الحاقۃ:5-8)

(2)﴿وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ﴾ ''اور تم پر اُن کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں'' یعنی اے کفار مکہ اور مشرکین قریش ان کے

گھر تمہارے سامنے خالی پڑے ہیں۔

(3) شام کے راستے میں خیبر و تیما سے تبوک تک قوم ثمود کے آثار پائے جاتے ہیں اور قوم عاد کے آثار جزیرہ عرب کے جنوبی علاقہ میں، جو احقاف اور حضر موت کے نام سے مشہور ہے، پائے جاتے ہیں اب اگر یہ آثار مٹ چکے ہوں تو نزول قرآن کے زمانہ میں تو ضرور پائے جاتے ہوں گے اور عرب کا بچہ بچہ ان سے واقف ہوگا۔ (اشرف الحواشی:1/479)

(4) ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا تھا'' شیطان نے ان کے لیے اللہ کا انکار کرنا اور رسولوں کی تکذیب کرنا خوش نما بنا دیا تھا۔ (جامع البیان:20/149)

(5) شیطان نے ان کے لیے شرک، شر، ظلم، فساد اور اللہ کی راہ سے روکنا مزین کر دیا۔ (ایسر التفاسیر:1139)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو بت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ ود دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع بنی ہذیل کا۔ یغوث بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے۔ ''یعوق'' ہمدان کا بت تھا۔ نسر حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ پانچوں سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے، جب ان کی موت ہوگئی تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلس میں جہاں وہ بیٹھتے تھے ان کے بت قائم کر لیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لیکن جب وہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت قائم کئے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تھا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔ (بخاری:4920)

(7) شیطان نے دونوں قوموں کو دھوکہ میں رکھا کہ دنیا کی تعمیر ہی ساری تعمیر ہے اگر دنیا بنالی تو پھر کوئی مسئلہ نہیں یوں دونوں قوموں نے گھر بنانے کو ہی زندگی کا مقصد بنالیا۔ انہوں نے گھر بنانے کے راز کو جان لیا تھا مگر زندگی بنانے کے راز کو نہیں جان پائے تھے یہی تزئین اعمال ہے۔ حتیٰ کہ وہ سمجھنے لگے یہ اعمال ان سے افضل ہیں جو انبیاء لے کر آئے۔

(8) ﴿فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ﴾ ''پس انہیں راہِ راست سے روک دیا'' شیطان نے ان قوموں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیا تھا۔ جو آگ سے نجات پانے کا راستہ ہے۔

(9) یہ راستہ ایمان اور تقویٰ کا راستہ ہے جو دنیا اور آخرت میں سعادت کا باعث ہے۔ (المحرر الوجیز:4/317)

(10) ﴿وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ﴾ ''حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے'' یعنی جاہل اور بدھو قسم کے لوگ نہ تھے۔ بڑے ہنر مند اور ترقی یافتہ تھے اور اپنے دینوی معاملات بڑی ہوشیاری اور زیرکی سے سرانجام دیتے تھے مگر شیطان نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا تھا اس لئے وہ دین کی سچی راہ نہ پا سکے۔ (اشرف الحواشی:1/479)

(11) وہ دنیا کے کاموں میں بڑے ہوشیار اور ماہر فن تھے۔ وہ اپنے اپنے دور کی ترقی یافتہ اور مہذب قومیں تھیں۔ سمجھدار تھے اور بالخصوص

سنگ تراشی کے فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔لیکن اللہ کے معاملہ میں شیطان نے ان کو مات دی تھی۔جیسا کہ آج کل عیسائی اقوام کے محققین جب تحقیق وتنقید کے میدان میں اترے تو بال کی کھال اتار کر رکھ دیتے ہیں۔مگر عقیدہ تثلیث کو عقلی طور پر ثابت کرنے کا وقت آیا تو بات کو گول کر جاتے ہیں اوران کی عقلیں جواب دے جاتی ہیں۔پھر بھی اسی پر اصرار کرتے جاتے ہیں یا جیسے کہ آج کل کے ماہرین فلکیات ہیں جو بڑی سے بڑی طاقتور دوربینوں سے اجرام فلکی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ان میں سے بعض علمائے ہیئت کی تو اپنی مت ماری جاتی ہے کہ ایک طرف تو کائنات کے مربوط منظم نظام پر حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہیں مگر دوسری طرف یہ سب کچھ اتفاقات کا نتیجہ قرار دینے لگتے ہیں اور لطف یہ کہ اپنی انہی موہوم قیاسات کو علمی تحقیق کے نام سے دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔عاد اور ثمود کے محققین بھی کچھ ایسے ہی لوگ تھے۔(تیسیر القرآن:478,479/3)

سوال 2: شیطان نے تزئین اعمال کے ذریعے کیا کیا؟

جواب: شیطان نے عادیوں اور ثمودیوں کا سارا وقت صلاحتیں ،قوتیں ،مال سبھی کچھ گھر بنانے میں لگوادیا اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا عادی اور ثمودی دنیا کے گھر بناتے بناتے ہلاک ہوگئے اور اپنی جنت کے لیے کچھ کر نہ پائے ،دنیا میں عذاب میں مبتلا ہوئے آخرت کا عذاب ان کا منتظر ہے۔

سوال 3: عادی اور ثمودی آنکھوں والے اور ہوشیار تھے پھر زندگی کی حقیقت کو کیوں نہ سمجھ پائے؟

جواب: عادیوں اور ثمودیوں نے اپنی عقلمندی اور ہوشیاری سے دین کے معاملے میں کام نہیں لیا اسی وجہ سے وہ زندگی کے فریب میں مبتلا ہوگئے ،ان کی عقل اوران کا فریب ان کے کچھ کام نہ آیا۔

﴿وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ﴾

''اور قارون اور فرعون اور ہامان کو (ہم نے ہلاک کیا)،اور بلاشبہ یقینا موسیٰ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے''(39)

سوال 1:﴿وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ﴾ ''اور قارون اور فرعون اور ہامان کو۔اور موسیٰ اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے'' قارون، ہامان اور فرعون نے تکبر کیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) قارون قوم موسیٰ علیہ السلام کا فرد تھا مگر اس نے اپنی قوم سے بغاوت کی۔فرعون ایک سرکش ڈکٹیٹر تھا، وہ ایسا حکمران تھا جو بنی

اسرائیل کے بچے قتل کرواتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ ہامان فرعون کا وزیر تھا۔ وہ فرعون کی ظالمانہ پالیسیوں کو نافذ کرتا تھا۔

(2) ﴿وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مُّوۡسٰی بِالۡبَیِّنٰتِ﴾ ''اور موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے''، یعنی ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تا کہ ان کے پاس کوئی عذر نہ بچے۔

(3) ﴿فَاسۡتَکۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا'' انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے تکبر کیا۔ (صفوۃ التفاسیر:424/2)

(4) انھوں نے حق اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کیا۔ (قرطبی:258/7)

(5) ﴿وَمَا کَانُوۡا سٰبِقِیۡنَ﴾ ''حالانکہ وہ سبقت لے جانے والے نہ تھے'' اللہ تعالیٰ سے وہ سبقت نہیں لے جا سکتے تھے، اس نے ان پر عذاب نازل کر دیا۔

سوال 2: فرعون، قارون اور ہامان وغیرہ کے تکبر پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکے اور عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔

﴿فَکُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّیۡحَةُ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا ۚ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظۡلِمَهُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ﴾

''تو ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر اُن میں سے بعض پر ہم نے پتھر زدہ ہوا بھیجی۔ اور اُن میں سے بعض کو زبردست چنگھاڑ سے پکڑ لیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' (40)

سوال 1: ﴿فَکُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّیۡحَةُ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا ۚ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظۡلِمَهُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ﴾ ''پھر ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر اُن میں سے بعض پر ہم نے پتھر زدہ کرنے والی ہوا بھیجی۔ اور اُن میں سے بعض کو زبردست چنگھاڑ نے آلیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ اور اُن میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو اس کے گناہ کی مقدار اور اس کی مناسبت سے سزا میں پکڑ لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَکُلًّا﴾ ''پھر ہر ایک کو''، یعنی انبیاء کو جھٹلانے والی سب قوموں کو۔

(2) ﴿اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ﴾ ''ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا'' ان کے گناہوں کی مقدار اور اس کی مناسبت رکھنے والی سزا میں پکڑ لیا۔

(3)﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا﴾ ''پھراُن میں سے بعض پر ہم نے پتھر زدہ کرنے والی ہوا بھیجی''یعنی عاد پر شدید طوفانی ہوا بھیجی جو پتھراؤ کرتی تھی۔

(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقۃ:7)

(5)قوم لوط کو بھی پتھراؤ سے ہلاک کیا گیا۔ ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ (٣٣) اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (٣٤)﴾ ''لُوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ یقیناً ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، آلِ لُوط کے سوا، ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچالیا۔'' (القمر:34,33)

(6)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ﴾ ''اوراُن میں سے بعض کو زبردست دھماکے نے آلیا'' جیسے سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے۔'' (القمر:31)

(7)قوم شعیب کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ان کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔'' (ہود:94)

(8)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ﴾ ''اوراُن میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسادیا'' جیسے قارون جس کو اس کے مال اور گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا رب العزت نے فرمایا: ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کے لیے کوئی گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا۔'' (القصص:81)

(9)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا﴾ ''اوراُن میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا'' جیسے قوم نوح، فرعون، ہامان اور ان کے لشکر ہلاک کیے گئے۔

(10)﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ (٦٥) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (٦٦)﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔'' (الشعراء:65-66)

(11)﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا مگر وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، وہ عادل ہے اور مخلوق سے بے نیاز ہے۔ انھوں نے خود کو عبادت کے حق سے محروم کر کے خود پر ظلم کیا کیونکہ ان کی زندگی کا مقصد ہی عبادت ہے۔

(12) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک انکی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

سوال 2: جن قوموں کو اللہ نے اپنے عذاب سے ہلاک کیا ان کی ہلاکت کا سبب کیا تھا؟

جواب: قومیں کفر، شرک، نافرمانیوں اور جھٹلانے جیسے جرائم کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتی رہیں قوموں کی ہلاکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہ تھا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے۔ اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اگر وہ جانتے ہوتے!'' (41)

سوال 1: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے۔ اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اگر وہ جانتے ہوتے'' جھوٹے معبود کمزوری میں مکڑی کے جالوں کی طرح ہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جھوٹے معبود بناتے ہیں۔

(2) ﴿كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا﴾ ''اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی قوت کو تارِ عنکبوت سے اس لیے مثال دی ہے کہ اللہ کے سوا دوسری قوتیں اتنی ناتواں اور کچی ہیں جیسے مکڑی کا جال تو جو مکڑی کے جال کا سہارا لیتا ہے وہ کچی چیز کا سہارا لیتا ہے۔

(3)﴿وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ﴾ ''اور یقینا گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے'' جھوٹے معبود کمزوری میں مکڑی کے جالوں کی طرح ہیں'' اللہ تعالیٰ نے خود ساختہ معبودوں کی کمزوری کو مکڑی کے جال سے تشبیہ دی ہے۔ کیا کوئی مکڑی کے گھر میں رہ کر موسم کے سرد و گرم سے بچ سکتا ہے نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح ان بتوں کے اختیار اور علم میں کچھ نہیں، وہ کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے، کسی کو عزت نہیں دے سکتے۔ ان کے پاس کوئی قوت نہیں وہ کسی کو قوت کیسے دے سکتے ہیں۔

(4)﴿لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''کاش وہ لوگ جانتے ہوتے'' کاش وہ حقیقت کا علم رکھتے کاش وہ یقینی علم رکھتے۔ اگر وہ ان ہستیوں کی بے بسی کے بارے میں جانتے تو انہیں معبود نہ بناتے۔

سوال 2: مکڑی کا گھر کیسا ہوتا ہے؟

جواب: مکڑی کا گھر انتہائی کمزور اور ناپائیدار ہوتا ہے مکڑی کا گھر سب سے کمزور ہوتا ہے ہاتھ کے اشارے سے ختم ہو جاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے سہارے کو مکڑی کے جال سے کیوں تشبیہ دی ہے؟

جواب: (1) غیر اللہ کا سہارا لینا بے فائدہ ہے۔ (2) نہ وہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

(3) نہ وہ حاجت روا ہو سکتے ہیں نہ مشکل کشا۔ (4) یہ سارے سہارے مکڑی کے جال کی طرح ناپائیدار ہیں۔

(5) یہ کچے سہارے ہیں کام آنے والے نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مکڑی کے جال سے تشبیہ دی ہے۔

سوال 4: انسان غیر اللہ کی قوتوں سے کہاں کہاں دھوکہ کھاتا ہے؟

جواب: (1) انسان ریاستی قوت کو مؤثر دیکھتا ہے تو اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے، اس لیے ان قوتوں کی حمایت میں لگ جاتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اسکی حیثیت مکڑی کے جال جیسی ہے۔

(2) انسان دولت کی قوت کو مؤثر دیکھتا ہے اُسے لگتا ہے کہ دولت سے زندگی میں سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے اس لیے وہ دولت کو حاصل کرنے کیلئے کوششیں کرتے ہیں اور دولت ختم ہو جانے کے خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں دولت بھی تارِ عنکبوت کی طرح ہے انسان کو اس کے کچے پن کا احساس نہیں ہوتا تو وہ اسی کے پیچھے پوری زندگی لگا دیتا ہے۔

(3) انسان سائنس کی قوت کو مؤثر دیکھتا ہے پھر اسے لگتا ہے کہ جس کے پاس یہ قوت ہو وہی بڑا ہے، وہی پناہ دینے والا ہے پھر انسان اصلی قوت کو بھول جاتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾

''یقینا اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔ اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے'' (42)

سوال1:﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔ اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے شرک کو جانتا ہے وہ اس کی سزا دے گا آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ لوگ اس کو چھوڑ کر کسے پکارتے ہیں، جنہیں پکارتے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَاۗءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے۔'' (النجم:23)

(2)﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (یونس:66)

(3)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ العزیز ہے اپنے کام پر پوری طرح غلبہ رکھتا ہے۔، وہ قوت کا مالک ہے، ساری مخلوق پر غالب ہے۔

(4)﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھتا ہے۔ اس نے ہر چیز کو بہترین انداز میں پیدا کیا وہ اپنی مخلوق میں جو تدبیر اختیار کرتا ہے اس کی حکمت کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال2: ''اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں ان کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا لوگ جن کا سہارا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی حقیقت مکڑی کے جال سے زیادہ نہیں۔

سوال3: اللہ کی صفات العزیز اور الحکیم کا اللہ تعالیٰ نے کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب (1) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ العزیز ہے اصل قوت اُسی کی ہے۔

(3) اللہ الحکیم ہے اسی کے فیصلے چلتے ہیں وہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے۔

﴿وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ﴾

''اور یہ مثالیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اور اُنہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا'' (43)

سوال 1: ﴿وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور یہ مثالیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اور اُنہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا'' مثالوں کو گہرے علم والے ہی سمجھتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ﴾ ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مثالیں لوگوں کے فائدے اور ان کی تعلیم کی خاطر بیان کی ہیں کیونکہ ضرب الامثال کو توضیح کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ہے۔ ضرب الامثال کے ذریعے سے امور عقلیہ کو امور حسیہ کے قریب لایا جاتا ہے اور مثالوں کے ذریعے سے مطلوبہ معانی واضح ہوجاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2038/2)

(2) ﴿وَمَا يَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور اُنہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا'' ان مثالوں کو سمجھنے والے اور غور کرنے والے ہی گہرے علم والے ہیں۔ (3) عمرو بن مرہ فرماتے ہیں جب میں قرآن کی کوئی ایسی آیت پڑھتا جو میری سمجھ میں نہ آتی تو مجھے رنج ہوتا۔ کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ انھیں گہرے علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ (ابن حاتم)

سوال 2: اللہ تعالیٰ مثالوں کو کیوں بیان فرماتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ مثالوں کو اس لیے بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ غفلت سے بیدار ہوں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے مثالوں کو بیان کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیے مثالوں کو بیان کرتے ہیں۔

سوال 3: مثالوں کو علم والے ہی جانتے ہیں علم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے دلائل اور شریعت کا علم ہے جس کو سیکھنے اور اس پر غور وفکر کرنے سے انسان کو رب کی پہچان حاصل ہوتی ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ یقیناً اس میں ایمان والوں کے لیے ایک نشانی ہے'' (44)

سوال 1: ﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ یقیناً ایمان والوں کے لیے اس میں ایک نشانی ہے'' آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بے مقصد تخلیق نہیں کیا اس نے زمین کے پہاڑوں، سمندروں، صحراؤں اور جنگلوں کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس نے آسمان کی بلندیوں، سورج، چاند، ستاروں، سیاروں کو بے مقصد نہیں بنایا، اس نے ہر چیز کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى﴾ ''تا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی''۔ (طٰہٰ:15)

(3) ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ ''تا کہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔'' (النجم:31)

(4) اس نے کائنات کو اس لیے تخلیق کیا ہے کہ اس کا حکم اور شریعت نافذ ہو۔

(5) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً اس میں ایمان والوں کے لیے ایک نشانی ہے'' بے شک زمین وآسمان میں ایمان والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔'' (آلِ عمرآن:190-191)

(6) ''اے اللہ آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب ہمارے رب اور ہر چیز کے پروردگار، دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے، توراۃ، انجیل اور فرقان کو نازل کرنے والے، میں ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تو ہی اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے۔ اے اللہ! تو ہی ایسا اوّل ہے جو تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہ ہوگی اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے تیرے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ ہمارے قرض کو دور کر دے اور ہمیں فقر سے مستغنی فرما۔'' (مسلم:6889)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو کس حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو با مقصد بنایا ہے، بے مقصد پیدا نہیں کیا۔

سوال 3: ایمان والوں کے لیے کس چیز میں بڑی دلیل ہے؟

جواب: ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت، اللہ تعالیٰ کی تخلیق، اس کی حکمتوں، اس کے علم کی دلیل ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے نہ مشکل کشا۔